استہزائے اسلام کی معاصر صورتیں: اسباب و اثرات

(ملکی اور بین الاقوامی قوانین کے تناظر میں جائزہ)

مقالہ برائے

پی ایچ ڈی-علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

حافظ وقاص خان

ریسرچ اسکالر: شعبہ علوم اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر: 680-PhD/IS/S17

نگران مقالہ

ڈاکٹر منزہ سلطانہ

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ

نمل اسلام آباد

شعبہ علومِ اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

سیشن 2017ء

بسم الله الرحمن الرحيم

منظوری فارم برائے مقالہ و دفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے۔ وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: استہزائے اسلام کی معاصر صورتیں: اسباب واثرات

(ملکی اور بین الاقوامی قوانین کے تناظر میں جائزہ)

Contemporary Forms of contempt of Islam: Causes and Effects
(A study in context of national and international legal framework)

Estehzaai Islam ki Muasir Soorten: Asbab wa asrat
(Mulki or bain ul aqwami qwaneen k tanazur my jaiza)

ڈگری: پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ

مقالہ نگار: حافظ وقاص خان

رجسٹریشن نمبر: 680-PhD/IS/S17

ڈاکٹر منزہ سلطانہ ______________________

(نگران مقالہ) دستخط نگران مقالہ

ڈاکٹر نور حیات خان ______________________

(صدر شعبہ علوم اسلامیہ) دستخط صدر شعبہ علوم اسلامیہ

پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی ______________________

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

میجر جنرل (ر) محمد جعفر ______________________

(ریکٹر نمل یونیورسٹی) دستخط ریکٹر نمل یونیورسٹی

تاریخ ____________

(Thesis and Defense Approval form)

حلف نامہ فارم

(Candidate declaration form)

میں **حافظ وقاص خان** ولد **عنایت اللہ خان** رول نمبر : DSS-PD-(S17)-105 رجسٹریشن نمبر : 680 PhD/IS/S17 طالب علم، پی ایچ ڈی شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ

مقالہ بعنوان: استہزائے اسلام کی معاصر صورتیں: اسباب واثرات

(ملکی اور بین الاقوامی قوانین کے تناظر میں جائزہ)

Contemporary Forms of contempt of Islam: Causes and Effects
(A study in context of national and international legal framework)

Estehzaai Islam ki Muasir Soorten: Asbab wa asrat
(Mulki or bain ul aqwami qwaneen k tanazur my jaiza)

پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور **ڈاکٹر منزہ سلطانہ** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: **حافظ وقاص خان**

دستخط مقالہ نگار: ____________________________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

فہرست عنوانات

	عناوین	صفحہ نمبر
	انتساب	6
	اظہار تشکر	7
	ملخص مقالہ	8
مقدمہ:	موضوع تحقیق کا تعارف	9
	دراسات سابقہ کا جائزہ	10
	جواز تحقیق	12
	بیان مسئلہ	12
	اہمیت موضوع	12
	مقاصد تحقیق	13
	سوالات تحقیق	13
	تحدید موضوع	14
	اسلوب تحقیق	14
	طریق تحقیق	14
	اصطلاحات کی وضاحت	15
	خاکہ تحقیق	16
باب اول:	**استہزائے اسلام کا مفہوم، تاریخ اور اسباب**	19

فصل اول:	استہزائے اسلام کا مفہوم	20
مبحث اول:	استہزا کا لغوی معنیٰ	20
مبحث دوم:	استہزائے اسلام کا اصطلاحی مفہوم	21
فصل دوم:	استہزائے اسلام کی تاریخ	26
مبحث اول:	استہزائے اسلام قبل از عہد نبوی	26
مبحث دوم:	استہزائے اسلام عہدِ نبوی وعہد صحابہؓ میں	29
مبحث سوم:	استہزائے اسلام بعد از عہد صحابہؓ	40
فصل سوم:	استہزائے اسلام کے اسباب	48
مبحث اول:	عناد پرستی	48
مبحث دوم:	شدت پسندی	53
مبحث سوم:	مذہب بیزاری	57
مبحث چہارم:	مذہبی تعصب	66
باب دوم:	**استہزائے اسلام اور معاصر نظریات**	83
فصل اول:	نظریہ الحاد اور استہزائے اسلام	84
مبحث اول:	نظریہ الحاد کی تعریف و تاریخ	84
مبحث دوم:	ملحدین اور استہزائے اسلام	93
فصل دوم:	سیکولرزم اور استہزائے اسلام	101
مبحث اول:	سیکولرزم کا تعارف و آغاز وارتقاء	101

مبحث دوم:	سیکولرز اور استہزائے اسلام	114
فصل سوم:	نظریہ نسائیت اور استہزائے اسلام	120
مبحث اول:	نظریہ نسائیت کا تعارف و تاریخ	120
مبحث دوم:	نظریہ نسائیت اور استہزائے اسلام	132
فصل چہارم:	نظریہ مابعد جدیدیت اور استہزائے اسلام	142
مبحث اول:	نظریہ مابعد جدیدیت کی تعریف و تاریخ	142
مبحث دوم:	نظریہ مابعد جدیدیت اور استہزائے اسلام	147
باب سوم:	**استہزا کی معاصر صورتیں اور سرگرمیاں**	155
فصل اول:	استہزائے خدا اور ملائکہ	156
مبحث اول:	استہزائے خدا	156
مبحث دوم:	استہزائے ملائکہ	162
فصل دوم:	اہانتِ رسول ﷺ و صحابہ	165
مبحث اول:	اہانتِ رسول ﷺ	165
مبحث دوم:	اہانتِ صحابہؓ	173
فصل سوم:	تشکیکِ قرآن و تمسخرِ اسلامی تعلیمات	179
مبحث اول:	تشکیکِ قرآن	179
مبحث دوم:	اسلامی تعلیمات کا تمسخر	186
باب چہارم:	**عصر حاضر میں استہزائے اسلام کے مستعمل ذرائع اور ان کے اثرات**	196

فصل اول:	پرنٹ میڈیا پر استہزائے اسلام اور اس کے اثرات	197
مبحث اول:	پرنٹ میڈیا کی تعریف و تاریخ	197
مبحث دوم:	پرنٹ میڈیا پر استہزائے اسلام اور اثرات	201
فصل دوم:	الیکٹرانک میڈیا پر استہزائے اسلام اور اس کے اثرات	208
مبحث اول:	الیکٹرانک میڈیا کی تعریف و تاریخ	208
مبحث دوم:	الیکٹرانک میڈیا پر استہزائے اسلام اور اثرات	210
فصل سوم:	سوشل میڈیا پر استہزائے اسلام اور اس کے اثرات	217
مبحث اول:	سوشل میڈیا کی تعریف و تاریخ	217
مبحث دوم:	سوشل میڈیا پر استہزائے اسلام اور اثرات	220
باب پنجم:	**استہزائے مذہب کے ملکی اور بین الاقوامی قوانین کا جائزہ**	234
فصل اول:	استہزائے مذہب کے ملکی قوانین کا جائزہ	234
فصل دوم:	استہزائے مذہب کے بین الاقوامی قوانین کا جائزہ	243
باب ششم:	**استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے ممکنہ اقدامات**	275
فصل اول:	استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے ریاست کا کردار	276
مبحث اول:	استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے مقننہ کے اقدامات	276
مبحث دوم:	استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے عدلیہ کے فیصلے	279
مبحث سوم:	استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے انتظامیہ کا لائحہ عمل	281
فصل دوم:	استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے اہلِ علم کی ذمہ داری	283

مبحث اول:	آزادیٔ اظہار کے اسلامی تصور کی تعلیم	283
مبحث دوم:	اسلام کے نظریہ اخلاق کی تعلیم	287
مبحث سوم:	اسلام کے داعیانہ اسلوب کا پرچار	290
فصل سوم:	استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے ذرائع ابلاغ کا کردار	293
مبحث اول:	ذرائع ابلاغ کی اخلاقیات	294
مبحث دوم:	رائے عامہ	299
مبحث سوم:	آگاہی مہمات اور صورتیں	301
	نتائج بحث	304
	تجاویز و سفارشات	305
	فہرست آیات	306
	فہرست احادیث	311
	فہرست اعلام	312
	فہرست اماکن	314
	فہرست مصادر و مراجع	315

انتساب

والدین کے نام جن کی شب و روز کی محنت اور دعاؤں کے طفیل میں اس قابل ہوا اور میں بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہوں کہ ان کو دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے (آمین)

اظہار تشکر

اللہ رب العالمین کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس کے بے پناہ فضل و احسان اور نعمتوں کی بدولت میں اس تحقیقی کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکا اور اس کی مجھ پر خاص رحمت و عنایت ہے کہ میں اس دقیق اور جدید علمی موضوع پر کام کرنے کے قابل ہوا۔ خالقِ کائنات کی شکر گزاری کے بعد لاکھوں درود و سلام ہوں آقائے کائنات، احمدِ مجتبیٰ ﷺ کی ذات اقدس پر جن کی محنتوں اور کوششوں کے طفیل یہ دینِ اسلام ہم تک پہنچا

مقدس ہستیوں کے بعد میں سب سے پہلے اپنی نگران مقالہ جناب محترمہ ڈاکٹر منزہ سلطانہ صاحبہ کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اس موضوع کے انتخاب، خاکہ بنانے سے لیکر تکمیل کے مراحل تک، مواد کی فراہمی و نشاندہی اور تحقیق کے سلسلہ میں بھرپور رہنمائی اور مقالہ کی نگرانی کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیشہ میرے لیے وقت نکالا اور دعا بھی کی۔ یہ ان کی محنت و مشقت کا نتیجہ ہی ہے کہ میں نے بر وقت اپنے مقالہ کو مکمل کیا۔ میں ان کی اس محبت و شفقت کا ہمیشہ ممنون رہوں گا، اللہ تعالی انہیں سعادت دارین عطا فرمائے۔ آمین

میں اپنے دیگر تمام اساتذہ پروفیسر ڈاکٹر عبد الغفار بخاری صاحب (جنہوں نے ہمیں تحقیق کا اسلوب و منہج سکھایا)، پروفیسر ڈاکٹر نور حیات خان صاحب، ڈاکٹر شاہد ترمذی صاحب، ڈاکٹر سمیہ رفیق صاحبہ، اور ڈاکٹر ریاض سعید صاحب جنہوں نے مجھے پڑھایا اور تحقیق کے مختلف مراحل میں میرے مدد و معاون رہنے کے ساتھ ساتھ میری حوصلہ افزائی بھی کرتے رہے، پروفیسر ڈاکٹر انیس احمد، سید شاہد ہاشمی صاحب (جنہوں نے ہمیشہ اس موضوع کے انتخاب پر میری بھرپور حوصلہ افزائی کی) اس کے علاوہ بے شمار لوگ ہیں جنہوں نے میری ہر لحاظ سے دوران تحقیق مدد کی، میں ان سب کا شکر گزار ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ سبحانہ و تعالی ان کو دارین کی سعادتیں نصیب فرمائے۔

اسی طرح میں اپنی رفیقہ حیات کا بھی بے پناہ مشکور ہوں جنہوں نے میری بے پناہ مصروفیات کو نہ صرف خندہ پیشانی سے برداشت کیا بلکہ تکمیل کے مراحل تک ہر لمحہ میرا ساتھ دیا، حوصلہ افزائی کی اور دعا بھی دی،، میرے پاس ان سب کے شکریہ کے لیے الفاظ نہیں، اللہ سبحانہ و تعالی ان سب کو دنیا اور آخرت کی نعمتوں اور کامیابیوں سے بھرپور نوازے۔

آخر میں رب العزت کے حضور دعا گو ہوں کہ میرے ان تمام محسنین کو دارین کی سعادتیں نصیب فرمائے اور میری اس کاوش کو اسلام کے لیے نافع بنائے اور میری لغزشوں کو اپنی شایانِ شان معاف فرماتے ہوئے آخرت میں اپنی رحمت سے نوازے۔ آمین

حافظ وقاص خان

Abstract

Contemporary Forms of contempt of Islam: Causes and Effects
(A study in context of national and international legal framework)

The phenomenon of contempt of Islam is not a novel trend. Islam, its figures and teachings have been ridiculed since early ages of its advent. The trend has only changed its shapes with passage of time and space. In the modern age, various forms and philosophies of the contempt of Islam have sprung with attractive and seductive names. On the one hand, there are atheistic ideologies which not only negate the existence and role of any Divine power but also mock the Islamic concept of Divinity. On the other hand, Deistic movements are also there which come up with the idea of rejection of revelation and the life after death. Yet another prevalent phenomenon is of projecting secularism while simultaneously mocking respectful religious figures in the name of "Freedom of Expression". The champions of Feminism are also aimed at ridiculing Islamic teachings with flowery name of women rights. Modernism and Postmodernism are the intellectual and philosophical ornamentations to make fun of everything attached to Islam. With those who are skeptic and critic of the Glorious Qur'an, there is a considerable number of orientalists who come up with ever new objections regarding Islam every second day. Yet there are also those who have disrespectful behavior towards the companions of the Holy Prophet (pbuh). In addition to their individual appeal, all these philosophies, movements and figures preach their stance using print electronic and particularly, social media. Their impact is not restricted to the non-Muslims only. Rather Muslim societies also face this phenomenon. Print media tools including newspapers, magazines, journals and books are effective in this regard. In the area of electronic media, movies, computer and mobile games are systematically used to mock Islam. Blogs, twitter and Facebook posts, YouTube videos and WhatsApp, as the key social media platforms, are part of this virtual war. In this context, it is of vital significance to defend Islam, its teachings and its figures at ideological as well as intellectual fronts. This study, after giving an account of the historical context of contempt of Islam, goes on to analyze the factors and causes which work as a catalyst to give birth to the act of mockery. It further investigates the ideologies and philosophies which are at forefront to make fun of Islam. The study not only explains the present forms of the contempt of Islam, but also gives a detailed account regarding the elements and figures which are presently under attack due to their connection with Islam. Furthermore, it identifies those elements which are responsible to facilitate the contempt of Islam. The research attempts to answer the questions regarding the existence of national and international legal framework which could possibly contain such hateful agenda and barriers in the implementation of this legal framework. While suggesting the potential role of executive, parliament, judiciary and academia to eradicate the contempt of Islam, the study concludes with recommendations and suggestions which have the ability to play an effective role in this regard.

مقدمہ

موضوع تحقیق کا تعارف (Introduction to Topic)

اسلام ایک عالمگیر دین ہے جو کہ احترامِ انسانیت اور لوگوں کی جان، مال، عزت اور آبرو کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔ مخالفینِ اسلام ہر دور میں اسلام کی تعلیمات کا مذق اُڑاتے رہے ہیں جن میں خدا کے انکار کے الحادی نظریات بھی موجود ہیں، آزادی اظہار رائے" کے نام پر مقدس و محترم شخصیات کی تضحیک کے واقعات بھی رونما ہوتے ہیں، ڈی ایزم جیسے انکارِ آخرت کا فلسفہ پیش کرنے والے بھی اپنا وجود رکھتے ہیں، اور ایسی شخصیات بھی موجود ہیں جو قرآن میں تشکیک کے ساتھ قرآن پر اعتراضات پیش کرتی ہیں اور اور شعائر اسلام اور اسلامی تعلیمات کا مذاق اُڑانے کی سرگرمیاں بھی سامنے آتی ہیں

ان نظریات اور تحریکات کے پیروکار اور شخصیات انفرادی روابط کے علاوہ پرنٹ، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کو استعمال کرتے ہوئے اسلام کا استہزا کرتے ہیں جو کہ غیر مسلموں پر ہی نہیں بلکہ مسلم معاشروں پر بھی اثرانداز ہوتے ہیں

ایسی صورتحال میں اسلام کے نظریاتی دفاع کی اہمیت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اس تحقیق میں استہزء اسلام کی ان سرگرمیوں کو سامنے لایا گیا ہے اور ایسی کوششوں کو روکنے کے لیے ملکی اور بین الاقوامی طور پر جو قانون سازی کی گئی ہے ان کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے قابلِ عمل تجاویز مرتب کی گئی ہیں۔

دراسات سابقہ کا جائزہ (Literature Review)

اس موضوع پر جزوی طور پر بہت سی کتب اور مقالے لکھے جا چکے ہیں لیکن اس موضوع کے حوالے سے ایسی علمی تحقیق باقاعدہ کسی مرتب شکل میں موجود نہیں ہے جو اس موضوع کا مکمل احاطہ کرتی ہو

اس موضوع سے متعلق سابقہ کام درج ذیل ہے

- **" قانونِ توہینِ رسالت: تاریخی، سماجی، سیاسی اور تقابلی مطالعہ "**

مقالہ نگار: محمد حامد رضا، یہ پی ایچ ڈی کا مقالہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں لکھا گیا ہے

اس مقالے میں قانون توہینِ رسالت کے حوالے سے تحقیق کی گئی ہے کہ جس میں اس کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا گیا ہے۔ جبکہ مقالہ ہٰذا میں اس قانون کو ذیلی عنوان کے تحت شامل کیا گیا ہے

- **" قوانینِ پاکستان میں اسلامی اصلاحات (1947ء تا 2000ء)"**

مقالہ نگار: طلعت صدیقی، یہ پی ایچ ڈی کا مقالہ کراچی یونیورسٹی میں 2006 میں لکھا گیا ہے

اس مقالے میں قوانینِ پاکستان میں اسلامی اصلاحات کا جائزہ لیا گیا ہے اور اسلامی نقطہ نظر سے بہتری کی تجاویز دی گئی ہیں۔ جبکہ مقالہ ہٰذا میں استہزا مذہب کے قوانین کا تجزیہ کیا گیا ہے

- **"عصرِ حاضر میں ملتِ کفر کی اسلام کے خلاف سرگرمیوں کا مطالعہ "**، مقالہ نگار: رابعہ جاوید، یہ ایم-اے کا مقالہ ادارہ علومِ اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں 2010 میں لکھا گیا ہے

اس مقالے میں عصرِ حاضر کے تناظر میں عمومی طور پر ملتِ کفر کی سرگرمیوں کا جائزہ لیا گیا ہے کہ جس میں مختلف سازشیں، مخالفتیں اور اسلام مخالف سرگرمیوں کا تجزیہ کیا گیا ہے جبکہ اس مقالے میں استہزا کی سرگرمیوں کا تجزیہ کیا گیا ہے

- **"علاج العدوان کمایصورہ القرآن الکریم"** ، مقالہ نگار: حفیظ ایاز قریشی، یہ ایم فل کا مقالہ اصول الدین انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں 2015 میں لکھا گیا ہے

عربی زبان میں لکھے گئے اس مقالے میں قرآن کی روشنی میں اسلام دشمن عناصر کے علاج کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ مقالہ ہٰذا میں استہزائے اسلام کے سدباب کا تجزیہ کیا گیا ہے

- **"الاساءالی الرسولﷺ وعقوبتها فی الشریعة الاسلامیه و القانون الدولی لحقوق الانسان والقانون الباکستان(دراسة المقارنة)"**، مقالہ نگار: اسد اللہ، یہ پی ایچ ڈی کے مقالے کا عنوان شریعہ اینڈ لاء انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں لکھا جا رہا ہے

عربی زبان میں لکھے جانے والے اس مقالے کی تحدید اہانتِ رسول ﷺ تک کی گئی ہے جبکہ اس مقالے میں اسلام اور اس سے متعلقہ شخصیات و تعلیمات کے استہزا کا تجزیہ کیا گیا ہے

- **Muslim Christian Attitudes to the laws of blasphemy in Pakistan (1982-2009) An Analytical Survey**, Shakoor Alam, Mphil Comparative Religion (Usool Ul Din), IIUI, 2011

انگریزی زبان میں لکھے گئے اس مقالے میں پاکستان میں توہینِ رسالت ﷺ کو موضوع بحث بناتے ہوئے عیسائیوں کی جانب سے توہین کا ارتکاب کی جانے والی سرگرمیوں کا احاطہ کیا ہے

- **Freedom of Expression and Derogatory Remarks against sacred Personality (A case study of Pakistan in the perspective of Shariah & Pakistan's law)**, Muhammad Yasar, MS Islamic & Jurisprudence, Faculty of Shariah and Law IIUI. Islamabad, 2013.

اس مقالے میں اظہار رائے کی آزادی اور مقدس شخصیات کے استہزا کے حوالے سے تحقیق کی گئی ہے جس کی تحدید کار پاکستانی معاشرہ کی گئی ہے اور پاکستان کے قوانین کا تجزیہ بھی کیا گیا ہے جبکہ مقالہ ہٰذا میں کسی خاص خطے یا ملک کی تحدید نہیں کی گئ ہے اور استہزائے اسلام میں بھی مقدس شخصیات کے علاوہ دیگر اسلامی تعلیمات کے استہزا کو بھی تحقیق کا موضوع بنایا گیا ہے۔

- **Freedom of Expression in Pakistan: A critical analyses of Pakistan IHRL Obligation & Actual Practice**, Syeda Farah Munir, LLM International Law December, IIUI, 2016

اس مقالے میں پاکستان میں آزادئی اظہار رائے کی قانون سازی اور عالمی انسانی حقوق کے قانون کا تجزیہ کیا گیا ہے

- **Freedom of Expression under International Covenant on Civil and Political Rights and the limit of Religion on it**, Muhamamd Sajid, LLM IIUI Islamabad, 2019

اس مقالے میں آزادی اظہار رائے کے حوالے سے کی جانے والی تحدید جو عالمی معاہدہ برائے انسانی وسیاسی حقوق میں کی گئی ہے اس کا شریعت کے تناظر میں تجزیہ کیا گیا ہے

جواز تحقیق (Rational of the Study)

عصرِ حاضر میں اسلام کے استہزا کی سر گرمیاں مختلف ذرائع سے سامنے آرہی ہیں جو کہ ناصرف ایک غیر اخلاقی رویہ ہے بلکہ کسی بھی معاشرے کے لیے نقصِ امن کا باعث بنتا ہے اس موضوع تحقیق کے انتخاب کی بنیادی وجہ اس مسئلے کا تدارک ہے۔اس موضوع کے انتخاب کی بنیادی وجوہات درج ذیل ہیں

- اسلام کے استہزا کی سر گرمیوں کے اسباب کا تجزیہ کرتے ہوئے ان کے سدباب کی تجاویز مرتب کرنا
- ایسے نظریات کا مطالعہ کرنا کہ جن کے حامیان کی جانب سے استہزا کی صورتیں سامنے آتی ہیں
- اسلام سے متعلقہ امور کے استہزا کی سر گرمیوں پر نظر رکھنا
- اسلام کے استہزا کے لیے مستعمل ذرائع کی تحقیق کرنا اور انہیں کنٹرول کرنے کی تجاویز مرتب کرنا
- استہزا کے قوانین کا تجزیہ کرنا
- اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے ممکنہ ذرائع کی جانب نشاندہی کرنا

بیان مسئلہ (Statement of the Problem)

موضوع تحقیق کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ موجودہ دور میں استہزاءاسلام کی صورتیں، ان کے اسباب واثرات کا تجزیہ کر کے استہزا کے حوالے سے ملکی اور بین الاقوامی قوانین کا جائزہ لیکر قابلِ عمل تجاویز مرتب کی جائیں تاکہ ان کا سدباب کیا جاسکے

اہمیت موضوع (Significance of the study)

موضوع تحقیق کی ضرورت اور اہمیت عصرِ حاضر کے تناظر میں بہت زیادہ ہے اس لیے کہ اسلام کے استہزا کے حوالے سے جو ذرائع استعمال کیے جارہے ہیں وہ بظاہر اتنے دلچسپ اور باریک ہیں کہ کوئی بھی شخص اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا مختلف مووویز، ڈرامے، ٹالک شوز، کمپیوٹر گیمز کہ جن میں غیر محسوس انداز میں اسلامی تعلیمات کا استہزا کرتے ہوئے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت میڈیا کے تمام ممکنہ ذرائع کو استعمال کیا جاتا ہے، مختلف معاصر نظریات کے حامل حضرات بھی استہزائے اسلام کی سر گرمیوں میں حصہ لیتے ہیں اور بالخصوص نوجوان نسل کو اسلام سے دور کرنے کی سعی کرتے ہیں

اس صورتحال میں اس موضوع کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ اسلامی نظریات کے دفاع کے لیے تمام وسائل کو استعمال کرتے ہوئے ہر محاذ پر مقابلہ کیا جائے، اس بات پر تفکر کیا جائے کہ عصرِ حاضر میں اسلام کے استہزا کی کون سی صورتیں موجود ہیں، ان کے اسباب کیا ہیں، ان کے اہداف، سرگرمیاں اور ذرائع کیا ہیں، اور ان سرگرمیوں کے کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور ان کی سازشوں سے آج امتِ مسلمہ کو کس طرح محفوظ رکھا جاسکتا ہے نیز اس پہلو پر بھی غور کیا جائے کہ استہزا کے حوالے سے ملکی اور بین الاقوامی قوانین کون سے ہیں اور ان کے تحت کیا سزائیں موجود ہیں اوران کا کس حد تک اطلاق کیا جارہاہے، ساتھ ہی ان قوانین کا تجزیہ کر کے وقت اور حالات کی مناسبت سے قابلِ عمل سفارشات مرتب کی جائیں۔

مقاصد تحقیق (Objective of the Study)

- اسلام کے استہزا کی تاریخ اوران کے اسباب کو جاننے کی کوشش کرنا۔
- اسلام کا مذاق اُڑانے والے نظریات کے پیروکار کی جانب سے کیے جانے والے استہزا کا تجزیہ کرنا۔
- استہزائے اسلام کی معاصر صورتیں اور طریقہ کار کو بیان کرنا۔
- دور جدید کے مستہزئینِ اسلام کے مستعمل ذرائع اور ان کے اثرات کا جائزہ لینا۔
- استہزائے اسلام کے حوالے سے ملکی اور بین الاقوامی قوانین کا جائزہ لینا۔
- دورِ جدید میں استہزائے اسلام کی کوششوں کو سامنے لاتے ہوئے مناسب لائحہ عمل کی سفارشات و تجاویز پیش کرنا۔

سوالات تحقیق (Research Questions)

اس تحقیقی کام کے دائرہ کار کو سامنے رکھتے ہوئے مقالہ نگار درج ذیل سوالات کے جوابات تلاش کرنے کی سعی کرے گا

- استہزائے اسلام سے کیا مراد ہے، اس کی تاریخ اور اسباب کیا ہیں؟
- اسلام کا استہزا کرنے والے معاصر نظریات کون سے ہیں اوران کے پیروکار کی جانب سے کیے جانے والے استہزا کا طریقہ کار کیا ہے؟
- استہزائے اسلام کی معاصر صورتیں کیا ہیں اور ان کی سرگرمیاں کس قسم کی ہیں؟

- عصر حاضر میں استہزائے اسلام کے لیے کون سے ذرائع مستعمل ہیں اور معاشرے پر اس کے کیا اثرات رونما ہو رہے ہیں؟
- استہزاء اسلام کے حوالے سے کون سے ملکی اور بین الاقوامی قوانین موجود ہیں، اور اُن پر کس حد تک عمل کیا جا رہا ہے؟
- دورِ جدید میں استہزائے اسلام کا سد باب کس طرح کیا جا سکتا ہے؟

تحدید موضوع (Limitation of the Study)

اس تحقیق میں بیسوی صدی کے نصف سے لیکر تا حال اسلام مخالف استہزا کی صورتوں کا جائزہ لیا گیا ہے

دیگر ممالک اور بین الاقوامی قوانین میں خاص استہزائے اسلام کے حوالے سے قانون کے بجائے مذہب اور اس سے متعلقہ تعلیمات کے استہزا کے حوالے سے قانون سازی کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

اسلوب تحقیق (Research Approach)

- یہ تحقیق بنیادی طور پر بیانیہ اور تجزیاتی ہے
- معاصر صورتوں کو لٹریچر، میڈیا کے مختلف ذرائع اور ویب سائٹس کے ذریعے بیان کیا گیا ہے اور شواہد اور اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر ان کا تجزیہ کیا گیا ہے

طریقہ تحقیق (Research Design)

- ابتدا میں لٹریچر کو پڑھ کر اس کا تجزیہ کیا گیا ہے
- تحقیق کے دوران جدید دور کے تمام ذرائع استعمال کیے گئے ہیں کہ جن میں یوٹیوب کی ویڈیوز، ٹویٹر کی ٹویٹس اور فیس بک کی پوسٹس سے بھی مدد لی گئی ہے
- استہزائے اسلام کے اثرات کا جائزہ لینے کے لیے آن لائن سروے کیا گیا، جس میں 200 افراد سے سوالنامہ پر کرایا گیا اور نتائج کا تجزیہ کیا گیا ہے
- تحقیق میں اصل مآخذ و مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے اور انہی کا حوالہ دیا گیا ہے جس جگہ ضروری ہوا وہاں تشریح و توضیح کے لئے ثانوی مصادر و مراجع سے بھی استفادہ کیا گیا ہے
- تمام ضروری معلومات حوالہ جات کے طور پر حواشی میں دی گئی ہیں
- مقالہ میں آنے والے تمام غیر معروف اماکن و اسماء کا تعارف مختصراً حواشی میں بیان کیا گیا ہے

- مقالہ کی عبارت آسان فہم اور بامحاورہ اردو میں ہے
- مقالہ کے آخر میں فہارس پیش کی گئی ہیں
- قرآنی آیات کو﴿ ﴾سے ظاہر کیا گیا ہے
- احادیث کو(())سے ظاہر کیا گیا ہے
- دیگر اشعار و اقوال اور اقتباسات کو" "سے ظاہر کیا گیا ہے
- تحقیقی کتب، مجلات، جرائد، لغات، موسوعات اور معروف ویب سائیٹس سے استفادہ کیا گیا ہے
- آخر میں مصادر و مراجع کو ذکر کیا گیا ہے

اصطلاحات کی وضاحت (Details of Terminologies)

- اصطلاحات کی لغوی تشریح کے لیے لغت کی بنیادی کتب اور اصطلاحی مفہوم کے لیے کتب اصطلاحات سے استفادہ کیا گیا ہے

خاکہ تحقیق (Synopsis of the Research)

استہزائے اسلام کی معاصر صورتیں: اسباب واثرات
(ملکی اور بین الاقوامی قوانین کے تناظر میں جائزہ)

مقالہ ہذا چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ ابواب اور ان کی فصول درج ذیل ہیں

باب اول: استہزائے اسلام کا مفہوم، تاریخ اور اسباب

فصلِ اول: استہزائے اسلام کا مفہوم

فصلِ دوم: استہزائے اسلام کی تاریخ

فصلِ سوم: استہزائے اسلام کے اسباب

باب دوم: استہزائے اسلام اور معاصر نظریات

فصل اول: نظریہ الحاد اور استہزائے اسلام

فصل دوم: سیکولرزم اور استہزائے اسلام

فصل سوم: نظریہ نسائیت اور استہزائے اسلام

فصل چہارم: نظریہ مابعد جدیدیت اور استہزائے اسلام

باب سوم: استہزا کی معاصر صورتیں اور سرگرمیاں

فصل اول: استہزائے خدا اور ملائکہ

فصل دوم: اہانتِ رسول ﷺ و صحابہ

فصل سوم: تشکیکِ قرآن و تمسخرِ اسلامی تعلیمات

باب چہارم: عصرِ حاضر میں استہزائے اسلام کے مستعمل ذرائع اور ان کے اثرات

فصلِ اول: پرنٹ میڈیا پر استہزائے اسلام اور اس کے اثرات

فصلِ دوم: الیکٹرانک میڈیا پر استہزائے اسلام اور اس کے اثرات

فصلِ سوم: سوشل میڈیا پر استہزائے اسلام اوراس کے اثرات

باب پنجم: استہزائے مذہب کے ملکی وغیر ملکی اور بین الاقوامی قوانین کا جائزہ

فصل اول: استہزائے مذہب کے ملکی قوانین کا جائزہ

فصل دوم: استہزائے مذہب کے بین الاقوامی قوانین کا جائزہ

باب ششم: استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے ممکنہ اقدامات

فصل اول: استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے ریاست کا کردار

فصل دوم: استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے اہلِ علم کی ذمہ داری

فصل سوم: استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے ذرائع ابلاغ کا کردار

استہزائے اسلام کی معاصر صورتیں: اسباب واثرات

(ملکی اور بین الاقوامی قوانین کے تناظر میں جائزہ)

باب اول

استہزائے اسلام کا مفہوم، تاریخ اور اسباب

فصلِ اول: استہزائے اسلام کا مفہوم

فصلِ دوم: استہزائے اسلام کی تاریخ

فصلِ سوم: استہزائے اسلام کے اسباب

فصلِ اول: استہزائے اسلام کا مفہوم

یہ فصل دو مباحث پر مشتمل ہے، پہلی مبحث میں استہزاء کا لغوی معنٰی بیان کیا جائے گا جبکہ دوسری مبحث میں استہزاء کے اصطلاحی مفہوم پر روشنی ڈالی جائے گی۔

مبحث اول: استہزا کا لغوی معنٰی

اس مبحث میں مختلف لغات میں موجود استہزا کے لغوی معنٰی کو بیان کیا جائے گا

لغت میں استہزا اِن معنوں میں استعمال ہوتا ہے، "استہزا: ہنسی، ٹھٹھا، تمسخر، مذاق اڑانا"[1]

علامہ ابن فارس اپنی کتاب میں استہزا کے حوالے سے لکھتے ہیں

" (هَزَأَ) الْهَاءُ وَالزَّاءُ وَالْهَمْزَةُ كَلِمَةٌ وَاحِدَةٌ. يُقَالُ: هَزِئَ وَاسْتَهْزَأَ، إِذَا سَخِرَ "[2]

ابن منظور 'لسان العرب میں لغوی تحقیق بیان کرتے ہیں

" هزأ: الهزء والهزؤ: السخرية. هزئ به ومنه. وهزأ يهزأ فيهما هزءا وهزؤا ومهزأة، وتهزأ واستهزأ به: سخر "[3]

خود قرآن کریم نے بھی متعدد جگہوں پر اس مادے کو اسی معنٰی میں استعمال فرمایا ہے"

سورۃ الجاثیہ میں اس طرح استعمال ہوا ہے

﴿وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا﴾[4]

"جب ہماری آیات میں سے کوئی بات اس کے علم میں آتی ہے تو وہ مذاق بنالیتا ہے"

سورۃ الانبیاء کے مطابق

﴿وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا﴾[5]

"یہ منکرین حق جب تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہارا مذاق بنالیتے ہیں"

---

[1] اردو لغت، ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی، اردو لغت بورڈ کراچی، 1979ء، ص: 2/101

[2] معجم مقاییس اللغۃ، احمد بن فارس بن زکریا القزوینی الرازی، دار الفکر بیروت لبنان، 1979 ص: 6/52

[3] لسان العرب، محمد بن مکرم ابن منظور، دار صادر بیروت، 1414ھ، ص: 1/183

[4] سورۃ الجاثیہ: 45/9

[5] سورۃ الانبیاء: 21/36

انگریزی میں استہزا کے لیے یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں

Laughing at, derision, scorn, scoff, jest, joke

لفظ استہزا میں مطلق مذاق اُڑانا شامل ہے، یہ مذاق چاہے صراحتاً ہو یا کنایتاً، لکھ کر ہو یا بول کر ہو یا کسی فنِ خطاطی کی صورت میں ہو یہ سب صورتیں استہزا کی صورتیں کہلائیں گی۔

مبحث دوم: استہزا کا اصطلاحی مفہوم

مبحث دوم میں استہزا کے اصطلاحی مفہوم پر روشنی ڈالی جائے گی

اصطلاح میں استہزا مختلف مفہوم میں استعمال ہوتا ہے لیکن مشہور معنی تمسخر ہی ہے

امام راغب اصفہانی استہزا کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں " الھزء کے معنی اندرونی طور پر کسی کا مذاق اڑانا کے ہیں اور کبھی یہ مذاق کی طرح گفتگو پر بھی بولا جاتا ہے چناچہ قصداً مذاق اُڑانے کے معنیٰ میں فرمایا

﴿وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا﴾[1]

"جب تم نماز کے لیے بلاتے ہو تو وہ اس کا تمسخر کرتے اور کھیلتے ہیں"

﴿ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا ﴾[2]

"اللہ کی آیات کا کھیل نہ بناؤ"

ان آیات میں سخت سرزش کی گئی ہے اور ان کی خباثت پر متنبہ کیا ہے کہ آیات الٰہی کا علم اور ان کی صداقت سے آگاہ ہونے کے بعد ان کا مذاق اُڑاتے ہیں، هَزِئْتُ به و اسْتَهْزَأْتُ کے معنی کسی کا مذاق اُڑانے کے ہیں اور الاسْتِهْزَاءُ اصل میں طلب ھزء کو کہتے ہیں اگرچہ کبھی اس کے معنی مذاق اُڑانا بھی آجاتے ہیں جیسے استجابة کے اصل معنی طلب جواب کے ہیں اور یہ إجابة جواب دینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے"[3]

امام راغب اصفہانی نے قرآنی آیات سے استہزا کا معنیٰ واضح کیا ہے

احیاء علوم الدین میں استہزا کو اس طرح بیان کیا گیا ہے

"وَمَعْنَى السُّخْرِيَةِ الِاسْتِهَانَةُ وَالتَّحْقِيرُ وَالتَّنْبِيهُ عَلَى الْعُيُوبِ والنقائص عَلَى وَجْهٍ يُضْحَكُ مِنْهُ وَقَدْ يَكُونُ ذَلِكَ بالمحاكاة في الفعل والقول وقد يكون بالإشارة والإيماء"[4]

"سخریہ کا معنیٰ مذاق اُڑانا، تحقیر کرنا اور عیوب اور نقائص کی طرف ایسے اشارہ کرنا کہ جس سے ہنسا جائے کبھی یہ استہزا کام یا بات چیت میں نقل اتارنے کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی اشارے کے ساتھ بھی ہوتا ہے"

---

[1] سورۃ المائدہ:5/58

[2] سورۃ البقرہ:2/231

[3] مفردات القرآن، امام راغب اصفہانی، مترجم محمد عبدہ فیروز پوری، شیخ شمس الحق اقبال ٹاؤن لاہور، 1987ء، ص:2/116

[4] إحياء علوم الدين، محمد بن محمد الغزالي الطوسي، دار المعرفة بيروت، 2005ء، ص:2/131

مندرجہ بالا تعریفات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اصطلاح میں استہزا مذاق اڑانے، تمسخر کرنے، تحقیر کرنے اور عیوب نکالنے کو کہتے ہیں جب استہزائے اسلام' لفظ استعمال کیا جائے گا تو یہ اضافت کی وجہ سے مضاف اور مضاف الیہ کہلائے گا جس کا مطلب اسلام کا مذاق اڑانا ہو گا۔ اسلام کا مذاق اڑانے میں بھی محض اسلام کا نام لیکر مذاق اڑانا شامل نہیں ہے بلکہ اسلام سے وابستہ ہر چیز کا استہزا کرنا ہے۔ اس سے مراد ہر وہ عمل ہو گا جو اسلام کی کسی تعلیمات کا مذاق اُڑاتا ہو، اس میں استہزائے خدا اور رسول ﷺ بھی شامل ہیں، استہزا صحابہؓ اور قرآن بھی شامل ہیں، اسی طرح ملائکہ اور اسلامی شعائر کا استہزا بھی استہزائے اسلام کے ضمن میں ہی داخل ہو گا۔

استہزا کا شرعی حکم

شرعی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اس بات کا ادراک ہوتا ہے کہ استہزا کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ استہزا چاہے کسی مذہب کا ہو یا کسی شخصیت کا کسی الہامی کتاب کا ہو یا کسی الہامی تعلیمات کا، اسلام ان سب کی ممانعت کرتا ہے۔ سورۃ الحجرات کی یہ آیت استہزا کا شرعی حکم بیان کرتی ہے

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾[1]

" اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے۔ جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں"

اسی طرح دین کا مذاق اُڑانے کے حوالے سے واضح انداز میں ممانعت آئی ہے

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا﴾[2]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جن لوگوں نے تمہارے دین کو مذاق کا نشانہ اور سامانِ تفریح بنالیا ہے انہیں دوست نہ بناؤ"

---

[1] سورۃ الحجرات:49/11

[2] سورۃ المائدہ:5/57

استہزا اور انکار کا فرق

استہزا کا مفہوم سمجھنے کے بعد ضروری ہے کہ استہزا اور انکار کا بنیادی فرق بھی واضح کیا جائے تاکہ موضوع تحقیق کا واضح انداز میں سمجھا جا سکے

استہزا	انکار
مفہوم: ہنسی، ٹھٹھا، تمسخر، تضحیک، مذاق اڑانا	**مفہوم:** نہ ماننا، منظور نہ کرنا، انحراف، مخالفت
استہزا' باب استفعال سے ہے	انکار' باب افعال سے ہے
استہزائے اسلام کا معنیٰ اسلام کی کسی بھی تعلیمات کا مذاق اُڑانا ہے	انکار اسلام کا مطلب اسلام کی تعلیمات کا انکار ہے
استہزا کرنے والے شخص کو مستہزئیین کہا جاتا ہے	انکار کے فاعل کو منکرین کہا جاتا ہے
اسلام کا استہزا کرنے والا شخص سزا کا مستحق ہے	اسلام کا انکار کرنے والا سزا کا مستحق نہیں ہے
عنوان تحقیق کے مطابق اسلام کے استہزا کی صورتیں اور ان سے متعلقہ سرگرمیاں تحقیق کا مطلوب ہے	اس تحقیق میں اسلام کے منکرین پر تحقیق مقصود نہیں ہے

استہزا، شک اور بلاسفیمی میں فرق

استہزا، شک اور بلاسفیمی کا فرق سمجھنا ضروری ہے

- **شک**

فیروز اللغات میں شک کا مفہوم یوں بیان کی گئی ہے۔" شبہ، گمان احتمال، اشتباہ، ابہام۔ جمع شکوک "[1] پھر شک کی مزید وضاحت کی جائے تو یہ ادراک ہوتا ہے کہ شک کا اظہار کبھی بھی کسی پر بھی کہیں بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس میں کسی تحدید کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ عموماً شک ابتدائی مرحلہ ہوتا ہے جو کہ اپنی انتہا کو پہنچنے کے ساتھ استہزا یا بلاسفیمی کا باعث بنتا ہے۔ شک کی بنیاد پر کوئی قانون سازی نہیں کی جاتی کیونکہ یہ اگر مثبت انداز میں کیا جائے تو یہ جرم متصور نہیں ہو گا

[1] فیروز اللغات، الحاج فیروز الدین، فیروز سنز لاہور، 2010ء، ص844

- **استہزا**

استہزا کا معنیٰ ہنسی، ٹھٹھا، تمسخر، تضحیک، مذاق اڑانا ہے۔ استہزا'مذہب یا مقدس شخصیات کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، کوئی کسی عام فرد کا استہزا بھی کر سکتا ہے، استہزا کے حوالے سے قانون سازی بھی کی جاتی ہے، استہزا کا مفہوم منفی انداز میں ہی لیا جاتا ہے

- **بلاسفیمی**

آکسفورڈ لرنز انگلش ڈکشنری میں بلاسفیمی کو اس طرح بیان کیا گیا ہے

" The action or offence of speaking sacrilegiously about God or sacred things[1]"

"ایسا عمل یا زبان سے کی جانے والی توہین جو خدا یا مذہب سے متعلقہ کسی چیز کے بارے میں ہو"

بلاسفیمی کی اصطلاح خاص ہے خدا یا مذہب سے متعلقہ کسی چیز کے ساتھ اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ عمل شک اور استہزا کی انتہائی صورت کے طور پر سامنے آتا ہے، یہ عمل بھی اپنی نوعیت کے لحاظ سے منفی ہوتا ہے۔ دنیا بھر میں زیادہ تر قوانین بلاسفیمی کے نام سے موجود ہیں جو کہ قانوناً جرم ہے

یہ فرق واضح ہو جانے کے بعد اسلام کے استہزا کی سرگرمیوں کا تجزیہ کرنے میں اور اس سے متعلقہ قوانین کو سمجھنے میں سہولت ہو گی۔

[1] Oxford Advanced Learner's Dictionary, Joanna Turnbull, Margaret Deuter, Jennifer Bradbery, Oxford University Press, 1948, P: 124

فصلِ دوم: استہزائے اسلام کی تاریخ

اسلام کا مذاق اُڑانے کی ریت بہت پرانی ہے، بس وقت اور حالات کے حساب سے اس کی ہیئت اور طریقہ کار میں تبدیلی رونما ہو جاتی ہے، اس فصل میں استہزائے اسلام کی تاریخ 'کو تین مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس میں قبل از عہد نبوی ﷺ، عہد نبوی ﷺ و خلفائے راشدین، بعد از عہد خلفائے راشدین ہیں۔

مبحث اول: استہزائے اسلام قبل از عہد نبوی ﷺ

مبحث اول میں استہزائے اسلام کی اُن صورتوں کا تذکرہ کیا جائے جو عہدِ نبوی ﷺ سے پہلے موجود تھیں

استہزائے اسلام کوئی آج کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس کی تاریخ زمانہ قدیم سے چلی آ رہی ہے، خود رب العالمین نے قرآن میں استہزا کی تاریخ اس طرح بیان کی ہے

﴿وَمَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾[1]

"کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ان کے پاس کوئی رسول آیا ہو اور انہوں نے اس کا مذاق نہ اڑایا ہو"

﴿يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾[2]

"افسوس بندوں کے حال پر، جو رسول بھی ان کے پاس آیا وہ اس کا تمسخر ہی اڑاتے رہے ہیں"

﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾[3]

"مذاق تم سے پہلے بھی رسولوں کا اڑایا گیا ہے مگر ان کا مذاق اڑانے والے اُسی کی لپیٹ میں آ کر رہے جس کا وہ استہزا کیا کرتے تھے"

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امین احسن اصلاحی اپنی تفسیر تدبر القرآن میں لکھتے ہیں

---

[1] سورۃ الحجر: 11/15

[2] سورہ یٰسین: 30/36

[3] سورۃ الانبیاء: 41/21

"یہ آنحضرت ﷺ کی تسلی کے لئے تاریخ کا حوالہ ہے کہ تم سے پہلے اللہ کے جو رسول گزرے ہیں ان کے انذار کا بھی اس طرح مذاق اڑایا گیا جس طرح تمہارے انذار کا مذاق اڑایا جارہا ہے بالآخر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جس عذاب کا مذاق اڑایا گیا اس نے ان لوگوں کو آگھیرا جنہوں نے اس کا مذاق اڑایا۔ مطلب یہ ہے کہ وہی روزِ بد تمہارے ان مذاق اڑانے والوں کے سامنے بھی آنے والا ہے"[1]

مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے آغاز سے ہی جب جب پیغمبرانِ اسلام نے اپنے مشن کو آگے بڑھایا ہمیشہ استہزائے اسلام کے چیلنج سے سامنا کرنا پڑا ہے۔

قرآن میں مذکور حضرت ابراہیم علیہم الصلاۃ والسلام اور نمرود کا واقعہ بھی استہزائے اسلام کو ثابت کرتا ہے کہ جب ابراہیم علیہم الصلاۃ والسلام کے سامنے نمرود نے دعوی کیا کہ میں زندگی اور موت کا اختیار رکھتا ہوں

شبیر احمد عثمانی نے اپنی تفسیر میں اس واقعے کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے

"نظیر اول میں نمرود بادشاہ کا ذکر ہے وہ اپنے آپ کو سلطنت کے غرور سے سجدہ کرواتا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ اس کے سامنے آئے تو سجدہ نہ کیا نمرود نے دریافت کیا تو فرمایا کہ میں اپنے رب کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتا اس نے کہا رب تو میں ہوں، انہوں نے جواب دیا کہ میں حاکم کو رب نہیں کہتا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ نمرود نے دو قیدی منگا کر بے قصور کو مار ڈالا اور قصوروار کو چھوڑ دیا اور کہا کہ دیکھا میں جس کو چاہوں مارتا ہوں جس کو چاہوں نہیں مارتا، اس پر حضرت ابراہیم علیہم الصلاۃ والسلام نے آفتاب کی دلیل پیش فرما کر اس مغرور احمق کو لاجواب کیا اور اس کو ہدایت نہ ہوئی یعنی لاجواب ہو کر بھی ارشاد ابراہیمؑ پر ایمان نہ لایا۔ یا یوں کہو کہ حضرت ابراہیم علیہم الصلاۃ والسلام کی دوسری بات کا کچھ جواب نہ دے سکا حالانکہ جیسا جواب پہلے ارشاد کا دیا تھا ویسا جواب دینے کی یہاں بھی گنجائش تھی"[2]

اس واقعے میں نمرود نے بھرے دربار میں ببانگ دہل اللہ تعالیٰ کے نظامِ حیات اور ممات کا مذاق اڑایا لیکن اللہ نے بھی اپنے نبی کی مدد کی اور ابراہیم علیہم الصلاۃ والسلام نے ایسا مدلل جواب دیا کہ نمرود لاجواب ہو کر رہ گیا۔ ابراہیم علیہم الصلاۃ والسلام اور نمرود کے درمیان اس مباحثے کا قرآن میں تذکرہ بھی دراصل نبی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو تسلی دیتا ہے کہ آپ کے سامنے جو بھی مختلف طریقوں سے ہرزہ سرائی کی جاتی ہے، استہزا اڑایا جاتا ہے یہ مخالفین کی طرف سے کوئی نیا ہتھکنڈا

[1] تدبر القرآن، امین احسن اصلاحی، فاران فاؤنڈیشن لاہور پاکستان، 2009، ص:5/149

[2] تفسیر عثمانی، شبیر احمد عثمانی، دارالاشاعت کراچی، 1936ء، ص:1/219

نہیں ہے بلکہ ہر نبی کے سامنے ایسے مواقع آئے ہیں کہ جس میں انہیں استہزا کا اسامنا کرنا پڑا ہے ، اسی طرح فرعون نے بھی موسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام کا تمسخر اڑاتے ہوئے انہیں مجنوں کا لقب دیا تھا

﴿قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ﴾[1]

"فرعون نے کہا! تمہاری طرف بھیجے ہوئے یہ رسول، بالکل ہی دیوانے دکھائی دیتے ہیں"

پیر کرم شاہ الازہری اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"فرعون ازراہ استخفاف کہنے لگا تمہارا یہ رسول دیوانہ ہے۔ عقل و فہم سے اسے دور کا بھی واسطہ نہیں، میں پوچھتا کچھ ہوں جواب کچھ دیتا ہے"[2]

لیکن ایسے مواقع پر اللہ رب العالمین نے اپنے محبوب بندوں کو تسلی بھی دی ہے

اللہ تعالیٰ نے فرعون کے مقابلے میں موسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام اور ان کے بھائی ہارون علیہم الصلاۃ والسلام کو جو تسلی دی ہے قرآن نے اسے ان الفاظ میں بیان کیا ہے

﴿قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى﴾[3]

"فرمایا "ڈرو مت، میں تمہارے ساتھ ہوں، سب کچھ سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں"

اس مبحث کا خلاصہ یہ ہے کہ عہد نبوی ﷺ سے پہلے بھی دیگر انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے دور میں نہ صرف ان کا استہزا کیا گیا ہے بلکہ انہی کے سامنے خدا کا اور خدا کی بھیجی گئی تعلیمات کا بھی تمسخر اڑایا گیا ہے لیکن اللہ کی تائید و نصرت سے پیغمبرانِ اسلام نے اس فتنے کا احسن انداز میں مقابلہ کیا ہے۔

---

[1] سورۃ الشعراء:27/26

[2] ضیاء القرآن، پیر کرم شاہ الاظہری، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور، 1965ء، ص:3/389

[3] سورہ طہ:46/20

مبحث دوم: استہزائے اسلام عہدِ نبوی و عہد صحابہؓ میں

مبحث دوم عہدِ نبوی و عہدِ صحابہ ؓ میں رونما ہونے والے واقعات پر مشتمل ہو گی جو استہزاء اسلام پر دلالت کرتے ہیں۔

نبی مہرباں ﷺ کے عہد میں بھی استہزائے اسلام کی مختلف صورتیں موجود تھیں، عہد نبوی کی وہ صورتیں جن کا تذکرہ خود قرآن میں آیا ہے ان میں استہزائے خدا بھی ہے۔ مشرکین مکہ نبی ﷺ کی دعوت کے جواب میں خدا کا مذاق بھی اُڑاتے تھے اور ساتھ ہی حیات بعد الموت کے عقیدے کا بھی تمسخر کرتے تھے۔ قرآن میں مشرکین مکہ کی ان عادات کے تذکرے کے ساتھ ساتھ ان کا مدلل جواب بھی دیا ہے

استہزائے خدا اور عقیدہ آخرت

عہد نبوی کا جب مطالعہ کیا جائے تو اس زمانے میں بھی مشرکینِ مکہ کی جانب سے خدا اور آخرت کے حوالے سے استہزا کے واقعات ملتے ہیں

احمد سعید دہلوی[1] کشف الرحمن فی تفسیر القرآن میں لکھتے ہیں

> "بلاشبہ یہ معبودوں کی کاٹ چھانٹ بڑی عجیب بات ہے۔ حضرت ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب سے فرمایا جب چچا نے کہا مکہ والے تمہاری بڑی شکایت کرتے ہیں، اے چچا میں تو صرف ایک کلمہ کہتا ہوں ابو طالب نے لوگوں کو جمع کیا اور کہا محمد ﷺ تو صرف ایک کلمہ کہتا ہے چنانچہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا وہ کلمہ کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔ لا الہ الا اللہ اس پر تمام منکر بگڑ کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کیا ایک معبود اس کی گنجائش رکھتا ہے کہ تمام خلائق کا کام چلا سکے۔ ہم تین سو ساٹھ معبود رکھتے ہیں اور وہ سب مل کر ایک مکہ کا انتظام نہیں کر سکتے تو ایک معبود کو کہتا ہے بھلا وہ تمام دنیا کا کام کیسے چلا سکتا ہے"[2]

اس موقعے پر مشرکین مکہ نے اللہ رب العالمین کا اس طرح استہزا کیا اور اللہ تعالیٰ کا موازنہ اپنے 360 معبودوں سے کرتے ہوئے کہا کہ ایک خدا کس طرح پوری کائنات کا نظام چلا سکتا ہے

مشرکین مکہ نا صرف رب کی قدرت کا مذاق اڑاتے تھے بلکہ حیات بعد الموت پر یقین کرنے کے لیے بھی تیار نہیں تھے اور بہانوں بہانوں سے آخرت کا تمسخر کرتے تھے۔

---

[1] جمعیت علمائے ہند کے صدر، عالم دین، لقب: سحبان الہند، بیس کتابوں کے مصنف، 1888ء میں پیدائش اور 1959ء میں وفات پائی

[2] کشف الرحمن فی تفسیر القرآن، احمد سعید دہلوی، مکتبہ رشیدیہ کراچی، 1962ء، ص: 1/ 260

سیرت ابن ہشام میں ابیَ ابن خلف کے حوالے سے آیا ہے

"ابیَ ابن خلف نبی ﷺ کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی جو چورا چور ہو گئی تھی لے گیا اور کہا اے محمد ﷺ کیا تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہڈی کے گل سڑ جانے کے بعد اس کو اٹھائے گا؟ پھر اس نے اس کو چورا چورا کر کے ہوا میں رسول اللہ ﷺ کی طرف پھونک دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" ہاں میں یہی بات تو کہہ رہا ہوں کہ اللہ اس ہڈی کو بھی اور تم کو بھی تم دونوں کے ایسی حالت میں ہو جانے کے بعد اٹھائے گا، پھر تجھے اللہ آگ میں ڈال دے گا"[1]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ مشرکین کس طرح سے اللہ کی قدرت اور آخرت کا مذاق اُڑایا کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور ان کے صحابہ ؓ کا حوصلہ بڑھانے کے لیے قرآن میں عقیدہ آخرت کو مدلل انداز میں ثابت کیا ہے۔

استہزائے قرآن

عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن کا استہزا کس طرح اور کن صورتوں میں کیا جاتا تھا وہ مندرجہ ذیل ہیں

اس کی ایک صورت تو یہ تھی کہ مشرکین مکہ قرآن کو وحی الٰہی ہی تصور نہیں کرتے تھے بلکہ قرآن کو انسانی کلام سمجھتے تھے اور یہ الزام لگاتے تھے کہ قرآن کو نبی ﷺ نے خود ہی تصنیف کیا ہے۔

استہزا کی اسی صورت کی ایک مثال سورۃ الفرقان کی اس آیت میں ملتی ہے

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾[2]

"جن لوگوں نے نبی کی بات ماننے سے انکار کر دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ فرقان ایک من گھڑت چیز ہے جسے اس شخص نے آپ ہی گھڑ لیا ہے اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس کام میں اس کی اعانت کی ہے۔ یہ بڑا ظلم اور جھوٹ ہے، یہ کہتے ہیں یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں جنہیں یہ شخص نقل کراتا ہے اور وہ اسے صبح و شام سنائی جاتی ہیں"

سورۃ الفرقان کی اس آیت میں قرآن کا اس طرح مذاق اڑاتے ہیں کہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں، امرء القیس کے اشعار ہیں، اِدھر اُدھر سے جمع کی ہوئی چیزیں ہیں اور ہمیں لا کر دکھا رہے ہیں کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اس پر ایمان لاؤ

---

[1] سیرت النبی ﷺ ابن ہشام، محمد اسحاق بن یسار، ابو محمد عبد الملک بن ہشام، مترجم: قطب الدین محمودی، اسلامی کتب خانہ لاہور، 1990ء، ص:1/149

[2] سورۃ الفرقان:25/4،5

استہزائے قرآن کی ایک صورت یہ تھی کہ جب ان کے سامنے کوئی آیت سنائی جاتی تو اسے توجہ سے سننے کے بجائے مذاق اُڑاتے اور اپنے کھیل کود میں پڑے رہتے۔ قرآن اس حوالے سے بیان کرتا ہے

﴿مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ﴾[1]

"جو نصیحت ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس آتی ہے اس کو سنتے ہیں اور کھیل میں مشغول رہتے ہیں"

مفتی شفیع عثمانی اس آیت کی تفسیر اس طرح بیان کرتے ہیں

"یہ ان کے حال کا مزید بیان ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن کی کوئی نئی آیت آتی اور پڑھی جاتی ہے تو وہ اس کو اس حالت میں سنتے ہیں کہ کھیل اور ہنسی مذاق کرتے ہیں اور ان کے دل اللہ سے اور آخرت سے بالکل غافل ہوتے ہیں، اس کی یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ قرآن کی آیات سننے کے وقت یہ اپنے کھیل اور شغل میں اسی طرح لگے رہتے ہیں قرآن کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ خود آیات قرآن ہی سے کھیل اور ہنسی مذاق کا معاملہ کرنے لگتے ہیں"[2]

یہاں تک استہزائے قرآن کی وہ صورتیں بیان ہوئی ہیں جو مکی دور میں موجود تھیں، مدنی دور میں استہزائے قرآن کے حوالے سے صورتیں درج ذیل ہیں

﴿يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِئُوا إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَا تَحْذَرُونَ﴾[3]

"یہ منافق ڈر رہے ہیں کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو ان کے دلوں کے بھید کھول کر رکھ دے۔ اے نبی ﷺ! ان سے کہہ دیجیے کہ اور استہزا کرو، بیشک اللہ اس چیز کو کھول دینے والا ہے جس کے کھلنے سے تم ڈرتے ہو"

ابو الحسن علی بن احمد الواحدی اپنی کتاب اسباب نزول القرآن میں اس آیت کے حوالے سے رقم طراز ہیں

"سدی کہتے ہیں کہ کسی منافق نے کہا اللہ کی قسم میں یہ بات پسند کرتا ہوں کہ میں آؤں اور مجھے سو کوڑے لگائے جائیں لیکن ہمارے بارے میں کوئی ایسی چیز نازل نہ ہو جو ہمیں رسوا کر دے تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی"

مجاہد کہتے ہیں کہ "وہ آپس میں گفتگو کر لیتے اور پھر کہتے کاش کہ اللہ ہمارے بھید کو فاش نہ کرے"[4]

---

[1] سورۃ الانبیاء: 2/21

[2] معارف القرآن، مفتی شفیع عثمانی، مکتبہ معارف القرآن کراچی، 1969ء، ص: 170/6

[3] سورۃ التوبہ: 64/9

[4] اسباب نزول القرآن، ابو الحسن علی بن احمد الواحدی، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، 1991ء، ص 255

یہ کچھ منافقین کا طرز عمل تھا کہ استہزا بھی کرتے تھے اور خوف زدہ بھی تھے کہ کہیں ان کا بھید نہ کھل جائے۔

استہزائے رسول ﷺ

استہزائے اسلام کی ایک صورت استہزائے رسول ﷺ بھی ہے۔ نبی مہرباں ﷺ نے جب اپنی دعوت کا آغاز کیا تو مشرکین مکہ کا بھی وہی رد عمل تھا جو پہلے انبیاءؑ کے ساتھ ان کی قوم کا رہا ہے۔ اہل مکہ نے بھی نا صرف دعوت قبول کرنے سے انکار کیا بلکہ مختلف طریقوں سے نبی ﷺ کے مقابلے کی تدابیر شروع کر دیں اور استہزا کے ہر ممکنہ طریقوں کو استعمال کیا۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری نے "الرحیق المختوم" میں اس محاذ آرائی کو چار مختلف صورتوں میں بیان کیا ہے، اس میں سے پہلی صورت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

> "جب قریش نے دیکھا کہ محمد ﷺ کو تبلیغ دین سے روکنے کی حکمت کارگر نہیں ہو رہی تو ایک بار پھر انہوں نے غور وخوض کیا اور آپ ﷺ کی دعوت کا قلع قمع کرنے کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے، ہنسی، ٹھٹھا، تحقیر، سزا اور تکذیب اس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو بد دل کر کے ان کے حوصلے توڑ دیے جائیں۔ اس کے لیے مشرکین نے نبی ﷺ کو ناروا تہمتوں اور بیہودہ گالیوں کا نشانہ بنایا۔ چناچہ وہ کبھی آپ ﷺ کو پاگل کہتے اور کبھی آپ ﷺ پر جادوگر اور جھوٹے ہونے کا الزام لگاتے"[1]

مشرکینِ مکہ اسی طرح مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ دعوت کی راہ میں روڑے اٹکانے کے لیے طرح طرح سے الزامات عائد کرتے تھے، سورہ قلم میں اس کو یوں بیان کیا گیا ہے

﴿وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ﴾[2]

"اور جب یہ کافر قرآن سنتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ اپنی تیز نگاہی سے آپ کو پھسلا دیں گے اور یوں کہتے ہیں کہ بیشک یہ شخص دیوانہ ہے"

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے بغوی کا یہ قول نقل کرتے ہیں

> "کافروں نے رسول ﷺ کو نظر لگانی چاہی اور قریشیوں کی ایک جماعت نے آپ کی طرف دیکھ کر کہا ہم نے تو نہ ایسا شخص دیکھا، نہ ایسی پختہ دلیلیں سنیں۔ منقول ہے کہ قبیلۂ بنی اسد کی نظر کی یہ کیفیت

---

[1] الرحیق المختوم، صفی الرحمٰن مبارکپوری، المکتبۃ السلفیہ لاہور، 1995ء، ص118

[2] سورہ القلم: 51/68

تھی کہ اگر ان میں سے کسی کے سامنے کوئی موٹی اونٹنی یا گائے گزر جاتی اور وہ اس کو دیکھ کر باندی سے کہتا: اری جاریہ! ذرا ٹوکری اور درہم لے کر جانا اور اس کا گوشت لے آنا تو وہ جانور اسی جگہ گر کر فوراً مر جاتا تھا"

کلبی نے بیان کیا ہے کہ

" عرب میں ایک آدمی تھا، جب دو تین روز تک بھوکا رہ کر اپنے خیمہ میں لوٹ کر آتا اور ادھر سے اونٹ یا بکریاں گزرتیں اور وہ کہہ دیتا کہ آج ان سے خوبصورت ہم نے اونٹ اور بکریاں نہیں دیکھیں تو وہ کچھ ہی دور جانے پاتے تھے کہ ان میں سے چند (جانور) گر (کر مر) جاتے تھے۔ کافروں نے اس شخص سے درخواست کی کہ نبی ﷺ کو نظر لگا دے لیکن اللہ نے اپنے پیغمبر ﷺ کی حفاظت فرمائی اور مذکورہ آیت کا نزول ہوا"[1]

اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دشمنانِ رسول کھلم کھلا نبی ﷺ کا استہزا کرتے تھے اور مجنون اور دیوانے جیسے القابات سے نوازتے تھے

تاریخ ابن کثیر میں تمسخر کے سرغنہ کے عنوان سے لکھا ہے کہ ابن اسحاق کہتے ہیں

"یزید بن رومان کے واسطے سے عروہ بن زبیر سے معلوم ہوا کہ مذاق کرنے والوں کے سرغنہ مکہ کے پانچ رئیس تھے، ابوزمعہ اسود بن مطلب پر آپ نے بددعا فرمائی الٰہی! اسے اندھا کر دے، نیز اسود بن یغوث، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل اور حارث بن طلاطل پر بھی بددعا فرمائی"[2]

استہزا کے اس عمل میں مکہ کے رؤوساء بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے یہی وجہ تھی کہ مکہ کے عام افراد بھی ان کی تقلید میں مذاق اُڑایا کرتے تھے۔

سورۃ الحجر کی مندرجہ ذیل آیت دراصل استہزائے اسلام کی سرگرمیاں سرانجام دینے والوں کو دھمکی بھی ہے اور پیغمبر اسلام کے لیے اللہ کی طرف سے اس طرح کی آزمائش کے موقع پر تائید و نصرت بھی ثابت کرتی ہے

﴿اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ﴾[3]

"بیشک ہم ان مذاق اڑانے والوں کے لیے کافی ہیں"

---

[1] تفسیر مظہری، قاضی محمد ثناء اللہ، دار الاشاعت اردو بازار کراچی، 1999ء، ص: 10/45

[2] تاریخ ابن کثیر، حافظ عماد الدین ابن کثیر، دار الاشاعت کراچی، 1988ء، ص: 2/145

[3] سورۃ الحجر: 15/95

اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے علامہ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب "لباب النقول فی اسباب النزول" میں لکھتے ہیں

"مر النبي صلى الله عليه وسلم على أناس بمكة فجعلوا يغمزون في قفاه ويقولون هذا الذي يزعم أنه نبي ومعه جبريل فغمز جبريل بإصبعه فوقع مثل الظفر في أجسادهم فصارت قروحا حتى نتنوا فلم يستطع أحد أن يدنو منهم فأنزل الله إنا كفيناك المستهزئين"[1]

"نبی کریم ﷺ مکہ میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے تو انہوں نے آپ کے پیچھے اشارے کرنا شروع کر دیے اور یہ کہنے لگے کہ یہی وہ شخص ہے جو کہتا ہے کہ میں نبی ہوں اور میرے ساتھ جبرائیل ہے، حضرت جبرائیل علیہم الصلاۃ والسلام نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا تو وہ ان کے جسم میں ناخن کی طرح چبھی اور سب کے جسم میں زخم بن گیا یہاں تک کہ ان سے سخت بدبو آنے لگی اور کوئی ان کے قریب نہیں آتا تھا۔ ان کے بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔﴿اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ﴾"

یہ آیت نہ صرف اس وقت نبی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے لیے تسلی کا سبب بنی بلکہ آج بھی اہل ایمان کے لیے اطمینان اور حوصلے کا باعث بنتی ہے

نبی ﷺ کے استہزا کے حوالے سے مشرکین مکہ کی طرف سے جو کوششیں کی گئی تھیں انہیں یہاں بیان کیا گیا ہے، مدینہ میں اس حوالے سے جو سرگرمیاں سامنے آئی ہیں وہ درج ذیل ہیں

استہزائے رسول ﷺ مدنی دور میں

غزوہ تبوک نبی ﷺ کی زندگی کے سخت ترین غزوات میں سے ایک تھا کیونکہ اس غزوے کے وقت سخت گرمی، فصل پکنے کو تیار، مال و اسباب کی قلت اور وقت کی سپر پاور روم سے مقابلہ تھا، اسی لیے اس غزوہ کو جیش العسرۃ (تنگ دستی کا لشکر) بھی کہتے ہیں، اس غزوہ کے لیے حضور ﷺ ہجرت کے نویں سال روانہ ہوئے۔ تیس ہزار صحابیؓ اس غزوہ میں شریک تھے، ان مخصوص حالات میں غزوہ میں شرکت سے گریز کرنے کے لیے منافقین نے طرح طرح سے مسلمانوں کا مذاق اڑایا جس کی وجہ سے ان کا اصلی چہرہ سامنے آ گیا تھا،

واقدی نے اس حوالے سے نقل کیا ہے

---

[1] لباب النقول في أسباب النزول، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي، دار الكتب العلمية بيروت – لبنان، 1967ء، ص: 119

"اسی غزوہ میں آپ ﷺ کے سامنے اور ساتھ کچھ منافق لوگ بھی تھے وہ کہہ رہے تھے کہ کیا یہ شخص یعنی نبی کریم یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ شام کے محلات اور قلعے فتح کرلے گا یہ کہاں اور یہ کام کہاں اللہ نے اپنے نبی کو اس کی اطلاع دے دی نبی ﷺ نے قافلہ رکوایا، آپ ﷺ ان لوگوں کے پاس آئے اور آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم نے یہ باتیں کی ہیں تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ہم تو ٹھٹھا کرتے تھے "[1]

سے اندازہ ہوتا ہے کہ استہزائے رسول ﷺ اور قرآن اتنا حساس معاملہ ہے کہ مذاق میں بھی اس حوالے سے گفتگو کرنے کی سختی سے ممانعت ہے

استہزائے رسول ﷺ کے حوالے سے مدنی زندگی میں بڑا نام کعب بن اشرف کا موجود ہے جو اپنی شاعری کے ذریعے نبی ﷺ کی ہجو میں پیش پیش رہتا تھا، صحابیات ؓ کا بھی استہزا کرتا تھا اور ساتھ ہی اپنے اشعار میں کفار قریش کو رسول کریم ﷺ کے خلاف بھڑکایا کرتا تھا اور بالآخر اس کی موت کا سبب بھی اس کی یہی عادت بنی۔ امام ابن تیمیہ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول میں کعب بن اشرف کے حوالے سے تفصیل سے بحث کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ

"فلما بلغ النبي صلى الله عليه وسلم قدوم ابن الأشرف قال: "اللهم اكفني ابن الأشرف بما شئت في إعلانه الشر وقوله الأشعار" وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " من لي من ابن الأشرف فقد آذاني؟ " فقال محمد بن مسلمة: أنا يا رسول الله وأنا أقتله قال: فافعل"[2]

"جب رسول کریم ﷺ کو اس کی مدینہ آمد کا پتہ چلا تو فرمایا "اے اللہ مجھے کعب بن اشرف سے بچا، اس نے شر کا اعلان کیا ہے اور میری ہجو کہی ہے "رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کون مجھے کعب بن اشرف سے نجات دلائے گا؟ اس نے مجھے بہت ستایا ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا یا رسول اللہ! میں اسے قتل کروں گا۔ فرمایا تو ایسا کرو"

تاریخ بتاتی ہے کہ کس طرح ابو نائلہ رضی اللہ عنہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے مل کر کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے حوالے سے منصوبہ بندی کی اور رات کے اندھیرے میں اسے اس کے محفوظ قلعے سے بہانے سے بلوا کر قتل کر دیا اور نبی ﷺ نے اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ یہ واقعہ گستاخ رسول ﷺ کی سزا کے حوالے سے دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور گستاخ رسول ﷺ کو واجب القتل ثابت کرتا ہے۔

---

[1] اسباب نزول القرآن، ص255

[2] الصارم المسلول على شاتم الرسول، تقي الدين أبو العباس ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي، تح:محمد محي الدين، الحرس الوطني السعودي، المملكة العربية السعودية، 1976ء، ص 80

اسی طرح ابن خطل اور اس کی لونڈی قریبہ کا ذکر بھی ملتا ہے کہ وہ نبی ﷺ کی ہجو اپنے اشعار میں کرتی تھی چناچہ یہ دونوں بھی فتح مکہ کے موقع پر نبی ﷺ کے حکم پر اپنے انجام کو پہنچے۔ سیرت ابن ہشام میں اس واقعے کو اس طرح بیان کیا گیا ہے

"ایک شخص عبد اللہ بن خطل اپنی لونڈیوں سے حضور کی ہجو کے اشعار گوایا کرتا تھا حضور ﷺ نے اس کو اور دونوں لونڈیوں کے قتل کا حکم فرمایا"[1]

استہزائے رسول ﷺ عہد خلافت راشدہ میں

اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں استہزائے رسول ﷺ کا ایک واقعہ پیش آیا تو آپ کا رد عمل تاریخ طبری میں اس طرح بیان ہوا ہے

"مہاجر (حاکم یمن) کے سامنے دو گانے والی عورتوں کے مقدمات پیش ہوئے ، ایک نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گالیوں کے اشعار گائے تھے، مہاجر نے اس کی سزا میں اس کا ایک ہاتھ کٹوا دیا اور سامنے کے دو دانت تڑوا دیے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے مہاجر کو لکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گالیوں کے اشعار گانے بجانے والی خاتون کو جو سزا تم نے دی ہے مجھے اس کا حال معلوم ہوا، پہلے علم ہو تا تو میں تمہیں اس کو قتل کرنے کا حکم دیتا کیونکہ حد انبیاءؑ عام لوگوں کے حدود کی مثل نہیں ہے"[2]

اس واقعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی استہزاء رسول ﷺ کی شرارتیں ہوا کرتی تھیں جس کے حوالے سے آپ رضی اللہ عنہ کی رائے بھی واجب القتل کی تھی

اسی طرح ایک واقعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی پیش آیا تھا جسے امام ابن تیمیہ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں

---

[1] سیرت النبی ﷺ ابن ہشام، ص:3/149

[2] تاریخ طبری اردو ترجمہ تاریخ الامم والملوک، علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری، مترجم سید محمد ابراہیم ایم اے ندوی، دارالاشاعت اردو بازار کراچی، 2003ء، ص2/552

"مجاہد سے روایت ہے کہ ایک آدمی لایا گیا جس نے رسول کریم ﷺ کو گالیاں دی تھیں، انہوں نے اسے قتل کر دیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جو شخص اللہ یا کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کر دو"[1]

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ

"ان کے پاس سے ایک راہب گزرا، اس کے بارے میں کہا گیا کہ یہ رسول کریم ﷺ کو گالیاں دیتا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں سن لیتا تو اسے قتل کر دیتا، ہم نے ان کو اس لیے ذمی نہیں بنایا کہ ہمارے نبی ﷺ کو گالیاں دیں"[2]

امام ابن تیمیہ نے بھی ان دونوں واقعات کو بیان کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ گستاخ رسول ﷺ کی سزا ہر دور میں قتل ہی رہی ہے خود نبی ﷺ کے دور میں بھی اور خلفائے راشدین کے عہد میں بھی گستاخ رسول ﷺ کی سزا کے حوالے سے یہی رائے مستحکم رہی ہے

استہزائے صحابہؓ عہد نبوی میں

نبی مہرباں ﷺ کی دعوت پر جب صحابہ کرامؓ نے لبیک کہا اور ایمان لے کر آئے تو جہاں نبی ﷺ کو مزاحمت اور استہزا کا سامنا تھا وہیں صحابہ کرامؓ کا بھی تمسخر اڑایا گیا

سورۃ المطففین میں کفار کی کچھ عادات بیان ہوئی ہیں جو کہ کسی بھی مہذب معاشرے میں غیر اخلاقی تصور کی جاتی ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَى أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَؤُلَاءِ لَضَالُّونَ﴾[3]

"مجرم لوگ دنیا میں ایمان لانے والوں کی تضحیک کرتے تھے، جب ان کے پاس سے گزرتے تو آنکھیں مار کر شارے کرتے تھے، جب واپس اپنے گھروں کو جاتے تو مزے لیتے ہوئے جاتے تھے، اور انہیں دیکھ کر کہتے کہ یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں"

---

[1] الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ص:274

[2] ایضاً، ص:276

[3] سورہ المطففین:83/30

امام قرطبی اپنی تفسیر میں اس آیت کے حوالے سے اس طرح رقم طراز ہیں

> "کفار دنیا میں مومنوں کے ساتھ جو مذاق کیا کرتے تھے اس کا ذکر ہے، مراد قریش کے مشرک روسا ہیں، کچھ لوگوں نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ اس سے مراد ولیدہ بن مغیرہ، عقبہ بن ابی معیط، عاص بن وائل، اسود بن عبد یغوث، عاص بن ہشام، ابو جہل اور نضر بن حارث ہے، یہی لوگ نبی کے صحابہ ؓ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ ، حضرت خباب رضی اللہ عنہ ، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا مذاق اڑایا کرتے تھے، جب وہ نبی ﷺ کے پاس آنے کے لیے ان کے پاس سے گزرتے وہ ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارہ کیا کرتے تھے ایک قول یہ کہا گیا ہے وہ اسلام کی وجہ سے انہیں عار دلاتے اور ان پر عیب لگاتے "[1]

مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان صحابہ کرام ؓ کا مذاق اڑانا کفار کے لیے ایک معمول کی بات تھی اور بالعموم اس زیادتی کا شکار کمزور اور غریب صحابہ کرام ؓ ہوا کرتے تھے اور اس شرارت کے مرتکب بھی اہل ثروت مشرکین ہوا کرتے تھے کیونکہ ان دونوں کے درمیان ایک واضح طبقاتی فرق موجود تھا۔ سورۃ المطففین کی اس آیت میں کفار کے استہزا کے طریقے بھی بیان کیے گئے ہیں کہ ایک دوسرے کو آنکھیں مار کر اشارے کیا کرتے تھے اور اسی خوشی کی حالت میں اپنے گھروں کو لوٹتے تھے اور مسلمان صحابہ ؓ کو دیکھ کر یہ تبصرہ کرتے تھے کہ یہی وہ بھکے ہوئے لوگ ہیں جو اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر ایک جادوگر کی باتوں میں آکر اس پر ایمان لے آئے ہیں۔
مشرکین مکہ کے رؤوساء اپنے دولتمند ہونے پر غرور و تکبر کی جس کیفیت میں مبتلا تھے اس کو پیر کرم شاہ الازہری اپنی تفسیر میں اس طرح بیان کرتے ہیں

> "ابتدا میں حضور کریم ﷺ پر ایمان لانے والوں میں غریبوں اور فقیروں کی کثرت تھی۔ دولت مند کفار دل میں یہ سوچنے لگے کہ اگر اسلام واقعی کوئی نعمت عظمیٰ ہے تو کیا اس کے لئے نظر انتخاب انہیں بدحالوں اور فاقہ مستوں پر ہی پڑی۔ کیا ہم موجود نہ تھے۔ شکل وصورت، حسب ونسب، مال وجاہ غرض یہ کہ ہم ہر لحاظ سے ان لوگوں سے بہتر تھے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ یہ شرف ہمیں بخشا جاتا۔ اس لئے یہ کوئی شرف کی چیز نہیں ورنہ ان ناداروں کو عطانہ کی جاتی "[2]

---

[1] الجامع لاحکام القرآن تفسیر قرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، 1964ء، ص:24/128

[2] ضیاء القرآن، ص:1/560

صحابہ کرامؓ کی ہر کمزوری کا مذاق اڑانا مشرکین مکہ کا شیوہ رہا ہے لیکن اس سب کے باوجود صحابہ کرامؓ ہر طرح کے تمسخر کو برداشت کرتے ہوئے اسلام کی دعوت پھیلانے کا فریضہ سر انجام دیتے رہے

استہزائے دین

خاص دین کے حوالے سے استہزا کے بارے میں بھی قرآن میں ذکر ہوا ہے کہ ایسے افراد کو اپنا دوست نہ بناؤ جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق بنالیا ہے

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا ﴾[1]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جن لوگوں نے تمہارے دین کو مذاق کا نشانہ اور سامانِ تفریح بنالیا ہے انہیں دوست نہ بناؤ"

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ابو البرکات نسفی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں

"وروي أن رفاعة بن زيد وسويد بن الحرث قد أظهرا الإسلام ثم نافقا وكان رجال من المسلمين يوادونهما فنزل {يا أيها الذين آمنوا لاَ تَتَّخِذُواْ الذين اتخذوا دِينَكُمْ هُزُواً وَلَعِباً} يعني اتخاذهم دينكم هزواً ولعباً لا يصح أن يقابل باتخاذكم إياهم أولياء بل يقابل ذلك بالبغضاء والمنابذة"[2]

"روایت میں ہے کہ رفاعہ بن یزید اور سوید بن الحارث نے کھلے طور پر اسلام قبول کیا، پھر منافقت اختیار کی، بعض مسلمانوں کی ان سے دوستی تھی تو یہ آیت اتری، یعنی وہ تمہارے دین کا مذاق اڑاتے ہیں اور تماشہ بناتے ہیں اور تم ان سے دوستی اختیار کرتے ہو یہ کہاں تک درست ہے وہ تو اس قابل ہیں کہ ان کا سامنا بغض اور علیحدگی سے کیا جائے"

مندرجہ بالا آیت میں اہل ایمان کو واضح ہدایت کی گئی ہے کہ تمہارا ان حضرات سے کیا رویہ ہونا چاہیے جو استہزائے دین جیسے گناہ کا ارتکاب کرتے ہوں، ان سے دوستی تو بعید از قیاس ہے لیکن ان سے رویہ بھی ایسا ہی ہونا چاہیے کہ جس میں اس بات کا اظہار ہو کہ ان کے استہزا کی وجہ سے وہ اس رویہ کے مستحق ہیں۔

اس مبحث کا خلاصہ یہ ہے کہ عہد نبوی ﷺ اور عہد صحابہؓ میں استہزائے اسلام کی تمام صورتیں موجود تھیں اور دشمنانِ اسلام نے اسلام کا مذاق اڑانے کے لیے تمام ممکنہ ذرائع کا استعمال کیا لیکن اس سب کے باوجود بھی اللہ کی تائید کی وجہ سے نبی ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے استہزا کی تمام کوششوں کا مقابلہ کیا۔

---

[1] سورۃ المائدہ:5/57

[2] تفسير النسفي (مدارك التنزيل وحقائق التأويل)، أبو البركات عبد الله بن أحمد النسفي، تح: يوسف علي بديوي، دار الكلم الطيب، بيروت، 1419هـ، ص: 1/ 456

مبحث سوم: استہزائے اسلام بعد از عہد صحابہ ؓ

استہزائے اسلام کا یہ سلسلہ عہدِ صحابہ ؓ کے بعد بھی جاری رہا جو کہ آج تک تسلسل کے ساتھ جاری ہے، مبحثِ سوم میں عہدِ صحابہ ؓ کے بعد استہزاءِ اسلام کی جو صورتیں سامنے آئی ہیں اُن پر گفتگو کی جائے گی۔

اس عہد میں استہزائے خدا کے ضمن میں جو کوششیں ہوئی ہیں وہ درج ذیل ہیں

استہزائے خدا:

قاضی ابو الفضل[1] نے اپنی کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفی میں ایک شاعر کا ذکر کیا ہے جو خدا اور نبی ﷺ کے ساتھ ساتھ دیگر انبیائے کرام ؑ کا بھی تمسخر اڑایا کرتا تھا

" وأفتى فُقَهَاء القيرَوَان وَأَصْحَاب سُحْنُون بِقَتْل إبْرَاهِيم الفَزَارِيّ وَكَان شاعِرًا مُتَفَنِّنًا فِي كثير مِن العُلُوم وَكَان مِمَّن يَحْضُر مَجْلِس الْقَاضِي أَبِي الْعَبَّاس بن طَالِب لِلْمُنَاظَرَة فَرُفِعَت عَلَيْه أُمُور مُنْكَرَة من هَذَا الْبَاب فِي الاسْتِهْزَاء بالله وَأَنْبِيَائِه وَنَبِيِّنَا صَلَّى الله عَلَيْه وَسَلَّم فأحْضَر لَه الْقَاضِي يَحْيَى بن عُمَر وَغَيْرُه مِن الفُقَهَاء وَأَمَر بِقَتْلِه وَصَلْبِه فطُعِن بالسَّكّين وَصُلِب مُنَكّسًا ثُمّ أُنْزِل وَأُحْرِق بالنَّار "[2]

"ابراہیم فرازی ماہر علوم اور اپنے زمانے کا مشہور شاعر تھا۔ وہ قاضی ابو العباس بن طالب کی علمی مجلس میں شریک ہوا کرتا تھا۔ جب اس کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ وہ خدا تعالی، انبیاء کرام علیہم السلام اور خاتم النبیین ﷺ کی بارگاہ میں گستاخیاں کرتا ہے اور استخفاف اور استہزا کے کلمات ادا کرتا ہے تو قاضی بن عمر اور دیگر فقہاء نے اس کو عدالت میں طلب کیا اور اس کی کوتاہیوں کے ثبوت کے بعد اس کے قتل اور پھانسی کا حکم دیا۔ چنانچہ پہلے اس کے پیٹ میں چھری ماری گئی اور اس کے بعد اس کو اٹھا کر سولی پر لٹکایا گیا۔ بعد میں اس کی نعش سولی سے اتار کر جلا دی گئی"

اس طرح کے شاعر بالقصد اسلام اور اس سے متعلقہ عقائد اور محترم شخصیات کا مذاق اُڑاتے رہے ہیں اور ایک اسلامی ریاست میں ایسے مجرمین کی سزا موت ہی ہوتی ہے

---

[1] مراکش کے ایک مشہور ادیب، مؤرخ، محدث اور فقہ مالکی کے فقیہہ 15 شعبان 476ھ بمطابق 28 دسمبر 1083ء کو پیدا ہوئے، قاضی عیاض نے مختلف علوم پر بیس کے قریب کتب تالیف کیں، 10 جمادی الثانی 544ھ بمطابق 14 اکتوبر 1149ء مراکش میں وفات ہوئی۔

[2] الشفا بتعریف حقوق المصطفی، قاضی ابو الفضل عیاض الیحصبی، دار الکتب بیروت لبنان، 1919ء، ص: 2/218

ہندوستان کی تحریک " آریہ سماج "کا باقاعدہ آغاز کاٹھیاوار [1] کے قصبے ٹنکارا کے ایک برہمن "مول شنکر" نے کیا۔ بعد ازں جس کی شہرت سوامی دیانند سرسوتی سے ہوئی۔ 1875ء میں اس کی بنیاد رکھی گئی تھی اور شروع میں اس تحریک کا مقصد ہندو معاشرے کی اصلاح تھا لیکن بعد ازاں یہی تحریک محض دیگر مذاہب کے استہزا کا سامان بن کر رہ گئی سوامی دیانند سرسوتی کی اس تحریک کو کو زیادہ عروج پنجاب، بالخصوص لاہور میں ملا۔"سیتارتھ پرکاش" جریدے کا اجرا دیانند سرسوتی نے 1875ء میں خود کر دیا تھا اور ہندوؤں کے علاوہ دیگر مذاہب کے استہزا کے لیے اس جریدے کی صورت میں عوام کو بہترین پلیٹ فارم مہیا کیا۔ سوامی جی ''سیتارتھ پرکاش "میں جہاں اسلام کی دیگر چیزوں کا استہزا کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں وہیں خدا کے حوالے سے بھی نازیبا زبان استعمال کرتے ہیں

سورۃ البقرہ کی مندرجہ ذیل آیت کے تناظر میں خدا کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھتے ہیں

﴿قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا﴾[2]

" فرمایا: "اچھا، تو چار پرندے لے اور ان کو اپنے سے مانوس کر لے۔ پھر ان کا ایک ایک جز ایک ایک پہاڑ پر رکھ دے۔ پھر ان کو پکار، وہ تیرے پاس دوڑے چلے آئیں گے "

> "واہ واہ دد یکھو جی مسلمانوں کا خدا شعبدہ بازوں کی طرح کھیل رہا ہے۔ کیا ایسی ہی باتوں سے خدا کی خدائی ظاہر ہوتی ہے؟ عقلمند لوگ ایسے خدا کو خیر باد کہہ کر کنارہ کشی کریں گے اور جاہل لوگ پھنسیں گے اس سے بھلائی کے عوض برائی اس کے پلے پڑے گی"[3]

سوامی جی کی اس احمقانہ زبان درازی کا جواب سید محمد نعیم الدین مراد آبادی[4] نے اپنی کتاب "احقاق حق "میں اس طرح دیا ہے

> "اس سفاہت و نادانی کی کیا نہایت ہے کہ قدرت الٰہی کی آیات 'جو معرفت کا اعلیٰ ذریعہ ہیں، ان کو پنڈت نے شعبدہ بازی اور کھیل کہہ دیا۔ معاذ اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ خدا شناس ہی خدا کی قدرت

---

[1] کاٹھیاواڑ مغربی بھارت کا ایک جزیرہ نما ہے جو ریاست گجرات کا حصہ ہے۔ اس کے شمال میں رن کچھ کا وسیع آبی علاقہ ہے اور مغرب اور جنوب میں بحیرہ عرب واقع ہے۔ جزیرہ نما کے جنوب مشرق اور مشرق میں خلیج کھمبے میں واقع ہے

[2] سورۃ البقرہ:2/260

[3] سیتارتھ پرکاش، سوامی دیانند سرسوتی، مترجم پیٹر آرام، اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنجاب 15، لاہور 1899ء، باب 14، ص 687

[4] ممتاز عالم دین جن کا تاریخی نام 'غلام مصطفےٰ' تھا، 21 صفر المظفر 1300ھ، میں پیدا ہوئے، مولانا ابو الکلام آزاد کے معاصر اور دو درجن کتابوں کے مصنف تھے، 18 ذوالحجہ 1367ھ میں وفات ہوئی

جان سکتا ہے جو بصیرت کی روشنی سے محروم ہو، وہ برگشتہ نخت کب یہ سعادت پا سکتا ہے۔ دشمن عقل پنڈت کے نزدیک آفتاب و ماہتاب کواکب کے تمام نظام ان کی لرزشیں لیل و نہار کے تعاقب و ادوار فصول کے تبدل اور ان کی تاثیرات عالم جمادات کے عجائب اور عالم نباتات کی حیرت انگیز حالتیں اشخاص کا گونہ گوں حالت میں تبدیل ہونا اور ہر حالت پر جداگانہ احکام کا مرتب ہونا اور خود پنڈت کا اپنا وجود اس کا کبھی شیر خوار بچہ ہو تا کہ دانت بھی پیدا نہ ہوئے ہوں، کبھی قریب بلوغ حالت میں شوخ وشنگ بھاگے بھاگے پھرنا، کبھی طالب علموں کی قطار میں کتاب بغل دبائے چلنا، کبھی جوان توانا ہونا، کبھی ضعیف القوت بوڑھا ہونا، یہ سب حالتیں کیا پنڈت نے خود پیدا کی ہیں یا اس کے ماں باپ نے؟ اس کا وجود کسی متصرف کے دست تصرف میں انقلاب کے دھکے کھا رہا ہے اور کون اپنی تاثیرات قدرت کی رنگا رنگی دکھا رہا ہے۔ پنڈت ان تمام تصرفات کو اپنے سلیقہ و تمیز سے شعبدہ و بازی گری کہے گا"[1]

سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے نہ صرف سوامی جی کی اس گستاخی کا جواب دیا ہے بلکہ "احقاق حق" لکھنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ اس میں ان سارے اعتراضات کے جواب دیے جائیں، اسی لیے اس کتاب کا مکمل نام کچھ اس طرح ہے "احقاق حق قرآن کریم پر ستھیارتھ پرکاش کے اعتراضات کا جواب، آریہ دھرم ہندو مت اور آواگن (تناسخ) کے فلسفیانہ اوہام کا محققانہ بطلان"

اس عہد میں استہزائے اسلام کی دوسری صورت استہزائے رسول ﷺ کی ہے، دشمنان اسلام نے ہر دور میں مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کے لیے توہینِ رسالت کا حربہ آزمایا ہے اسی لیے استہزائے رسول ﷺ کے بے شمار واقعات تاریخ کے اوراق میں موجود ہیں

استہزائے رسول ﷺ:

اردو زبان میں ناموس رسالت ﷺ کے موضوع پر لکھی گئی معرکۃ الآراء کتاب کے مصنف محمد اسماعیل قریشی ایڈوکیٹ اپنی کتاب میں عہد اموی میں رونما ہونے والا ایک واقعہ لکھتے ہیں

" ایوب بن یحیٰ (جو عبد الملک کے دور حکومت میں حاکم عدن مقرر ہوئے تھے) جب عدن پہنچے تو ان کے سامنے ایک نصرانی لایا گیا جس نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی۔ ایوب نے اس بارے

[1] احقاق حق، سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، فرید بک اردو بازار لاہور، 2002ء، ص 245

میں عبد الرحمٰن صنعانی سے مشورہ کیا' جنہوں نے اس جرم کی پاداش میں اس کے قتل کا فتویٰ دیا تو اسے قتل کر دیا گیا، عبد الرحمٰن صنعانی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اکتساب علم کیا اور ان کے تربیت یافتہ ہیں۔ پھر ایوب نے اس کے بارے میں عبد الملک کو اس کی اطلاع دی جس نے جواب میں کہا کہ تم نے بالکل ٹھیک کیا ہے "[1]

موسیٰ بن مہدی[2] کے دور میں اہانت رسول ﷺ کا ایک واقعہ پیش آیا تھا جسے "تاریخ بغداد" میں اس طرح بیان کیا گیا ہے

"عباسی خلیفہ موسیٰ بن مہدی تھا جو ہادی کے نام سے مشہور تھا اس کے دور میں ایک شخص کو پیش کیا گیا جس نے قبیلۂ قریش پر سبّ بازی کی تھی اور ساتھ ہی رسول ﷺ کو بھی برا کہا تھا، ہادی کے دربار میں موجود علما نے فتویٰ دیا کہ اس کو قتل کرنے کے لیے رسول ﷺ کے قبیلہ قریش کی اہانت کرنا ہی کافی تھا، لیکن رسول ﷺ کو بھی برا کہا لہٰذا اس کی سزا قتل کے سوا کچھ اور نہیں، چنانچہ اس کا سر تن سے جدا کر دیا گیا"[3]

اس واقعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ استہزائے رسول ﷺ کی شرارتیں عباسی دور میں بھی موجود تھیں اور اس وقت کے حکمرانوں کے ذہن میں بھی نبی ﷺ پر سب وشتم کی سزا بھی قتل ہی تھی

گستاخ رسول ﷺ کی فہرست میں ایک بڑا نام ریجی نالڈ کا موجود ہے جو نبی ﷺ کی نا صرف برملا توہین کرتا تھا بلکہ عرب پر حملہ کرنے کا ارادہ بھی کیا تا کہ مکہ میں خانہ کعبہ کو گرا دے اور مدینہ میں نبی ﷺ کے روزہ مبارک کو مسمار کر دے

اسماعیل قریشی ایڈوکیٹ 'ریجی نالڈ اور صلاح الدین ایوبی کے عنوان کے تحت ریجی نالڈ کی گستاخیوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "ریجی نالڈ جب سمندری راستے سے حملہ آور ہوا تو مسلمان مقابلے کے لیے مدینہ پاک سے روانہ ہوئے۔ اس کی فوج اسلامی لشکر دیکھ کر گھبرا گئی، ریجی نالڈ جیسا شاتم رسول ﷺ خود بھاگ کر جان بچانے میں کامیاب ہو گیا لیکن ابلیس کا یہ فرزند اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا اور مسلمانوں کو دکھ پہنچانا اور حضور ﷺ کی توہین کا ارتکاب کرنا اس کی فطرت کا جزو لاینفک بن گیا۔ ریجی نالڈ نے 1186ء میں مسلمان تاجروں کے ایک قافلے کو لوٹ کر اہل قافلہ کو گرفتار کیا جب ان لوگوں نے اس سے رہائی کے لیے کہا تو اس نے یہ طعن

آمیز جواب دیا

---

[1] ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت، محمد اسماعیل قریشی، الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور، نومبر 1999ء، ص116

[2] عباسی خاندان کا پانچواں خلیفہ تھا جس نے سوا سال حکمرانی کی اور 170ھ میں وفات پا گیا تھا

[3] تاریخ بغداد، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت مہدی الخطیب البغدادی، دار الغرب الإسلامي بیروت لبنان 1987ء، ص: 23/13

"تم محمد ﷺ پر ایمان رکھتے ہو اس سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ آکر تم کو چھڑالے" جس وقت سلطان صلاح الدین ایوبی کو ریجی نالڈ کی اس گستاخانہ گفتگو کی خبر ملی تو اس نے قسم کھا کر کہا اس صلح شکن کافر کو خدا نے چاہاتو میں اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا"[1]

اور پھر تاریخ شاہد ہے کہ صلاح الدین ایوبی نے اپنی قسم کو پورا کیااور اس گستاخ کا سر تن سے جدا کر دیا

استہزائے اسلامی تعلیمات:

استہزائے اسلام کی ایک صورت اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑانا بھی ہے، تاریخ کے اوراق میں اس صورت کا تذکرہ بھی موجود ہے اور آج بھی استہزا کی یہ صورت بعض مقامات پر روشن خیالی اور معتدل مزاجی کے طور پر پہچانی جاتی ہے انہی میں سے ایک نام اکبر بادشاہ کا بھی ہے، اکبر بادشاہ کی ایک شہرت دین اکبری کے موجد کی حیثیت سے بھی ہے، انہوں نے دین الٰہی کے نام سے اپنا مذہب اختراع کیا اور مختلف مذہبی تعلیمات کا مذاق اُڑایا۔ ملا عبد القادر[2] اپنی کتاب منتخب التواریخ میں اس حوالے سے لکھتے ہیں

"غرض اکبر نے دین کے ہر مسئلہ اور ہر عقیدہ میں جیسے، نبوت، کلام، رویت، تکلیف، تکوین، حشر و نشر خواہ وہ اصول سے متعلق ہو یا فروع سے طرح طرح کے شبہات وارد کیے اور ہر ایک کا تمسخر و استہزا کیا۔۔۔ ہجرت کے آغاز میں قریش کے قافلوں کو لوٹ لینے کے متعلق، حضور ﷺ کے چودہ نکاح کرنے اور آپ ﷺ کی رحلت کے بعد دوسروں پر آپ ﷺ کی بیبیوں کے حرام ہونے کے سلسلے میں بھی بڑے اعتراض اٹھائے گئے اور اس طرح کی لایعنی بحثیں نکالی گئیں"[3]

یہی وہ تعلیمات ہیں جن کا آج کے دور میں بھی استہزا کیا جاتا ہے بس طریقے کار مختلف ہیں، آج اس طرح کے استہزا کے لیے جدید ذرائع استعمال کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح واقعہ معراج کو مختلف حضرات نے مختلف اوقات میں استہزا کا نشانہ بنایا ہے، اکبر کی بھی اس حوالے سے جو رائے تھی اسے ملا عبد القادر نے یوں لکھا ہے

---

[1] ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت، ص:312

[2] ملا عبد القادر بدایونی 21 اگست 1540ء کو پیدا ہوئے، مغلیہ سلطنت کے دور میں ایک ہندی، فارسی مؤرخ اور مترجم تھے، 5 نومبر 1615ء کو وفات پائی

[3] منتخب التواریخ، ملا عبد القادر بن ملوک شاہ بدایونی، مترجم: محمود احمد فاروقی، شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ پبلشرز لاہور 1967ء، ص:2/501

معراج نبویؐ کا استہزا:

"ایک رات اکبر نے شاہ فتح اللہ کی موجودگی میں بیربر سے کہا" اس بات کو عقل باور نہیں کرتی کہ ایک شخص اپنے جسمانی بوجھ کو لیے پلک جھپکنے میں آسمان پر جائے اور اللہ تعالیٰ سے نو ہزار باتیں کر کے اتنی جلدی لوٹ آئے کہ اس کا بستر واپسی تک گرم رہے اور لوگ بھی اس دعوے کی تصدیق کرنے لگ جائیں۔ اسی طرح شق القمر اور دوسرے معجزے بھی خلاف عقل معلوم ہوتے ہیں" پھر اکبر نے اپنا ایک پاؤں اٹھا کر سب کو دکھایا اور کہا" دوسرا پاؤں ٹکائے بغیر آخر ہمارا کھڑا ہونا کس طرح ممکن ہے ؟ آخر لوگوں نے یہ کیا داستان بنائے رکھی ہے" بیربر اور دوسرے گمراہوں نے بادشاہ کی خوب ہاں میں ہاں ملائی اور بڑا سراہا"[1]

اکبر بادشاہ نے واقعہ معراج کا سب کے سامنے مذاق اڑایا وہ دراصل معجزوں کا ہی تمسخر اُڑاتا تھا اور اس کے درباری بھی صرف خوشامد کی خاطر اس کی ہاں میں ہاں ملا دیتے تھے

برصغیر پاک و ہند میں گستاخ رسول ﷺ کی فہرست میں ایک بڑا نام سوامی پنڈت چموپتی ہے جس نے نبی ﷺ کی زندگی پر "رنگیلا رسول" کے نام سے گستاخی پر مشتمل ایک کتاب لکھی جسے ایک پبلشر "مہاشے راجپال" نے شائع کیا، اس کتاب کی اشاعت کے ساتھ ہی فسادات پھوٹ پڑے بالآخر 6 اپریل 1929ء کو راجپال کو کیفر کردار تک پہنچانے کا اعزاز غازی علم دین شہید کو حاصل ہوا جسے 31 اکتوبر 1929ء کو اس جرم کی پاداش میں پھانسی دی گئی تو سارا لاہور سڑکوں پر آ گیا اور چشم فلک نے لاہور کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ دیکھا جس میں تقریباً چھ لاکھ مسلمانوں نے شرکت کی اور اس کا جلوس ساڑھے پانچ میل لمبا تھا۔ علامہ محمد اقبال نے اپنے ہاتھوں سے لحد میں اتارا اور فرمایا کہ آج لوہار کا بیٹا ہم سب پڑھے لکھے لوگوں سے بازی لے گیا اور ہم باتیں کرتے رہ گئے۔ ان سارے حالات کا سبب محض ساٹھ صفحات پر مشتمل گستاخی سے بھرپور وہ کتاب بنی جو "رنگیلا رسول" کے نام سے شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کا ایک پیراگراف درج ذیل ہے

گستاخ رسول ﷺ سوامی پنڈت چموپتی اپنی کتاب رنگیلا رسول میں لکھتا ہے

"(نعوذ باللہ) زینب قریشی خاندان سے تھی اور محمد کی پھپھیری بہن تھی، ایک دن محمد زید کی غیر حاضری میں اس کے گھر جا پہنچا، پردے کی آڑ میں زینب بیٹھی تھی، اس نے رسول (جو اس کا سسر بھی تھا) کی آواز سنی تو جلدی سے انہیں اندر لانے کا اہتمام کرنے لگی۔ محمد کی نگاہ اس کے خوبصورت جسم پر پڑی، بس پھر کیا تھا، دل پر ایک دم سے بجلی گر پڑی اور منہ سے نکلا آہ۔ سبحان اللہ۔ تو کیسی کیسی خوبصورتی کی کاریگری کرنے والا ہے۔ زینب نے یہ الفاظ سن لیے اور دل ہی دل میں پیغمبر کے دل

---

[1] ایضاً، ص506

پر قبضہ پا جانے کی خوشی منانے لگی۔ زید سے شاید اس کی بنتی نہیں تھی، وہ لاکھ محمد کا وارث ہو، بھئی آخر تھا تو غلام ہی "[1]

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بدر، خندق اور بنو قریضہ میں پے در پے شکست کے بعد مشرکین، یہود اور منافقین سخت جلن اور حسد کا شکار تھے اور انہیں اس بات کا بھی بخوبی اندازہ تھا کہ اب کھلے میدان میں مسلمانوں سے مقابلہ آسان نہیں رہا لہٰذا اب اپنی شکست کا بدلہ لینے اور محمد کی حاکمیت کو ختم کرنے کے لیے پیٹھ پیچھے وار کرنے کے مواقع ڈھونڈنے لگے۔ اس الزام کا جواب دیتے ہوئے سید ابوالاعلیٰ مودودی سورۃ الاحزاب کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں

" انہوں نے اس نکاح کے معاملے کو اپنے لیے ایک خداداد موقع سمجھا اور خیال کیا کہ اب ہم محمد ﷺ کی اُس اخلاقی برتری کو ختم کر سکیں گے چنانچہ یہ افسانے تراشے کہ (معاذاللہ) محمد صلی اللہ علیہ و سلم بہو کو دیکھ کر عاشق ہو گئے تھے، بیٹے کو اس تعلقِ خاطر کا علم ہو گیا، اس نے بیوی کو طلاق دے دی، اور باپ نے بہو سے بیاہ رچا لیا، حالانکہ یہ بات صریحاً لغو تھی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضورؐ کی پھوپھی زاد بہن تھیں، بچپن سے جوانی تک اُن کی ساری عمر آپ ﷺ کے سامنے گزری تھی۔ کسی وقت ان کو دیکھ کر عاشق ہو جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پھر آپؐ نے خود اصرار کر کے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کرایا تھا۔ ان کا سارا خاندان اس پر راضی نہ تھا کہ قریش کے اتنے اُونچے گھرانے کی لڑکی ایک آزاد کردہ غلام سے بیاہی جائے۔ خود حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی اس رشتے سے ناخوش تھیں۔ مگر حضورؐ کے حکم سے سب مجبور ہو گئے، اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی شادی کر کے عرب میں اس حوالے سے پہلی مثال پیش کر دی گئی کہ اسلام ایک آزاد کردہ غلام کو اُٹھا کر شرفائے قریش کے برابر لے آیا ہے۔ اگر فی الواقع حضورؐ کا کوئی میلان حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی جانب ہوتا تو زید بن حارِثہ رضی اللہ عنہ سے ان کا نِکاح کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی، آپ خود ان سے نِکاح کر سکتے تھے "[2]

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری نے اس کتاب کا علمی مقابلہ کرتے ہوئے ایک مدلل کتاب بنام " مقدس رسول ﷺ بجواب رنگیلا رسول " لکھی۔ اس کتاب میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے واقعے کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

" تحقیقی بات یہ ہے کہ زینب کو دیکھنے اور یا اس کی محبت دل میں رکھنے یا چھپانے کا قصہ نہ تو حضور ﷺ نے بتایا ہے، نہ کسی صحابہ ؓ سے روایت آئی ہے حالانکہ یہی وہ دو ذریعے حقیقت حال معلوم کرنے کے تھے۔

---

[1] رنگیلا رسول، سوامی پنڈت چموپتی ایم اے، محمد رفیع ترکاری منڈی، پوسٹ باکس نمبر 420، دلی-6، 1927، ص 27

[2] تفہیم القرآن، مقدمہ سورۃ الاحزاب، ص 65

یہ روایت پچھلے لوگوں میں سے دو شخصوں سے آئی ہے۔ جن کے نام ہیں محمد بن یحیٰ بن حبان اور ابن زید اور دونوں نچلے طبقے کے ہیں جن کو اصل حال کا علم نہیں محض اپنے دل سے ایسی بات کہہ دی جو خود نبی سے یا کسی صحابی سے انہوں نے نہیں سنی تھی، لہٰذا بطریق اصول محدثین یہ بات سند نہیں ہو سکتی، اسی لیے علماء محققین نے اس کی تردید بڑی شرح وبسط سے لکھی ہے "[1]

بعد ازاں "رنگیلا رسول" نامی کتاب کی اشاعت پر پابندی عائد کر دی گئی ہے کیونکہ یہ استہزائے رسول ﷺ کی ایک واضح مثال تھی جو مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کا باعث بنتی تھی

یہ تھیں استہزائے اسلام کے حوالے سے مختلف تاریخی مثالیں جو عہد صحابہؓ کے بعد سے عصر حاضر تک تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں۔

اس مبحث کا خلاصہ یہ ہے کہ عہد صحابہؓ کے بعد سے لیکر عصر حاضر تک استہزائے اسلام کا ایک تسلسل ہے جو مختلف طریقوں اور ہتھکنڈوں کے ساتھ رہا ہے ۔ 'استہزائے اسلام کی تاریخ' کے عنوان سے قائم کی گئی اس فصل میں اولاً اُن واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے جو قبل از عہد نبوی ﷺ سامنے آئے ہیں، جن استہزا کا مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کو سامنا کرنا پڑا ہے، اس وقت بھی استہزائے اسلام کی مختلف صورتیں موجود تھیں کہ جن میں خدا کا استہزا بھی کیا جاتا تھا اور رسولوں کا بھی اور ساتھ ہی آخرت کا مذاق اُڑانے کی کوششیں کی جاتی تھیں۔ مبحث دوم میں عہد نبوی ﷺ میں ہونے والی مستہزئینِ اسلام کی سرگرمیوں کا احاطہ کیا گیا ہے کہ جن میں نبی ﷺ کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام ؓ، آخرت، قرآن اور وقتاً فوقتاً نازل ہونے والی اسلامی تعلیمات کا استہزا بھی شامل ہے۔ مبحث سوم میں عہد صحابہ ؓ کے بعد سے تاحال استہزائے اسلام کی جو صورتیں سامنے آئی ہیں اُن کا تذکرہ کیا گیا ہے جن میں توہینِ رسالت ﷺ کے واقعات سمیت اسلامی تعلیمات کا استہزا نمایاں رہا ہے۔ اسی کے ساتھ ہی یہ فصل بعنوان "استہزائے اسلام کی تاریخ" مکمل ہوتی ہے۔

[1] مقدس رسول ﷺ بجواب رنگیلا رسول، ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری، مکتبہ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی 1924ء، ص 83

فصلِ سوم: استہزائے اسلام کے اسباب

اس فصل میں استہزائے اسلام کے اسباب پر روشنی ڈالی جائے گی جن کے سبب اسلام کے استہزا جیسے واقعات رونما ہوتے ہیں

بنیادی طور پر استہزائے اسلام کے تین اسباب ہیں جن میں عناد پرستی، مذہب بیزاری اور شدت پسندی شامل ہیں، پھر اِن کے ذیلی اسباب بھی ہیں کہ جن میں عناد پرستی کے تحت کفار سے محبت اور ان سے مرعوبیت کی وجہ سے تقلید شامل ہے اسی طرح شدت پسندی کی وجہ سے باطل عقائد و نظریات کو فروغ ملتا ہے جو کہ خود استہزائے اسلام کا ذیلی سبب بن سکتا ہے۔ استہزائے اسلام کی سرگرمیوں کے انعقاد کی ایک وجہ مذہب بیزاری کے تحت ایمان کی کمزوری بھی بنتی ہے۔

مبحث اول: عناد پرستی

مبحث اول میں استہزائے اسلام کا بنیادی سبب عناد پرستی کا تفصیلاً تذکرہ کیا جائے گا

عناد پرستی استہزائے اسلام کا ایک بڑا سبب ہے، فرہنگ آصفیہ ڈکشنری میں عناد کے چار مفہوم بیان کیے گئے ہیں

"(I) سینہ زوری، لڑائی ، سرکشی ،خصومت (II) ضد، اصرار، ہٹ دھرمی (III) بیر، دشمنی، بغض، عداوات (IV) کپٹ، کینہ، نفاق"[1]

قرآن میں یہ لفظ اس طرح استعمال ہوا ہے

﴿اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ﴾[2]

"حکم دیا گیا" پھینک دو جہنم میں ہر سرکش کافر کو جو حق سے عناد رکھتا تھا"

﴿كَلَّا اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا﴾[3]

"ہرگز نہیں، وہ ہماری آیات سے عناد رکھتا ہے"

عہد نبوی ﷺ اور عہد صحابہؓ میں استہزائے اسلام کا سبب یہی ضد، دشمنی اور عناد پرستی ہوا کرتی تھی جن کا اثبات مندرجہ بالا آیات سے بھی ہوتا ہے اور عصر حاضر میں بھی استہزائے اسلام کا ایک سبب یہی دشمنی، سرکشی، کینہ اور ہٹ دھرمی ہے

[1] فرہنگِ آصفیہ، سید احمد دہلوی، الفیصل ناشرانِ کتب لاہور، 1902ء، ص:3/289

[2] سورۃ ق: 50/24

[3] سورۃ المدثر: 74/16

نبی ﷺ کے ازلی دشمنوں میں ایک نام امیہ بن خلف کا بھی ہے جس کے لیے آپ ﷺ نے بد دعا فرمائی تھی، اس کا وطیرہ تھا کہ وہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو لعن طعن کرتا، اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی

﴿ وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةٍ ﴾[1]

"ہر لعن طعن اور برائیاں کرنے والے کے لئے خرابی ہے"

ابن ہشام کہتے ہیں کہ

"ھمزہ وہ شخص ہے جو علانیہ گالی بکے اور آنکھیں ٹیڑھی کر کے اشارے کرے۔ اور لمزہ وہ شخص ہے جو پیٹھ پیچھے لوگوں کی برائیاں کرے اور انہیں اذیت دے"[2]

مدنی دور کا تجزیہ کیا جائے تو اسلام اور اہلِ اسلام سے عداوت میں کعب بن اشرف کا نام سامنے آتا ہے۔ قبیلہ طی کی شاخ بنونبھان سے تعلق رکھنے والا کعب بن اشرف ایک معروف شاعر تھا کہ جس نے محض نبی ﷺ کی عداوت میں مسلمانوں کی ہجو اور دشمنانِ اسلام کی مدح سرائی کا آغاز کیا تھا اور مشرکینِ مکہ سے مل کر لوگوں کو جنگ پر اُبھارتا تھا

صفی الرحمان مبارکپوری اس حوالے سے لکھتے ہیں

"کعب بن اشرف یہ سب کچھ کر کے مدینہ واپس آیا تو یہاں آکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عورتوں کے بارے میں واہیات اشعار کہنے شروع کیے اور اپنی زبان درازی وبدگوئی کے ذریعے سخت اذیت پہنچائی۔ یہی حالات تھے جن سے تنگ آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کون ہے جو کعب بن اشرف سے نمٹے؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو اذیت دی ہے"[3]

یہی عناد پرستی تھی کہ جس میں مزید اضافہ ہوا اور عصر حاضر میں بھی استہزا کا سبب بنی

"روز گار فقیر" کے مصنف سید وحید الدین صاحب[4] عناد پرستی کا ایک واقعہ اپنی کتاب میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "یہ 1933ء کے اوائل کا ذکر ہے جب سندھ صوبہ ممبئی میں شامل تھا، ان دنوں آریہ سماج حیدرآباد (سندھ) کے سیکریٹری نتھو رام نے "ہسٹری آف اسلام" کے نام کی ایک کتاب شائع کی، جس میں آقائے دوجہاں، سرکار دوعالم ﷺ کی شان اقدس میں سخت دریدہ دہنی کا مظاہرہ

---

[1] سورۃ الھمزۃ:104/1

[2] سیرت النبی ﷺ ابن ہشام، ص:1/357

[3] الرحیق المختوم، ص332

[4] پاکستان سے تعلق رکھنے والے اردو کے نامور ادیب اور ماہرِ اقبالیات فقیر سید وحید الدین 1903ء میں پیدا ہوئے، علامہ اقبال کے حالات پر اپنی ذاتی یاداشتوں کی مدد سے ایک کتاب روز گارِ فقیر لکھی، 16 جولائی، 1968ء کو وفات پائی

کیا گیا۔ مسلمانوں میں اس کتاب کی اشاعت کے سبب بڑا اضطراب پیدا ہوا جس سے متاثر ہو کر انگریز حکومت نے کتاب کو ضبط کر لیا اور نتھورام پر عدالت میں مقدمہ چلایا گیا جہاں اس پر معمولی سا جرمانہ ہوا اور ایک سال کی سزا سنائی گئی"[1]

بعد ازاں یہی شاتم رسول ﷺ کمرہ عدالت میں کراچی میں وکٹوریہ گاڑی چلانے ولے ایک نوجوان غازی عبد القیوم کے ہاتھوں مارا گیا

اسی دشمنی اور عناد پرستی کی منظر کشی سموئیل ہن ٹنگٹن نے اپنی کتاب 'تہذیبوں کے ٹکراؤ (Clash of Civilizations) میں اس طرح کرتے ہیں

> "The underlying problem for the West is not Islamic fundamentalism. It is Islam, a different civilization whose people are convinced of the superiority of their culture and are obsessed with the inferiority o f their power. Th e problem for Islam is not the CIA or the U.S. Department of Defense. It is the West, a different civilization whose people are convinced of the universality of their culture and believe that their superior, if declining, power imposes on them the obligation to extend that culture throughout the world. These are the basic ingredients that fuel conflict between Islam and the West"[2]

"مغرب کے لیے اصل مسئلہ اسلامی بنیاد پرستی (Islamic Fundamentalism) نہیں بلکہ اسلام ہے، جو اپنی ایک الگ تہذیب رکھتا ہے جس کے لوگ اپنی شناخت کی برتری کے قائل ہیں نیز اپنی طاقت کی کمتری کے خبط کا شکار ہیں۔ اسلام کے لیے سی آئی اے یا امریکی محکمہ دفاع مسئلہ نہیں ہے یہ تو مغرب ہے، ایک مختلف تہذیب جس کے لوگ اپنی ثقافت کی آفاقیت کے قائل ہیں اور اپنی برتری پر یقین رکھتے ہیں اگرچہ زوال پذیر طاقت ان پر ذمہ داری عائد کرتی ہے کہ اس ثقافت کو ساری دنیا پر محیط کر دیں۔ یہ ہیں وہ بنیادی اجزائے ترکیبی جو اسلام اور مغرب کے درمیان تصادم کی آگ کا ایندھن ہیں"

عناد پرستی کا آغاز مختلف اقوام اور مذاہب کی طرف سے بھی ہوتا ہے یا کسی مذہبی اور سیاسی رہنما کی جانب سے دیے گئے بیان بھی اس دشمنی کی آگ کو بھڑکانے کے لیے کافی ہوتے ہیں

انٹر نیشنل ہیرالڈ ٹریبیون میں یہ خبر شائع ہوئی

---

[1] روز گار فقیر، فقیر سید وحید الدین، لائین آرٹ پریس لیمیٹڈ دی مال لاہور، مئی 1964ء، ص:187

[2] The Clash of Civilizations and the remarking of World Order, Samuel P. Huntington, Simon and Schuster New York, 1994, P 218

"مغربی سیاسی راہنما، جرمن چانسلر اور فرانس کے وزیر اعظم نے بھی اسی سے مماثل بیان دیا ہے جو نیٹو کے سیکریٹری جنرل نے 1995ء میں اعلان کیا تھا کہ "مغرب کے لیے اسلامی بنیاد پرستی 'کمیونزم کے مقابلے میں زیادہ خطرناک ہے اسی طرح کلنٹن انتظامیہ کے سینئیر ترین ممبر نے اسلام کو مغرب کا عالمی حریف گردانا ہے"[1]

اتنے ذمہ دارانہ مقام پر براجمان افراد کے یہ خیالات اسلام سے عناد پرستی کی صریح مثال ہے، اس طرح کے بیانات عوام میں اسلام کے خلاف مزید بغض پیدا کرتے ہیں جس کے سبب استہزائے اسلام کے واقعات رونما ہوتے ہیں

اسلام سے عناد پرستی کے سبب استہزا کی ایک اور واضح مثال اس وقت سامنے آتی ہے کہ جب نبی مہرباں ﷺ کے بارے میں 12 توہین آمیز کارٹون ڈنمارک کے اخبار جیلینز پوسٹن نے شائع کیے، 30 ستمبر 2005ء کو سب سے پہلے یہ اشاعت سامنے آئی جس پر دنیا بھر میں احتجاج شروع ہو گیا، اس کے تین ماہ بعد ہی جنوری 2006ء میں 22 ممالک کے 75 اخبارات ورسائل نے انہی نازیبا کارٹون کو از سر نو شائع کیا۔ ان کارٹون کی اشاعت سے مشتعل ہو کر جرمنی میں مقیم حافظ آباد سے تعلق رکھنے والا ایک پاکستانی طالب علم عامر عبد الرحمن چیمہ نے متعلقہ اخبار کے چیف ایڈیٹر ہینرک بروڈر پر قاتلانہ حملہ کیا جس کے نتیجہ میں وہ نہایت عبرتناک حالت میں جہنم واصل ہو گیا۔ عامر چیمہ کو گرفتار کر لیا گیا، بعد ازاں شدید جسمانی تشدد کے بعد عامر چیمہ کو 3 مئی 2006ء کو شہید کر دیا گیا۔

بعض اوقات اسلام سے عناد اور دشمنی خود مسلمانوں ہی کی طرف سے سامنے آتی ہے جبکہ وہ بظاہر نام کے مسلمان کسی اسلام دشمن طاقت کے ہاتھوں مختلف قسم کی لالچ کے سبب استعمال ہوتے ہیں، اس کی ایک مثال سلمان رشدی[2] کی ہے کہ جس نے استہزائے اسلام کے لیے اپنی خدمات دشمنانِ اسلام کو فراہم کی ہیں۔ اس کو اسماعیل قریشی اپنی کتاب میں اس طرح لکھتے ہیں

"دشمنان اسلام نے اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرنے کے لیے ایک آبر وباختہ، ضمیر فروش اور رسوائے زمانہ شیطان صفت ملعون ملحد رشدی کی خدمات حاصل کیں اور اس سے "شیطانی آیات" نامی ایک کتاب لکھوائی۔ یہ کتاب وائی کنگ پبلیکیشنز کے یہودی ادارے سے اکتوبر 1988ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ التحیہ والسلام' ختم الرسل امام الانبیاء حضور

---

[1] International herald tribune Magazine, May 10, 1996, P:1

[2] ایک بھارتی برطانوی ناول نگار اور مضمون نگار ہے۔ اس کا چوتھا ناول، شیطانی آیات (The Satanic Verses) ایک بڑے تنازع کا مرکز تھا، 14 فروری 1989ء کو آیت اللہ خمینی کی طرف سے جاری ایک فتویٰ میں سلمان رشدی موجب قتل قرار دیا گیا

رسالت مآب ﷺ 'اہلِ بیت 'ازواج مطہرات اور اصحاب رسول ﷺ کی شان میں جو زبان استعمال کی گئی ہے وہ شیطان کا ایجنٹ ہی استعمال کر سکتا ہے۔ان ذوات قدسی پر جس فحش انداز میں حملے کیے گئے ہیں آج تک دنیا کے کسی ذلیل اور رذیل ترین شخص کو ایسی جسارت نہیں ہوئی "[1]

اس مبحث کا خلاصہ یہ ہے کہ استہزائے اسلام کا ایک سبب عناد پرستی، بغض اور دشمنی بھی ہے۔ تاریخ میں بھی کعب بن اشرف نے کوئی استہزا کیا ہو یا، ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل ہوں ان سب کے استہزا کا بنیادی سبب وہی اسلام دشمنی تھا کہ جس نے ان کو استہزا کے ارتکاب پر اُبھارا تھا۔

[1] ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت، ص:329

مبحث دوم: شدت پسندی

اس مبحث میں استہزائے اسلام کا دوسرا سبب شدت پسندی کا تذکرہ کیا جائے گا۔ شدت پسندی کو انتہا پسندی کا نام بھی دیا جاتا ہے جو کہ کسی بھی معاملہ میں انتہائی سوچ اور عمل کی وجہ سے انسان کو انتہا پسند بنا دیتی ہے اور یہی رویہ بعد ازں استہزائے اسلام کا سبب بنتا ہے

استہزائے اسلام اور انتہا پسندی کا تعلق

انتہا پسندی چاہے کسی بھی شخص، قوم یا مذہب میں پائی جائے وہ کبھی نہ کبھی نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ انتہا پسندانہ سوچ سے نہ صرف دوسرے افراد متاثر ہوتے ہیں بلکہ اس سوچ کا حامل فرد بھی اپنے لیے خسارے کا سودہ کرتا ہے، اسی انتہا پسندی کا ایک نتیجہ استہزائے اسلام کی صورت میں نظر آتا ہے۔ اس انتہا پسندی کو دو مختلف پہلو سے دیکھا جا سکتا ہے، ایک تو وہ انتہا پسندی جو غیر مسلم کی جانب سے سامنے آتی ہے اور اسلام کی مخالفت کے ساتھ ساتھ اس کے استہزا کا باعث بنتے ہیں، دوسری وہ انتہا پسندی جو خود مسلمانوں ہی کی طرف سے سامنے آتی ہے اور مسلمان ہی اسلامی تعلیمات کا استہزا کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں

اسلام مخالف شدت پسندی

عصر حاضر میں شدت پسندی وہ فتنہ ہے جو دنیا کے ہر ملک اور علاقے میں اپنا وجود رکھتا ہے، اس کی شدت کم اور زیادہ ہو سکتی ہے لیکن قوم ہو یا مذہب، خاندان ہو یا مسلک، قبیلہ ہو یا برادری شدت پسندی کا عنصر ہر جگہ موجود ہے۔ ہر قوم اپنے آپ کو امن پسند کہلانے پر فخر محسوس کرتی ہے، ہر مذہب محبت و الفت کے ساتھ ساتھ مذہبی ہم آہنگی کا درس دیتا ہے، ہر مسلک اتحاد و اتفاق کو اپنا منشور بنانے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اس کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ ہر قوم، ہر مذہب اور ہر مسلک میں شدت پسند طبقہ اپنا وجود رکھتا ہے اور یہی شدت پسندی ہے جو اپنے علاوہ ہر ایک کے استہزا اور تمسخر کا سبب بنتی ہے۔

عہد حاضر میں بھارت وہ ملک ہے جہاں شدت پسندانہ سوچ تیزی سے پروان چڑھ رہی ہے اور اس کی بنیاد پر انتہا پسند تحاریک وجود میں آرہی ہیں جو معاشرے میں نقصِ امن کی ذمہ دار بھی ہیں اور اس کی زد میں آکر پورا معاشرہ بدامنی کا شکار ہوتا جارہا ہے۔ اس شدت پسندی سے نہ تو عیسائی مذہب کے پیروکار محفوظ ہیں اور نہ ہی مسلمان، نہ تو سکھ اس سے بچے ہوئے ہیں اور نہ ہی کوئی نچلی ذات کا ہندو محفوظ ہے۔ بھارت جو سیکولرزم کا سب سے بڑا علمبردار ہے وہاں دیگر مذاہب کے

پیروکاروں کے ساتھ جو تحقیر آمیز رویہ ہے اس کے بارے میں دنیا بھر کا آزاد میڈیا اور ماہرین یہ رپورٹ دیتے ہیں کہ بھارت میں ہندو انتہا پسندی دنیا کے امن کے لیے خطرہ بنتی جا رہی ہے، اس شدت پسندی کا ایک ثبوت نوائے وقت کی اس خبر میں موجود ہے

"بھارت کی انتہا پسند خاتون رہنما سدھوی سرسوتی نے مطالبہ کیا ہے کہ جو لوگ خود کو اعلیٰ درجے کا شہری ظاہر کرنے کیلئے گائے کا گوشت کھاتے ہیں انہیں پھانسی دی جائے، ایک بھارتی اخبار کے مطابق انتہا پسندوں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بھارت میں بیف کھانا اسٹیٹس سمبل بن گیا ہے، اس روش کا خاتمہ کرنے کیلئے بیف کھانے والوں کو سخت ترین سزا ضروری ہو گئی ہے۔ دریں اثنا اپوزیشن جماعت کانگریس کے رہنماؤں نے انتہا پسند خاتون لیڈر کے اس خطاب پر شدید اظہار تشویش کرتے ہوئے کہا کہ اس سے ملک میں مذہبی کشیدگی پھیل جائے گی"[1]

اسی طرح بی بی سی کی اس خبر میں بھی بھارت میں پائی جانے والی شدت پسندی سامنے آتی ہے

"سن 2014ء میں بی جے پی کی حکومت کے آنے کے بعد گائے کے تحفظ کے لیے آواز اٹھانے والے گروہوں نے مسلمانوں اور دلتوں پر متعدد حملے کیے۔ گذشتہ برس صبا دیوان نامی لڑکی نے فیس بک پر ان حملوں کے خلاف اس وقت #NotInMyName کے نام سے ایک مہم چلائی جب دہلی میں ایک نوجوان مسلمان لڑکے کو قتل کر دیا گیا تھا۔ اب تک اس قسم کے حملوں میں درجن بھر افراد ہلاک ہو چکے ہیں، ان حملوں میں ایسا بھی ہوا کہ گائے کا دودھ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے والے مسلمانوں کو بھی غلط اطلاعات پر حملوں کا نشانہ بنایا گیا"[2]

روزنامہ دی وائر کی ایک خبر کہ جس میں راشٹریہ سوئم سیوک سنگھ کے رہنما نے ببانگ دہل قتل کا اعتراف کیا ہے

"راشٹریہ سوئم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کے اجین کے ایک رہنما نے اپنی شر انگیز تقریر کے دوران دعویٰ کیا ہے کہ گودھرا میں 56 ہندوؤں کی ہلاکت کے بعد ہندو برادری نے 2000 مسلمانوں کو قتل کیا تھا"[3]

---

[1] روزنامہ نوائے وقت 16 جولائی 2017، ص 2

[2] بی بی سی اردو، 22 مارچ 2018، ص 4

[3] روزنامہ دی وائر، 2 مارچ 2017، ص 3

آر ایس ایس (راشٹر یہ سیوک سنگھ) کی بنیاد 1925ء میں رکھی گئی، اس تحریک کا نظریہ یہ تھا کہ ہندوستان پر صرف ہندوؤں کا حق ہے۔ یہاں کی ثقافت، تہذیب، رسومات سب ہندو مذہب کے مطابق ہونا چاہیے، 30 جنوری 1948ء کو اسی تنظیم کے کچھ ارکان نے مہاتما گاندھی کے سیکولر بھارت کو مسترد کر کے گاندھی کو قتل کر دیا تھا، یہ اپنے آغاز ہی سے شدت پسند کاروائیوں میں مصروف رہی ہے، اس کا یہی شدت پسندانہ رویہ استہزائے اسلام کا سبب بنتا ہے۔

مسلم شدت پسندی

ویسے تو یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ شدت پسندانہ سوچ اور اس پر عمل درآمد کے لیے جو تنظیمیں وجود میں آتی ہیں وہ بھی کسی دوسرے کے شدت پسندانہ اقدام کے رد عمل کے طور پر ہی وجود میں آتی ہیں، داعش جیسی تنظیمیں اس کی واضح مثال ہیں اور یہی تنظیمیں جب شدت پسندی کو فروغ دیتی ہیں تو اس کے رد عمل میں استہزائے اسلام کے واقعات رونما ہوتے ہیں۔

عصر حاضر میں شدت پسندانہ سوچ کی ایک واضح مثال بنگلہ دیش سے تعلق رکھنے والی تسلیمہ نسرین بھی ہیں جو اسلام کا تمسخر اُڑانے میں اپنا ایک مقام رکھتی ہیں، تسلیمہ نسرین 25 اگست 1962ء کو ایک ایسے مسلم نژاد بنگالی گھرانے میں پیدا ہوئیں جو کہ بنیادی طور پر سیکولر، بنگالی گھرانہ تھا، ان کے والد بظاہر مسلمان ہونے کے باوجود کمیونسٹ خیالات رکھتے تھے جبکہ پیشے کے لحاظ سے ایک ڈاکٹر تھے، بچپن سے ہی آزاد سوچ کی حامل خاتون تسلیمہ نسرین نے بھی طب کو ہی اپنا پیشہ بنایا اور ماہر زچہ وبچہ بن گئیں۔ اپنے اس پیشے کے دوران ہی انہوں نے بنگلہ دیش میں خواتین پر مختلف مظالم کو دیکھا تو خواتین کے حقوق کے حوالے سے آواز بلند کرنے لگیں، لہٰذا ان کی ابتدائی شہرت حقوقِ نسواں کے علم بردار کی حیثیت سے تھی اسی لیے اس ظلم کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے ان کی سوچ میں شدت پسندی آگئی جس کا پہلا اظہار فروری 1993ء میں ناول "لجا" کی صورت میں ہوا، اس سے پہلے ان کے تین ناول چھپ چکے تھے اور یہ ان کا چوتھا ناول تھا، بھارتی پالیسی میکرز نے ان کی کاوشوں کی بنیاد پر انہیں مغربی بنگال کے سب سے بڑے ایوارڈ "آنندا" سے نوازا۔

محمد زین العابدین معارف فیچر میں لکھتے ہیں

> "تسلیمہ نسرین خطرناک اور شرمناک حد تک دریدہ دہن بھی ہے۔ وہ اخلاقی اصولوں کا تمسخر اڑانے میں کبھی کوئی باک محسوس نہیں کرتی۔ وہ شادی کے ادارے کی مخالف اور جنسی بے راہ روی کی قائل ہے۔ اس حوالے سے اپنے خیالات کے اظہار میں اس نے کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ وہ معاشرتی اقدار اور ثقافتی روایات کا یہ کہتے ہوئے تمسخر اڑاتی رہی ہے کہ ان سے شخصی آزادی کی راہ میں دیواریں حائل ہوتی ہیں، اور خاص طور پر خواتین کو بہتر اور آزاد زندگی بسر کرنا نصیب نہیں ہو پاتا۔ ایک تحریر میں اس کا "موقف" یہ ہے کہ کوئی بھی عورت محض اپنے شوہر کے بچے پیدا کرنے تک کیوں محدود

رہے اور شادی کے بعد بھی اس شخص کے بچے کیوں پیدا نہ کرے جس سے وہ محبت کرتی ہو! تسلیمہ کی دریدہ دہنی واضح طور پر اخلاقی اقدار اور بالخصوص اسلامی ثقافت کے یکسر منافی ہیں"[1]

عصر حاضر میں استہزائے اسلام کے حوالے سے طارق فتح نامی شخصیت بھی اپنا ایک مقام رکھتی ہے جو کہ اپنی شدت پسندانہ سوچ کی وجہ سے استہزا کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں

عمر جاوید روزنامہ نوائے وقت میں "طارق فتح کی زہر افشانیاں" کے عنوان سے لکھتے ہوئے اس کا تعارف کراتے ہیں کہ "پڑوسی ملک بھارت میں بھی ان دنوں ایک ایسے ہی نام نہاد ادیب اور دانشور کو نوازنے کا سلسلہ بڑے زور شور سے جاری ہے۔ اس انتہائی متنازعہ شخصیت طارق فتح نے پاکستان میں ہی جنم لیا اور طالب علمی کے زمانے میں اس وقت کی بائیں بازو کی تحریکوں میں حصہ لیا۔ 1977ء میں پاکستان چھوڑ کر سعودی عرب چلا گیا، پھر وہاں سے کینیڈا جا کر کینیڈا کی شہریت حاصل کی۔ کینیڈا میں ہی اس نے انتہائی متنازعہ مضامین لکھنے اور لیکچر زدینے کا سلسلہ شروع کیا۔۔۔۔ The Jew Is Not My Enemy۔۔۔ جیسی انتہائی متنازعہ کتاب لکھی۔ 2014ء میں مودی سرکار کے اقتدار میں آنے تک بھارت میں بہت کم لوگ طارق فتح کو جانتے تھے مگر جیسے ہی 2014ء میں مودی اقتدار میں آئے تو طارق فتح کو بھارتی میڈیا میں نمایاں جگہ ملنے لگی"[2]

طارق فتح نے مختلف چینل پر استہزائے اسلام کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ

بین المذاہب شادیوں کا رواج ہونا چاہیے

قرآن کی از سر نو ترتیب ہونی چاہیے

بھارتیہ جنتا پارٹی المعروف "بی جے پی "2014 کے انتخابات میں بر سر اقتدار آئی تو بھارت میں بسنے والے مسلمان فکر مند ہوئے کیونکہ یہ تنظیم مذہبی شدت پسندی کے حوالے سے اپنی شہرت رکھتی ہے اور جیتنے کے بعد بننے والا وزیر اعظم خود گجرات کے فسادات کا مرکزی کردار رہا ہے

اس مبحث کا خلاصہ یہ ہے کہ استہزائے اسلام کا دوسرا سبب وہ شدت پسندانہ سوچ ہے جو کسی بھی قوم، مذہب اور ملک میں پائی جا سکتی ہے۔ یہ سوچ چاہے مسلمانوں میں ہو یا غیر مسلم میں ہمیشہ نقصان کا باعث اور بعض اوقات استہزا کا سبب بنتی ہے۔

---

[1] محمد زین العابدین، را اور بنگلہ دیش، معارف فیچر، ادارہ معارف اسلامی کراچی، ج:8، ش:15، ص:6

[2] عمر جاوید، طارق فتح کی زہر افشانیاں، روزنامہ پاکستان، 11 مارچ 2017، ص:5

مبحث سوم: مذہب بیزاری

استہزائے اسلام کا ایک سبب مذہب سے بیزاری ہے، سب سے پہلے یورپ میں مذہب سے بیزار معاشرہ وجود میں آیا اور اس تبدیلی کے بھی کچھ اسباب تھے جن کی وجہ سے عوم الناس نہ صرف مذہب سے دور ہوئے بلکہ مذہبی سوچ اور عقیدے کے سخت دشمن بھی بن گئے اور یہی دشمنی آج بھی استہزائے اسلام کا ایک سبب بنتی ہے، ساتھ ہی اس حقیقت سے بھی صرف نظر نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا بنیادی سبب خود مذہبی طبقے کا وہ رویہ ہے کہ جس سے عوام الناس مذہب سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ ان میں عیسائی، یہودی اور مسلمانوں کے مذہبی نمائندے بھی شامل ہیں

اہلِ کلیسا کا رویہ

اس حوالے سے اہلِ کلیسا کا رویہ قابلِ ذکر ہے

- **مذہب میں راہبانہ تصور**

عیسائی مذہب کے زاہدوں نے جب اپنے مذہب میں راہبانہ تصور متعارف کرایا تو مذہب کی تعلیمات اور فکر ہی تبدیل ہو گئیں نہ صرف اس عمل کو سراہا گیا بلکہ شدت پسندی کی حد تک اس میں غلو کیا، آغاز میں تو راہبانہ نظریہ کو پذیرائی ملی لیکن خلافِ فطرت ہونے کی وجہ سے آہستہ آہستہ یہی راہبانہ تصور مذہب سے بیزاری کا سبب بنا۔

عبد الماجد[1] تاریخ اخلاقِ یورپ میں اس حوالے سے لکھتے ہیں

> "زاہدوں کا عام قاعدہ یہ تھا کہ ان میں سے جو عورت کے سائے سے جتنے دنوں زیادہ معترض رہتا تھا اسی قدر زیادہ متقی و متورع خیال کیا جاتا تھا۔ سینت بیسل نے بجز کسی شدید مجبوری کے عورت کا چہرہ دیکھنا اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، سینت جان نے 28 سال تک عورت کی صورت نہیں دیکھی بالآخر اس کی بیوی نے مجبور ہو کر اس کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر وہ اسے دیکھنے نہ آئے گا تو وہ جان دیدے گی۔ یہ سن کر آپ نے یہ جواب دیا کہ "آج رات کو جس وقت وہ اپنی خواب گاہ میں ہو گی میں آؤں گا" اور اس وعدہ کا ایفاء یوں ہوا کہ بیوی نے رات کو اسے خواب میں دیکھ لیا"[2]

---

[1] 16 مارچ 1892ء کو قصبہ دریاباد میں پیدا ہونے والے ایک ہندوستانی مسلمان محقق اور مفسر قرآن تھے۔ وہ بہت سی ملی تنظیموں اور علمی، تحقیقی اور ادبی اداروں سے منسلک رہے، 70 سے زائد کتب کے مصنف تھے، 6 جنوری 1977ء میں وفات پائی

[2] تاریخ اخلاق یورپ، عبد الماجد بی اے، انجمن ترقی اردو اورنگ باد دکن، 1932ء، ص: 2/116

اسی طرح کے غیر فطری نظریات نے عوام کو مذہب سے نہ صرف دور کیا بلکہ ان کے دلوں میں مذہب کے حوالے سے نفرت نے جگہ کرلی جس کے اثرات آج تک موجود ہیں۔

- **مذہبی پیشواؤں کا اقتدار کا غلط استعمال**

مسیحی اقوام کی مذہب سے بیزاری کا ایک سبب مذہبی پیشواؤں کا وہ رویہ تھا جو انہوں نے اقتدار کے آنے کے بعد شروع کیا تھا، ان کا طرز عمل بھی وہی تھا جو عموماً اصحاب اقتدار کا ہوتا ہے یعنی اقتدار کا ناجائز فائدہ اٹھانا۔
سید ابوالحسن علی ندوی[1] اس کا نقشہ اپنی کتاب میں اس طرح کھینچتے ہیں

> "مسیحیت اور مسیحی قوام کی بدقسمتی تھی کی ارباب کلیسا نے اس زبردست طاقت کا ناجائز استعمال کیا، انہوں نے اس سے اپنے شخصی اثر واقتدار کے بے فائدہ اٹھایا اور یورپ بدستور پستی، جہالت وخرافات کی تاریکیوں میں پڑا رہا اور تمدن اور شہریت کو ترقی ہونے کے بجائے سخت تنزل ہوا، اس کے ساتھ کلیسا نے ہمیشہ یہ اہتمام کیا کہ جہاں تک ممکن ہو لوگوں کو طبیب یا اس کے پیشے سے مانوس نہ ہونے دیا جائے اس لیے کہ اس کا خانقاہوں کی آمدنی پر جو دعاو تبرکات کے ذریعے ہوتی تھی اثر پڑتا تھا اور طبیب اس منفعت میں کلیسا کے رقیب بن سکتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک زبردست وبائیں اور امراض پھیلے اور موت کی گرم بازاری ہوئی"[2]

ارباب کلیسا کے اس دقیانوسی طرز عمل نے پورے یورپ کو بزور طاقت ترقی کا سفر نہیں طے کرنے دیا اور صرف ذاتی انا کی خاطر طب کے میدان سے بھی دور کر دیا۔

- **اہل مذہب کی شدت پسندی**

اہل مذہب کی شدت پسندانہ سوچ اور رویہ نے بھی عوام الناس کو مذہب سے بیزار ہونے پر مجبور کیا ہے۔ یہ شدت پسندی چاہے کسی بھی مذہب کے ماننے والوں میں پائی جائے اس کے نتیجے کے طور پر مذہب سے بیزاری ہی وجود میں آتی ہے، جن کے خلاف یہ سوچ اپنائی گئی ہوتی ہے ان میں تو دوسرے مذہب کے خلاف جذبات اُبھرتے ہی ہیں لیکن ساتھ ہی خود اس مذہب کے ماننے والوں میں بھی اپنے مذہب سے بیزاری دکھائی دیتی ہے۔ ڈاکٹر جان ولیم لکھتے ہیں

---

[1] 5 دسمبر 1913ء کو رائے بریلی انڈیا میں پیدا ہونے والے سید ابوالحسن علی حسن ندوی مشہور عالم دین اور پانچ سو سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں، آپ کی مشہور کتاب انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر ہے، 31 دسمبر 1999ء کو رائے بریلی میں انتقال ہوا

[2] انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ 1979ء، ص:263

"ماہ فروری 1504ء میں ایک فرمان بمقام اشبلیہ صادر ہوا جس میں اس تمہید کے بعد کہ دشمنانِ خدا کو ملک سے نکال دینا ہر مسیحی کا مقدس فرض ہے یہ حکم دیا گیا تھا کہ ہر غیر اصطاغ یافتہ عرب جس کی عمر سن شیر خوارگی سے متجاوز ہو مملکت کسٹیل دلیان سے اواخر ماہ اپریل تک ملک سے نکال دیا جائے۔ یہودیوں کی طرح مسلمانوں کو بھی اپنا مال ومتاع فروخت کرنے کی اگرچہ اجازت تھی لیکن جائداد فروخت شدہ کی قیمت سونے چاندی کی شکل میں ہمراہ لے جانے کی ممانعت تھی۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ممانعت کی گئی کہ کوئی مسلمان اسلامی ممالک کو ہجرت نہ کرے اور یہ جتلا دیا گیا کہ اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزائے موت دی جائے گی"[1]

- **ارباب کلیسا کی عیش پرستی اور دنیاداری**

یورپ میں عیسائی مذہب سے بیزاری کی ایک وجہ ارباب کلیسا کی عیش پرستی بھی تھی، ارباب کلیسا نے اپنے اور عوام کے درمیان ایک فاصلہ رکھا ہوا تھا اور مذہب کے نام پر عیاشی میں مصروف تھے اس مزاج کا ردعمل بھی مذہب سے بیزاری کی صورت میں سامنے آیا، ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر اس موضوع پر اس طرح رقم طراز ہیں

"اعلیٰ طبقے کے پادریوں نے تو ہر ملکی خدمت پر جو کچھ بھی باعث منفعت تھی قبضہ کر ہی رکھا تھا اور ہر دیر کا صدر راہب کثیر التعداد غلاموں کے مالک ہونے کے لحاظ سے بڑے بڑے امیروں اور جاگیرداروں کا مقابلہ کرتا تھا چنانچہ بعض صدر راہبوں کے پاس بیس بیس ہزار غلام موجود تھے لیکن گدائی پیش راہبوں کے لیے بھی معاش کے وسیع ذرائع موجود تھے، ملک کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جہاں یہ نظر نہ آتے ہوں اور غربا کے قوت لایموت میں اپنا حصہ نہ بٹا لیتے ہوں، نکمے اور نکھٹو پادریوں کا ایک انبوہ کثیر جس کے ارادت میں ممالک غیر منسلک تھے ایسا تھا جس کی زندگی کاہلی اور بے کاری میں کٹتی تھی اور جو اپنا پیٹ محنت مزدوری کرنے والوں کے پسینے سے پالتا تھا"[2]

- **مذہب کا علم و تحقیق سے تصادم**

مذہب بیزاری سوچ کے پروان چڑھنے کی ایک وجہ مذہب کی غلط تصویر پیش کرنا ہے، مذہب کی ایسی تصویر عوام کے سامنے پیش کی گئی کہ جس میں مذہب کا علم و تحقیق سے تصادم ہوتا ہے

[1] معرکہ مذہب وسائنس، ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر، مترجم ظفر علی خان، رفاہ عام اسٹریٹ پریس لاہور، 1910ء، ص258

ارباب کلیسانے اولاً علم و تحقیق کی حوصلہ شکنی کی بنیاد رکھی جس نے عوام الناس کے اذہان میں مذہب کا غلط تصور پیش کیا سید ابو الحسن علی ندوی 'مذہب و عقلیت کی کشمکش" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں

"اتفاق سے یہ وہ زمانہ تھا کہ یورپ میں عقلیت کا کوہ آتش فشاں پھٹ چکا تھا، علماء طبیعیات اور محققین تقلید کی زنجیریں توڑ چکے تھے انہوں نے ان بے اصل نظریات کی تردید کی جو جغرافیہ، تاریخ اور طبیعیات سے متعلق ان مذہبی کتابوں میں پائے جاتے تھے اور بڑی جسارت اور آزادی کے ساتھ ان کی علمی تنقید کی اور بے سمجھے ان پر ایمان لانے سے صاف انکار کر دیا اس کے ساتھ انہوں نے اپنے علمی اکتشافات اور تجربوں کا بھی اعلان کر دیا"[1]

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ یورپ میں ارباب کلیسانے علم و تحقیق کی نہ صرف حوصلہ شکنی کی تھی بلکہ علم کو اپنی میراث سمجھ کر عوام پر یہ ثابت کیا کہ علم و تحقیق دراصل مذہب سے متصادم ہے، اس صورتحال میں بالآخر ترقی پسند افراد کا صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور مذہبی گروہ کے خلاف عداوت کی ایسی آگ بھڑک اٹھی کہ جس نے بعد میں شدت پسندی اختیار کر لی۔

ابو الحسن علی ندوی آگے بیان کرتے ہیں

"ان کے دل میں ابتداءً مسیحی مذہب کے خلاف اور رفتہ رفتہ مطلق مذہب کے خلاف عداوت کا جذبہ پیدا ہو گیا اور وہ جنگ جو ابتداءً علوم و عقلیت کے علم برداروں اور مذہب مسیحی (درحقیقت سینٹ پال کے مذہب) کے نمائندوں کے درمیان تھی بعد میں علم و دین کی باہمی جنگ کی صورت اس نے اختیار کر لی۔ ان کے سامنے جب دین و مذہب کا نام آتا تو دفعتاً نمائندگان مذہب اور ارباب کلیسا کے لرزہ خیز مظالم کی یاد تازہ ہو جاتی اور ان بے گناہ علماء اور محققین کی صورتیں ان کی آنکھوں میں پھر جاتیں جنہوں نے انتہائی مظلومیت اور بے بسی کی حالت میں ان جلادوں کے ہاتھوں پر اذیت ناک موت پائی، مذہبی گروہ کے نام سے ان کی نگاہوں کے سامنے پُر غضب چہرے، چڑھی ہوئی تیوریاں، شرر فشاں آنکھیں، تنگ سینے اور پادریوں کے بھدے دماغ ہی آتے چنانچہ مذہب سے وحشت اور نفرت کو انہوں نے ایک اصولِ زندگی کے طور پر طے کر لیا اور آنے والی نسلوں کے لیے بھی نفرت و کراہت کا یہی ترکہ اور سرمایہ چھوڑا"[2]

---

[1] انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، ص:266

[2] ایضاص:264

اہل اسلام کا رویہ

مسلمانوں کے مذہبی طبقے کی جانب سے بھی ایسے رویہ سامنے آئے ہیں جو کہ مذہب سے بیزاری کا سبب بنتے ہیں

- ### علم وتحقیق کی نفی

معرکہ مذہب وسائنس میں مسلمانوں کی جانب سے علم وتحقیق کی دشمنی کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"ایشیا کے تمام اسلامی ممالک اور نیز افریقہ واسپین کے ادنی طبقہ کے مسلمان علم کے جانی دشمن تھے۔ جن کا زہد وارتقا زیادہ بڑھا ہوا تھا اور جنہیں پابندی شرع کا دعویٰ شدومد کے ساتھ تھا۔۔المنصور نے جو حاکم کے بیٹے کو بے دخل کر کے خلافت خود غضب کر بیٹھا تھا خیال کیا کہ اگر میں مذہبی جماعت کا ساتھ دوں گا تو میرے قدم جم جائیں گے لہذا اس نے حکم دیا کہ حاکم کے کتب خانے میں جتنی علمی یا فلسفیانہ کتابیں پائی جائی سب ضائع کر دی جائیں چناچہ ہزار ہا کتابیں شارع عام پر جلادی گئیں یا محل کے حوضوں میں ڈبو دی گئیں اور اس طور پر علم وحکمت کا وہ نادر ذخیرہ جو حاکم ثانی کے مذاق سلیم نے سالہا سال کی محنت اور لاکھوں روپے کے خرچ سے جمع کیا تھا منصور کی خود غرضی اور جہلا کے تعصب کے ہاتھوں برباد ہو گیا"[1]

علم وتحقیق کے حوالے سے مسلمانوں کی اس سوچ نے اسلام کو غیر معمولی نقصان پہنچایا

سید ابوالحسن علی ندوی کے بقول دسویں صدی کے بعد سے مسلمانوں کے علم وتحقیق کے حوالے سے غیر سنجیدہ رویہ نے اسلام کے زوال کی جانب سفر کا آغاز کر دیا تھا۔ آپ لکھتے ہیں

"تعلیمی حلقے اور مدارس سخت جمود وتقلید کا شکار اور ایک علمی وفکری انحطاط میں گرفتار نظر آتے ہیں، متقدمین کی علم آموز اور ذوق آفرین کتابیں نصاب تعلیم سے رفتہ رفتہ خارج کر دی گئیں، اُن کی جگہ پر ان متاخرین کی کتابیں آگئیں جو اپنے فن میں درجہ اجتہاد نہیں رکھتے تھے اور متقدمین کے صرف مقلد یا شارح تھے، متون کی جگہ شروح اور حواشی نے لے لی جن کی تالیف میں ان کے مصنفین نے سخت کفایت شعاری سے کام لیا تھا اور عام فہم اور واضح زبان کے بجائے اشارات ورموز میں لکھا تھا، اس سب سے اس ذہنی وعلمی انحطاط اور پستی کا اندازہ ہو گا جو پورے عالم اسلام پر طاری تھی اور جس سے اس کا کوئی شعبہ اور زندگی کا کوئی گوشہ بچا ہوا نہیں تھا"[2]

---

[1] معرکہ مذہب وسائنس، ص:252

[2] انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، ص189

- **اہلِ علم کے غیر فطری بیانات**

اسی طرح اسلامی تعلیمات کو بیان کرتے ہوئے بعض اوقات اہل علم ایسی تشریح کرتے ہیں کہ جس میں شدت پسندی دکھائی دیتی ہے جس کی وجہ سے اسلام سے قریب آنے کے بجائے اور بیزاری بڑھ جاتی ہے۔فضائلِ اعمال میں اس حوالے سے ایسے فضائل بیان کیے گئے ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ ایسے غیر سنجیدہ حوالے ہیں کہ جو بعد ازاں استہزا کا باعث بنتے ہیں

ایک سید صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ

> "بارہ دن تک ایک ہی وضو سے ساری نمازیں پڑھیں اور پندرہ برس مسلسل لیٹنے کی نوبت نہیں آئی۔کئی کئی دن ایسے گزر جاتے کہ کوئی چیز چکھنے کی نوبت نہ آتی "[1] شیخ عبد الواحد مشہور صوفیاء میں ہیں۔انہوں نے خواب میں نہایت خوبصورت لڑکی دیکھی جس نے کہا میری طلب میں کوشش کر میں تیری طلب میں ہوں تب انہوں نے چالیس برس تک صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی "[2]

اس طرح کے موضوع واقعات قلمبند کرنے کے بعد نہ صرف اہلِ مذہب کی شدت پسندی سامنے آتی ہے بلکہ مخالفینِ اسلام کو استہزا کا ایک اور موقع مل جاتا ہے

- **اہلِ علم واقتدار کی عیاشی**

یہ رویہ محض اہلِ کلیسا میں ہی نہیں تھا بلکہ خود مسلمانوں کے زوال کی ایک بڑی وجہ اہلِ علم واقتدار کی جانب سے غریبوں کا حق مار کر عیاشی کرنا تھا۔اس رویہ کو شاہ ولی اللہ اس طرح بیان کرتے ہیں

> " تضييقهم على بيت المال بأن يعتادوا التكسب بالأخذ منه على أنهم من الغزاة، أو من العلماء الذين لهم حق فيه، أو من الذين جرت عادة الملوك بصلتهم كالزهاد والشعراء، أو بوجه من وجوه التكدي، ويكون العمدة عندهم هو التكسب دون القيام بالمصلحة، فيدخل قوم على قوم، فينغصون عليهم، ويصيرون كلا على المدينة"[3]

---

[1] محمد زکریا، فضائل اعمال‘ فضائل نماز، باب سوم، اسلامک بک سروس نئی دہلی، 2006، ص360

[2] ایضاً، ص356

[3] حجۃ اللہ البالغۃ، الشاہ ولی اللہ الدھلوی، تح: السید سابق، دار الجیل، بیروت – لبنان، 1426ھ، ص1/93

"سرکاری خزانے پر تنگی اس طرح کے لوگوں کو عادت پڑگئی ہے کہ کسی محنت کے بغیر خزانہ سے روپیہ اس دعوے کے ساتھ حاصل کرتے ہیں کہ وہ سپاہی ہیں یا عالم ہیں کہ جن کا حق اس خزانے پر ہے یا ان لوگوں میں سے ہیں جن کو بادشاہ خود انعام دیا کرتے ہیں جیسے زہد پیشہ، صوفی شاعر اور دوسرے وہ لوگ جو ملک و قوم کا کوئی کام کیے اور محنت کیے بغیر کسی نہ کسی طرح روزی حاصل کرتے ہیں۔ یہ لوگ دوسروں کے ذرائع آمدنی کو کم کر دیتے ہیں اور ملک و قوم پر بوجھ ہیں"

ترک میں صاحب اقتدار مسلمانوں کی عیاشی کو مولانا سعید احمد اس طرح بیان کرتے ہیں

"سترہویں صدی میں اول سے آخر تک نااہل سلطانوں کا ایک سلسلہ بندھا ہوا نظر آتا ہے، ان میں جو عیش پرست نہیں تھے وہ پرلے درجے کے ظالم و جابر تھے اور جو حرم کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے وہ انتہا سے زیادہ بداطوار تھے، ان کی منظور نظر بیگمات سلطنت کے بڑے بڑے عہدے فروخت کرنے لگیں"[1]

اہلِ اسلام کی جانب سے سامنے آنے والے وہ رویے تھے جو کہ مذہب بیزاری کا سبب بنتے ہیں

مذہب بیزاری اور یہودیت

مذہب سے بیزاری کی ایک وجہ یہودی مذہب کا بھی منفی رویہ ہے جو عوام الناس کو مذہب سے دور کرتا ہے

- **اہلِ یہود کی علم دشمنی**

عیسائی مذہبی پیشواؤں کی طرح اہلِ یہود نے بھی علم کو مذہب کے راستے میں رکاوٹ سمجھ لیا تھا اور علم و تحقیق کا دروازہ بند کرنے کے لیے ہر ممکن اقدامات کیے

معرکہ مذہب و سائنس میں بیان کیا گیا ہے

"مشہور یہودی فلسفی موسیٰ بن میمون نے فلسفہ ابن رشد کو تسلیم کر لیا تھا اور اس کے شاگرد اسے دنیا کے ہر حصے میں پھیلانے جاتے تھے لیکن دفعتہً یہودیوں کے اس طبقے نے کہ جس کا میلان مذہب کی طرف تھا اس فلسفے کی مخالفت زور و شور سے کی۔۔۔ یہودیوں کی جو دینی مجلسیں قائم تھیں انہوں نے میمون کی تصانیف کو آگ میں جلا دیا"[2]

---

[1] مسلمانوں کا عروج و زوال، سعید احمد ایم اے، جید برقی پریس دہلی، 1942ء، ص 147

[2] معرکہ مذہب و سائنس، ص:254

درج بالا عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ محض عیسائی ہی نہیں بلکہ اہلِ یہود کے مذہبی طبقے نے بھی علم و تحقیق کی نفی کی تھی اور علمی مواد کو آگ میں جلانے سے بھی دریغ نہیں کیا

- **یہودیوں کا خواتین کے حوالے سے نظریہ**

یہودی علماء کا خواتین کے حوالے سے متشددانہ اور غیر فطری نظریہ تھا جو کہ مذہب اور مذہبی طبقے سے دور کرنے کا باعث بنا شاہ معین الدین احمد ندوی اس حوالے سے لکھتے ہیں

> "یہودی مذہب جو محض اخلاقی تعلیم کا مبلغ نہیں بلکہ یہودیوں کے لیے ضابطہ حیات ہے، عورت کو اس جرم میں کہ اس نے حضرت آدم علیہم الصلاۃ والسلام کو بہکایا تھا ہمیشہ کے لیے مردوں کا محکوم بنا دیا۔ اور خداوند نے کہا کہ میں تیرے دردِ حمل کو بڑھاؤں گا، تو درد کے ساتھ بچہ جنے گی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہو گی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا (پیدائش باب 3)"[1]

اسلام کی آمد سے قبل باقی مذاہب کی طرح یہودیت میں بھی خواتین کی حق تلفی کی جاتی تھی بلکہ تمام برائیوں کی جڑ عورت کو ہی سمجھا جاتا تھا۔ یہ وہ رویہ ہے جو کہ مذہب سے بیزاری کا ذریعہ بنتا ہے

- **یہودیوں کی شدت پسندی**

عصر حاضر میں یہودیوں کا نمائندہ ملک اسرائیل ہے جو کہ یہودی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا۔ بظاہر 90 لاکھ کی آبادی پر مشتمل یہ چھوٹا سا ملک ہے لیکن یہاں یہودیوں کی شدت پسندی اس طرح دکھائی دیتی ہے کہ کھلم کھلا وہ دیگر ممالک پر قبضے کو اپنے منصوبے کا حصہ بیان کرتے ہیں۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی اس شدت پسندی کو اس طرح بیان کرتے ہیں

> "اسرائیل کی پارلیمنٹ کی پیشانی پر یہ الفاظ کنندہ ہیں 'اے اسرائیل تیری سرحدیں نیل سے فرات تک ہیں' دنیا میں صرف اسرائیل ہی ایسا ملک ہے جس نے کھلم کھلا دوسری قوموں کے ملک پر قبضہ کرنے کا ارادہ عین اپنی پارلیمنٹ کی عمارت پر ثبت کر رکھا ہے۔ کسی دوسرے ملک نے اس طرح اعلانیہ اپنی جارحیت کے ارادوں کا اظہار نہیں کیا ہے۔ اس منصوبے کی جو تفصیل صیہونی حکومت کے شائع کردہ نقشے میں دی گئی ہے، اس کی رُو سے اسرائیل جن علاقوں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے ان میں دریائے نیل تک مصر، پورا اُردن، پورا شام، پورا لبنان، عراق کا بڑا حصہ، ترکی کا جنوبی علاقہ اور جگر تھام کر سنیے مدینہ منورہ

[1] دینِ رحمت، شاہ معین الدین احمد ندوی، مکتبہ قاسم العلوم لاہور، 1967ء، ص:103

تک حجاز کا پورا بالائی علاقہ شامل ہے۔ اگر دنیائے عرب اسی طرح کمزور رہی جیسی آج ہے اور خدانخواستہ دنیائے اسلام کا ردعمل بھی مسجد اقصیٰ کی آتشزدگی پر کچھ زیادہ مؤثر ثابت نہ ہو سکا تو پھر خاکم بدہن ہمیں وہ دن بھی دیکھنا پڑے گا جب یہ دشمنانِ اسلام اپنے ان ناپاک ارادوں کو پورا کرنے کے لیے پیش قدمی کر بیٹھیں"[1]

اس عبارت میں سید ابو الاعلیٰ مودودی کی جانب سے کیا گیا خوف کا اظہار آج چالیس سال گزرنے کے ساتھ ساتھ ثابت ہو رہا ہے اور اسرائیل کی جانب سے شدت پسندی میں بھی بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔ اور یہی وہ شدت پسندانہ رویہ ہے کہ جو کہ مذہب بیزاری کا سبب بنتا ہے

اس مبحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مندرجہ بالا ظلم، انتہاپسندانہ رویہ اور مذہب کی غلط تشریح نے مذہب بیزار افراد کی پوری کی پوری نسلیں کھڑی کر دیں جو آج بھی یہی ذہنیت رکھتی ہیں کہ مذہب کسی دقیانوسی چیز کا نام ہے جس کا علم و تحقیق سے کوئی تعلق نہیں ہے، ایک خاص طبقے کی مذہب پر اجارہ داری ہے جس کی تشریح محض وہی طبقہ کر سکتا ہے اور آج اسی ذہنیت کے حامل افراد استہزائے مذہب میں پیش پیش ہوتے ہیں۔

یہ تھے وہ مذہب بیزار معاشرہ وجود میں آنے کے اسباب جو استہزائے اسلام کا سبب بنتے ہیں

[1] یہودیت قرآن کی روشنی میں، سید ابو الاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، 1985ء، ص305

مبحث چہارم: مذہبی تعصب اور استہزائے اسلام

استہزائے اسلام کا ایک سبب وہ مذہبی تعصب بھی ہے جو کہ مختلف مذاہب کی جانب سے اسلام کے حوالے سے روا رکھا جاتا ہے

اس مبحث میں اُن عناصر کا تذکرہ کیا جائے گا جو کسی نہ کسی مذہب سے تعلق رکھنے کے باوجود استہزائے اسلام کی سرگرمیوں میں ملوث ہوتے ہیں، یہاں دنیا میں موجود تین بڑے مذاہب عیسائیت، یہودیت اور ہندومت کے متعصب پیروکار کی جانب سے اسلام کے استہزا کی سرگرمیوں کا تذکرہ کیا جائے گا۔

عصبیت کا مفہوم

نبی مہرباں ﷺ نے عصبیت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا

((عن عباد بن كثير الشامي، عن امرأة منهم يقال لها فسيلة، قالت: سمعت أبي يقول، سألت النبي صلى الله عليه وسلم، فقلت: يا رسول الله أمن العصبية أن يحب الرجل قومه؟ قال: «لا، ولكن من العصبية أن يعين الرجل قومه على الظلم»))[1]

"فسیلہ نامی خاتون اپنے والد سے روایت کرتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ! ﷺ کیا یہ بات بھی عصبیت میں شامل ہے کہ انسان اپنی قوم سے محبت کرے؟ نبی ﷺ فرمایا نہیں، عصبیت یہ ہے کہ انسان ظلم کے کام پر اپنی قوم کی مدد کرے"

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کسی بھی فرد کا اپنی قوم سے محبت کرنا بالکل فطری امر ہے اور یہ عصبیت کے ضمرے میں نہیں آئے گا لیکن اگر انسان ظلم کے معاملے میں اپنی قوم کے ساتھ تعاون کرے تو یہ عصبیت کہلائے گی، یہی وجہ ہے کہ دنیا میں مختلف اقوام عصبیت کے نشے میں ملوث ہوتی ہیں اور محض عصبیت کی وجہ سے اپنی قوم کی مدد کرتی ہیں

عیسائی تعصب اور استہزائے اسلام

عیسائی تعصب کی بنیاد پر اسلام کا استہزا کرنے کی تاریخ بہت پرانی ہے، نویں صدی عیسوی میں اس حوالے سے ایک منفرد تحریک کا آغاز کیا گیا جسے تحریک شماتتِ رسول ﷺ کا عنوان دیا گیا

---

[1] سنن ابن ماجه، ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، دار إحياء الكتب العربية، مصر، 1402ھ، كتاب الفتن، باب العصبية، صحيح، حديث:3949، ص:2/ 1302

عیسائیوں کی تحریکِ شماتتِ رسول ﷺ

استہزائے رسول ﷺ کے باب کے تحت اندلس میں چلنے والی تحریک شماتت رسول ﷺ کا تذکرہ نہ کیا جائے تو ناانصافی ہو گی، اندلس میں عیسائی کے پادریوں کی طرف سے ایک منفرد تحریک کا آغاز کیا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ نبی مہرباں ﷺ ، قرآن اور اسلام کا استہزا کیا جائے اور کھلے عام مذاق کا نشانہ بنایا جائے، اس عمل کے بعد مسلمان حکمرانوں کا ردعمل اک یقینی امر تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دشمنان اسلام کو اس وقت بھی یہ یقین تھا کہ مسلمان 'استہزا کے معاملے پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرتے اور یہ یقین آج بھی اتنا ہی پختہ ہے۔ اس تحریک کا آغاز نویں صدی میں عبد الرحمٰن دوم کے دور حکومت میں اس وقت ہوا جب قرطبہ کے ایک راہب یولوجیس نے یہ فلسفہ پیش کیا کہ وہ عیسائیوں میں زیادہ نیک متصور ہو گا جو اسلام اور اس کے پیغمبر پر سب و شتم کرے گا اور اس کے نتیجے میں مسلم حکمرانوں کے ہاتھوں مارا جائے گا جس سے اس کی روح پاک ہو جائے گی اور عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام کی طرح شہادت کا رتبہ حاصل کرے گا۔

ہارلوڈ لیور مور نے اپنی کتاب میں اس تحریک کے آغاز اور بانی تحریک کا ذکر کیا ہے

> "In 850 a Cordobese priest was beheaded for public disrespect to the Prophet and in the following year a number of mozarabs inspired by the priest Eulogius deliberately set themselves to gain the palm of martyrdom"[1]

”قرطبہ کے اس پادری (یولوجیئس) نے 850ء میں سر عام پیغمبر اسلام ﷺ کی گستاخی اور بے ادبی کی تحریک کا آغاز کیا اور بے شمار لوگوں نے اس سے متاثر ہو کر اپنے آپ کو شہادت کے مرتبے پر فائز کیا"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گستاخی کرنے والا فرد جب اپنی جان سے چلا جاتا تھا تو وہ شہید متصور ہوتا تھا، اس تحریک کا تفصیلی نقشہ کھینچتے ہوئے مولانا ریاست علی ندوی اپنی کتاب "تاریخ اندلس" میں لکھتے ہیں

> "ایک دوسرا پادری آئزک سامنے آیا ، یہ قاضی کی عدالت میں حاضر ہوا کہ وہ اسلام قبول کرنا چاہتا ہے ۔ جیسے ہی اس کو مسلمان کرنے کے لیے دینی عقائد اس کے سامنے بیان کیے جانے لگے تو اس نے اسلام پر سب و شتم شروع کر دیا، قاضی کے لیے برداشت کرنا دشوار ہو گیا۔ اس نے ایک طمانچہ مار کر کہا کہ جانتا ہے اسلام میں اس کی سزا قتل ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ جان بوجھ کر یہاں آیا ہے اس لیے کہ خدا فرماتا ہے

---

[1] A History of Spain, Harold Livermore, George Allen and Unwin London, 1966, P 77

کہ مبارک ہیں وہ لوگ جو دین داری کے لیے ستائے جاتے ہیں۔ آسمان کی بادشاہت ان ہی کے لیے ہے۔ آئیزک نے اپنے جرم کی سزا پائی اور مسیحی اولیاء کی صف میں ایک دوسرے ولی کا اضافہ ہوا"[1]

آئیزک پادری کے اس فعل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس تحریک کے کارکنان اپنے عقیدے کے ساتھ کس قدر یکسو تھے کہ موت کو گلے لگا لیا کرتے تھے۔ بنیادی طور پر ایسی تحاریک کا ظہور کسی مذہب کی طرف سے ممکن ہی نہیں ہے بلکہ یہ چند شدت پسند اور متعصب قسم کے لوگ تھے جو اس تحریک میں شامل ہوئے تھے اس تحریک کی بدولت در جنوں پادریوں نے اپنی جانیں گنوائیں جن میں سے پادری پر فیکٹس Perfeectus، سینکو Sancho آئزک Isaac, کے نام مشہور ہیں چند عیسائی پادریوں کی جانب سے چلائی جانے والی یہ شدت پسندانہ تحریک بالآخر زیادہ عرصہ اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکی ،کچھ سمجھدار اور دور اندیش پادریوں نے موقعے کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے ایک بڑا مذہبی جلسہ منعقد کیا، جس میں تمام بڑے بڑے پادریوں نے شرکت کی اور ایک مشترکہ اعلامیہ جاری کیا جس کا لب لباب یہ تھا کہ جو لوگ اب تک اس تحریک میں مارے جا چکے ہیں وہ تو شہید اور شاہِ ولایت سمجھے جائیں گے۔ لیکن جو عیسائی اس کے بعد اس طرح کے فعل کا مرتکب ہوگا وہ گناہ گار سمجھا جائے گا۔ اس طرح اس عجیب اور منفرد تحریک کا خاتمہ ہوا۔

مولوی عماد الدین لاہز[2] نامی ایک اور متعصب عیسائی نے نبی ﷺ کی گستاخی کرنے کے لیے کتاب کا سہارا لیا، اس نے انیسویں صدی کے آغاز میں بالخصوص نبی ﷺ کے استہزا کے حوالے سے چند کتب لکھیں جن کے عنوان ہی "تواریخ محمدی، تعلیم محمدی" تھا۔

تواریخ محمدی میں لکھتے ہیں

> "کسی وقت اگر محمد صاحب بھوکے پیاسے ہوں تو جس کا چاہیں کھانا پانی لیکر کھالیں اگرچہ وہ غریب و محتاج کیوں نہ ہو شاید یہاں تک محتاج ہو کہ وہی روٹی اور پانی اس کے پاس تھا اگر یہ کھانا حضرت کھالیں تو وہ یا اس کے بال بچے ضرور مر جائیں گے، اس صورت میں بھی کچھ پرواہ نہیں اگرچہ وہ اور اس کے بال بچے مر جائیں پر محمد صاحب وہ کھانا ضرور کھالیں تاکہ حضرت بچیں بدلیل اس آیت کے "نبی بہتر ہے مسلمان لوگوں میں ان کی جانوں سے"[3]

---

[1] تاریخ اندلس، ریاست علی ندوی، حاجی حنیف اینڈ سنز لاہور، جنوری 2003ء، ص380

[2] عماد الدین لاہز ایک اسلامی مصنف، مبلغ اور قرآنی مترجم تھا جو کارل گوٹلیب فینڈر کی تعلیمات سے متاثر ہو کر اسلام چھوڑ کر مسیحی ہو گیا تھا، 1830ء کی پیدائش اور 1900ء میں وفات پائی

[3] تواریخ محمدی، عماد الدین لاہز ڈی-ڈی، وکیل ہندوستان پریس امرتسر، 1880ء، ص:181

اس طرح کے اعتراضات سے یہ کتب بھری پڑی ہیں جس میں محض گستاخی اور بدتمیزی کے رویہ کے سوا کچھ موجود نہیں ہے

علامہ جی ایل ٹھاکر داس[1] نے اپنی کتاب میں مسیح علیہم الصلاۃ والسلام اور محمد ﷺ کا موازنہ کیا ہے، یہ موازنہ اگر علمی بنیادوں پر ہوتا تو کوئی بات ہوتی لیکن اس کتاب میں صراحت کے ساتھ نبی ﷺ کا استہزا کیا گیا ہے، ویسے تو مختصر سی اس کتاب میں ہر صفحے پر استہزائے رسول ﷺ موجود ہے لیکن یہاں صرف ایک اقتباس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے

حرص دنیا کے حوالے سے موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"جناب مسیح میں حرصِ دنیا ناپید ہے، جب شیطان انہیں دنیا کی ساری بادشاہتیں اور ان کی ساری شان وشوکت دکھلاتا ہے اور سجدہ کرنے کے وعدہ پر سب کچھ انہیں دیتا ہے تو حرص دنیاوی ان میں نہیں بھٹکتی، ان کے مقابلے میں حرصِ دنیاوی بانی اسلام میں یہ صورت رکھتی ہے کہ دین کے بھیس میں دنیا پر مسلط ہونا بالکل صاف نظر آتا ہے اور اس میں یہ بات بھی پائی جاتی ہے کہ اس معاملہ میں آپ جس طرح پہلے ظاہر ہوئے اس ظہور پر قائم نہ رہے، مگر طمع دنیاوی نے آخرکار اپنا ظہور دکھایا۔ مثلا آپ کا جنگ اور لڑائیاں مارنی اور اپنے پیروؤں کو بھی یہی شوق دلانا اس کے شاہد ہیں۔ بالفعل معلوم ہوا کہ حضرت محمد میں یہ حرص بڑھتی گئی اور لڑائیاں اور فساد کرنے کا حکم آتا گیا۔ لڑائیوں کے فوائد اور ثواب بیان کرکے اس شوق کو خوب ظاہر کیا، اس کو ایمانداری کی علامت بتلایا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ عرب کے بادشاہ بن گئے "[2]

سیرت المسیح والمحمد کے عنوان سے لکھی گئی اس کتاب میں کیے گئے موازنے سے ہی عیسائی تعصب دکھائی دے رہا ہے جبکہ اسلام اپنے ماننے والوں کو تمام انبیاء کرامؑ کے احترام کی تعلیم دیتا ہے، نہ تو کسی نبی یا رسول سے موازنے کی ترغیب دیتا ہے اور نہ ہی اسے پسند کیا گیا ہے

علامہ جی ایل ٹھاکر داس نے ہی ذنوبِ محمدیہ کے نام سے ایک اور کتابچہ لکھا ہے جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نعوذ باللہ نبی ﷺ گناہ گار تھے اور گناہ کرنے کے عادی تھے۔ لکھتے ہیں

---

[1] علامہ جی ایل ٹھاکر داس پہلے ہندو تھے بعد ازاں عیسائی پادری بن گئے، اسلام کے حوالے سے کتب تحریر کرکے شہرت حاصل کی، 1902ء میں وفات ہوئی

[2] سیرت المسیح والمحمد، علامہ جی ایل ٹھاکر داس، وکیل ہندوستان پریس امرتسر 1886ء، ص:10

"قرآن کے مطالعے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کا مال لوٹ لینا، جو حضرت محمد کو نہ مانے اس کو قتل کرنا، غیروں کی عورتوں کا لالچ کرنا، قسم توڑدینا، بدلہ لینا اور کعبہ پرستی۔ حضرت محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جب ایسے کام کرتے اور کرواتے تھے تو ان سے خدا کرواتا تھا اور اس لیے ایسے گناہوں کی معافی مانگنے کی بھی آپ پرواہ نہ رکھتے ہوں گے۔ ایسے کاموں کو اپنی انسانی ذات کی کمزوری نہیں بلکہ مردانگی سمجھتے تھے اور استغفار صرف ذنوب وضال کے لیے کرتے تھے"[1]

ڈاکٹر ایڈورڈ سیل صاحب کی کتاب "The Historical Development of the Quran" کا اردو ترجمہ منشی محمد اسماعیل نے "کشف القرآن" کے نام سے کیا ہے۔ اس مختصر سی کتاب میں بظاہر تو قرآنی آیات کے شانِ نزول کے ذریعے سے نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی حیات مبارکہ کو بیان کیا گیا ہے لیکن کتاب کے مطالعے کے بعد یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ دراصل اس کتاب میں استہزائے اسلام اور استہزائے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی کوشش کی گئی ہے اور بالخصوص نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی شخصیت کا موازنہ عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام کی شخصیت سے کیا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل اقتباس اس کو ثابت کرنے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں

"اس سے سات آٹھ سال بیشتر جب مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ گئے اور یہود و نصاریٰ اور بت پرست عربی اقوام سے سابقہ پڑا اس وقت آنحضرت نے مسلمانوں کو ایک عمدہ نصیحت کی اور فرمایا کہ لا اکراہ فی الدین یعنی زور نہیں دین کی بات میں، لیکن اب آپ اس کو بھی فراموش کر بیٹھے، اس وقت آنحضرت کا اور ہی ڈھنگ تھا۔ بدرجہ کمال زبردستی ہونے لگی جس کو عمل میں لانا اور اس کی تعلیم دینا صرف کسی فتح مند اور صاف اقتدار شخص کا کام ہے۔ جب آپ کو یہ رتبہ حاصل نہ تھا اس وقت آپ ایک بھگوڑے واعظ کی حیثیت میں اس پر قادر نہ تھے لیکن اب تو مدت سے فتح مندی کے نشے نے آپ کی ضمیر کی آنکھوں میں خاک ڈال کر اسے جلا وطن چھوڑا تھا۔ اب آنحضرت قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے تھے اور چلتے چلتے اپنے مؤمنین کو تمام جہان سے لڑنے اور قتال کرنے کا حکم ورثہ میں دے گئے۔ خواہ مخواہ ایک اور دینی پیشوا کا آنحضرت سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے جس نے اپنے شاگردوں کے فرمان کی تعمیل بھی نہایت سرگرمی اور عجیب طور سے کی۔ اہلِ عرب ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار لیکر شہر جو جلاتے اور وہاں کے مظلوم باشندوں میں اسلام کی اشاعت بزورِ شمشیر کرتے تھے، لیکن مسیح کے رسول

[1] ذنوبِ محمدیہ، علامہ جی ایل ٹھاکر داس، وکیل ہندوستان پریس امرتسر، 1905ء، ص:18

رومی سلطنت کی اخلاقی تاریکی میں نہایت حلم اور عدیم المثال نور ہدایت کی طاقت سے شائستگی کی بنیاد رکھتے اور قومی اور خانگی زندگی کے ناپاک سوتوں اور سرچشموں کو پاک وصاف کرتے تھے "[1]

یہ وہی بغض و تعصب ہے جو عیسائیوں کے اندر مسلمانوں کے لیے پایا جاتا ہے جس کے سبب وہ عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام اور نبی ﷺ کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں

نبی ﷺ کے غزوات کے حوالے سے ہر دور میں تنقید کی گئی ہے لیکن یہ تنقید کی آڑ میں استہزا کی صورت ہوتی ہے علامہ کینن[2] نے خاص طور پر جنگ بدر اور احد کے حوالے سے ایک کتاب مرتب کی ہے جس میں غزوہ بدر سے پہلے ہونے والے معرکوں کا احوال بیان کرتے ہوئے علامہ لکھتے ہیں

" تین حملوں کے بعد چوتھے حملے میں ایک عربی سردار کا پیچھا کیا گیا، وجہ یہ تھی کہ وہ قریش سے دوستی رکھتا تھا لیکن جن ناپسند باتوں کے الزام اس پر لگائے گئے تھے اس کا کوئی ثبوت نہیں دیا گیا، پھر اور حملے بھی کیے گئے جن میں آنحضرت کے بعض مریدانِ راسخ الایمان سپہ سالار تھے، یہ محض ڈاکو اور لٹیروں کے گروہ تھے جن میں صرف مہاجرین ہی تھے اور انصار ایک بھی نہ تھا۔ یہ اہلِ مکہ کے مالدار قافلوں کو لوٹنے کے لیے بھیجے جاتے تھے "[3]

ایک اور عیسائی مبلغ ہینزی اسمتھ اپنی کتاب میں لکھتا ہے

"There in were comprised twelve thousand lies and the rest was truth …there is no evidence to prove Mahomet a true prophet ; many prove him to be a false prophet, and blasphemous, and presumptuous; and his religion to be a wicked, carnal, absurd, and false religion, proceeding from a proud .spirit, and human, subtle, and corrupt invention, and even from the devil, the crafty father of lies, a murderer and man-killer from the beginning" [4]

---

[1] کشف القرآن، ڈاکٹر ایڈورڈ سیل، مترجم: منشی محمد اسماعیل، وکیل ہندوستان پریس امرتسر، 1902ء، ص:32

[2] علامہ کینن ایڈورڈ سیل 24 جنوری 1839ء کو برطانیہ میں پیدا ہوئے، عیسائی مستشرق کی حیثیت سے اسلام مخالف تحاریر کے ذریعے شہرت حاصل کی، 15 فروری 1932ء کو بنگلور انڈیا میں وفات پائی

[3] جنگِ بدر و جنگِ احد، علامہ کینن ایسل، مترجم: پروفیسر محمد اسماعیل ایم-اے، ارفن اسکول پریس کلکتہ، 1919ء، ص:40

[4] The works of Henry Smith: including sermons, treatises, prayers, and poems, Smith Henry, Edinburgh: J. Nichol, 1866, P:412

"قرآن میں صرف 12000 جھوٹ ہیں باقی سب سچ ہیں۔۔۔ماہومت کے سچے نبی ہونے کے بارے میں کوئی شہادت نہیں ہے جبکہ اس کے جھوٹے نبی، اہانت کنندہ اور حد سے زیادہ خود اعتماد ہونے کی کئی ہیں ۔اسی طرح سے اس کے مذہب کے گندے، ظالم، مضحکہ خیز اور جھوٹے ہونے کے بارے میں بھی ہیں، جو شیطان کی اعانت سے ایک مغرور روح کی، انسانی، خام اور بد عنوان ایجاد ہے، وہ جھوٹ گھڑنے والوں کا باپ، قاتل اور ابتدا سے انسان کُش تھا"

یہ انیسویں صدی میں لکھی گئی کتب کے حوالے تھے کہ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عصر حاضر میں ہی نہیں بلکہ تاریخ کے ہر دور میں جو بھی ذریعہ میسر آیا اسے استہزا کے لیے استعمال کیا گیا اور اس کا ایک سبب مذہبی تعصب تھا کہ جس نے محض اپنے مذہب اور اپنے پیغمبر کی برتری ثابت کرنے لیے اسلام کی تعلیمات پیغمبرِ اسلام کا مذاق اُڑایا
عصرِ حاضر میں عیسائی تعصب کی بنیاد ہونے والے استہزا کا اگر جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ریت ابھی تک باقی ہے اور یہ رسم بھی مختلف عنوان سے جاری وساری ہے
جوہن جوزپ سانڈرز ایک برطانوی تاریخ دان تھے اور نیوزیلینڈ کی سینٹیبری یونیورسٹی میں لیکچرر رہے ہیں، جوزپ مسلمانوں کے حوالے سے عیسائی دشمنی اور بغض وعناد کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھتے ہیں

> "Yet it would be idle to deny that the Arab prophet has never been viewed with sympathy and favour by Christians whose ideal has naturally been the milder and purer figure of Jesus. The losses which Islam inflicted on Christendom and the propaganda disseminated during the Crusades were not conducive to an impartial judgment, and down almost to recent times Muhammad has been portrayed in controversial literature as a lying deceiver and a shameless lecher" [1]

"اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ پیغمبر عربی کو عیسائیوں نے کبھی ہمدردی اور توجہ کی نظر سے نہیں دیکھا، جن کے لئے حضرت عیسیٰ کی ہستی ہی شفیق و آئیڈیل رہی ہے۔ صلیبی جنگوں سے آج تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو متنازعہ حیثیت سے ہی پیش کیا جاتا رہا اور ان کے متعلق بے سروپا حکایتیں اور بے ہودہ کہانیاں پھیلائی جاتی رہیں"

اس کا ایک ثبوت 14 ستمبر 2006ء کو اس وقت سامنے آیا جب عیسائیوں کے روحانی پیشوا پوپ بینیڈکٹ نے جرمنی کی ایک یونیورسٹی جینس برگ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام جنگ اور جہاد کا حامی ہے اور دنیا میں مذہبی انتہا پسندی کو

[1] A History of Medieval Islam, J.J. Saunders, Routledge and Kegan Paul Ltd, London, 1965, P:35

فروغ دے رہا ہے۔ انھوں نے اپنے اس الزام کی تائید میں چودھویں صدی کے بازنطینی بادشاہ مینول دوم (Emmanuel II) کا درج ذیل قول نقل کیا:

> "Show me just that Mohammad brought that was new, and there you will find things only evil and inhuman, such as his command to spread by the sword the faith he preached" [1]

"مجھے دکھاؤ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کیا نئی چیز پیش کی ہے۔ اس میں تم برائی اور انسانیت کے خلاف باتوں کے علاوہ اور کچھ نہیں پاؤ گے، مثلاً تلوار کے ذریعے اسلامی عقیدے کو پھیلانے کا ان کا حکم۔"

اتنے بڑے مذہبی راہنما اور بازنطینی بادشاہ کے یہ بیانات جن کے الفاظ ہی اسلام سے کینہ وعداوت کو ظاہر کررہے ہیں، اور عوام کو بھی اسلام دشمنی کا پیغام دے رہے ہیں۔

یہی وہ رویہ ہے جو اپنی انتہا کو پہنچ کر استہزاء اسلام کا سبب بنتا ہے،

امریکی ریاست فلوریڈا کے ایک چرچ میں 21 مارچ 2011ء کو امریکی پادری ٹیری جونز نے 30 افراد کے سامنے اپنے دوست پادری وائن ساپ کے ساتھ ملکر قرآن کو نذر آتش کردیا، ٹریبیون سمیت مختلف اخبارات نے اس خبر کو شائع کیا۔

> "GAINESVILLE,FLORIDA: A controversial US evangelical preacher on Sunday oversaw the burning of a copy of the Quran in a small Florida church after finding the Muslim holy book “guilty” of crimes" [2]

اس کے مطابق قرآن ہی تمام جرائم کا قصوروار ہے، اس نے پہلے چرچ میں قرآن کے خلاف عدالت لگائی اور پھر جیوری نے آٹھ منٹ تک غور وخوض کے بعد اس کتاب کو تمام جرائم کا مجرم قرار دیا، اس دوران قرآن کو مٹی کے تیل میں ڈبوئے رکھا اور پھر آگ لگادی، اس کا کہنا تھا کہ "میں نے ستمبر میں مسلمانوں کو خبردار کیا تھا کہ وہ اپنی کتاب کی حفاظت کرلیں لیکن مجھے کوئی جواب نہیں ملا اس لیے میں نے قرآن کو سزا دی ہے"

عیسائی مذہبی راہنما تعصب میں اتنا آگے بڑھ گئے کہ خود ہی مدعی بن کر الزام عائد کیا اور پھر اور خود ہی منصف بن کر فیصلہ دے ڈالا، یہ روش ہے روشن خیال اور اعتدال پسندوں کی، اور یہی نہیں بلکہ اس نے اسلام کی دشمنی میں ایک کتاب بھی لکھ ڈالی جس کا عنوان تھا "Islam is of the Devil" "اسلام ایک شیطانی مذہب ہے، 166 صفحات پر مشتمل یہ کتاب کرئیشن ہاؤس نے 2010ء میں شائع کی تھی

---

[1] The Sunday Times of India, New Delhi, September 15, 2006, P 29

[2] https://tribune.com.pk/story/135836/quran-burnt-in-florida-church/ Accessed on 6-6-19, 19:24

اسی طرح اسلام دشمنی کو آزادئ اظہارِ رائے کے لبادے میں پیش کرتے ہوئے ہالینڈ کی پارلیمنٹ کے ایک ممبر جیرٹ وایلڈرس نے اسلام اور قرآن کے خلاف ایک فلم بنائی ہے اور اب وہ انٹرنیٹ پر دکھائی جارہی ہے۔ اس بدباطن عیسائی سے جب پوچھا گیا کہ اس نے یہ فلم کیوں بنائی ہے تو اس نے کہا:

"Islam and Quran are part of fascist ideology that wants to kill everything we stand for in modern western democracy " [1]

"اسلام اور قرآن دونوں ایک فاشسٹ نظریہ کے حصّے ہیں اور وہ ہر اس چیز کو تباہ و برباد کر دینا چاہتے ہیں جس کو ہم جدید مغربی جمہوریت میں عزیز رکھتے ہیں اور اس کے علم بردار ہیں"

13 نومبر 1969ء کو صومالیہ میں پیدا ہونے والی ایان ہرسی علی استہزائے اسلام میں پیش پیش رہتی ہے، بیک وقت یہ ہالینڈ امریکہ کی شہری ہے اور اسلام سے مرتد ہو جانے کے بعد اس نے عیسائیت قبول کرلی ہے، اس نے مندرجہ ذیل کتب لکھی ہیں

1- Heretic: Why Islam

2- Nomad from Islam

3- Infidel: My life

4- The caged virgin

5- Atheistic Manifest

اپنی کتاب The caged virgin میں لکھتی ہیں

"The Koran is not a great book; it is reactionary and full of misogyny. The Byzantine emperor’s analysis was correct: Muhammad spread his faith by the sword" [2]

"قرآن کوئی عظیم کتاب نہیں ہے بلکہ یہ ایک ردعمل کی کتاب ہے جو کہ مکمل زن بیزاری پر مشتمل ہے، بازطینی امپائر کا تجزیہ درست تھا کہ محمد نے تلوار کے زور پر اپنا عقیدہ پھیلایا ہے"

اس تبصرے میں بھی قرآن کا استہزا اور عیسائی عصبیت دکھائی دیتی ہے

اور اس کتاب کے صفحہ نمبر 2 پر اس کتاب اور مصنف کی تعریف کرتے ہوئے لکھا گیا ہے

---

[1] سنڈے ٹائمز لندن، بحوالہ دی ٹائمز آف انڈیا نئی دہلی، (ٹائمز گلوبل)، ۲۴ مارچ 2008ء، ص:22

[2] Ayaan Hirsi Ali, The Caged virgin, Free Press New York, 2004, P:160

"She is urging the Islamic world to take a look at itself. What Islam needs, she feels, is a swift dose of 18th -century enlightenment. It's time to put down the Koran and pick up Voltaire" [1]

"وہ اسلامی دنیا پر زور دیتی ہیں کہ اپنے آپ پر غور کرو کہ اسلام کو کس چیز کی ضرورت ہے؟ وہ محسوس کرتی ہیں کہ اسلام کو اٹھارویں صدی کی روشن خیالی کی تیز رفتار خوراک کی ضرورت ہے اور وقت آگیا ہے کہ قرآن کو نیچے رکھا جائے اور مذہبی اصولوں کا مذاق اڑایا جائے"

یہ اقتباسات محض عیسائی تعصب اور اسلام دشمنی پر محیط ہیں جسے علم اور تحقیق کی بنیاد پر جواب کے قابل قرار نہیں دیا جاسکتا

یہودی تعصب اور استہزائے اسلام

یہودی ہونے کی بناء پر جو تعصب کیا جاتا ہے وہ بھی ایک استہزائے اسلام کا سبب بنتا ہے

گولڈ زیہر نامی مستشرق یہودی تعصب کی بناء پر نبی ﷺ کے استہزا میں بہت ہی آگے بڑھ گیا تھا، بظاہر تحقیق کے نام پر اسلامی تعلیمات کو بالعموم اور نبی ﷺ کی ذات کو بالخصوص اپنے قلم کے ذریعے نشانہ بنایا ہے۔ وہ لکھتا ہے

"He brought the sword into the world; he did not merely "smite the earth with the rod of his mouth, and with the breath of his lips slay the wicked" The trumpet of war he sounded was real enough. Real blood clung to the sword he wielded to establish his realm. An Islamic tradition asserts that in the Torah Muhammad is given the epithet "Prophet of Struggle and War. "This is a correct assessment of his career" [2]

"وہ اس دنیا میں تلوار لیکر آیا، اس نے نہ صرف اپنے منہ کی چھڑی سے ہی زمین کو مار ڈالا بلکہ ہونٹوں کی سانسوں سے ہر بد کردار کو مار ڈالا، اس نے جنگ جو بگل بجایا وہ درحقیقت کافی تھا، حقیقی خون اس کی تلوار سے لٹک رہا تھا جو اس نے اس مقصد سے پھیلا رکھی تھی تاکہ وہ اپنے دائرہ کار کو قائم رکھے۔ ایک اسلامی روایت اس بات پر مصر ہے کہ تورات میں محمد کو "جدو جہد اور جنگ کا نبی" جیسا معیوب نام دیا گیا ہے اور یہ دراصل اس کے روزگار زندگی کا درست تجزیہ ہے"

یہ اقتباس محض ایک کتاب تک ہی محدود نہیں بلکہ اس کے ذریعے سے ایک مکمل بیانیہ وجود میں آتا ہے جو دنیا کے سامنے نبی ﷺ کی ذات کو ایک ظالم و جابر جنگجو کے طور پر پیش کرتا ہے، ایک ایسی شخصیت کہ جس نے تلوار کے زور سے دنیا پر

[1] The Caged virgin, P:2

[2] Introduction to lslamic Theology and Law, Ignaz Goldziher, Translated by Andras and Ruth Hamori, Princeton University Press, Princeton, New Jersey, 1982, P:23

قابو پالیا تھااور آج بھی اس کے پیروکار اسی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اس پُر امن دنیا کو دہشت گردی کی آگ میں دھکیلتے ہوئے اپنی رٹ قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں

اسی بیانیے کو ترویج دیتے ہوئے ٹویٹر پر ایک اور یہودی علامہ خیام المرئی اپنی ٹویٹ میں لکھتے ہیں کہ " پہلی صدی ہجری اور دوسری صدی ہجری کے اوائل میں محمد اور عرب فاتحین کے جتنے انڈیپنڈنٹ اور آزاد ذرائع سے شواہد ملتے ہیں، ان میں محمد کا ذکر ایک خونریز عرب مذہبی وار لارڈ کے طور پر ملتا ہے"[1]

> اعظم ہاشمی اپنے سفر نامہ ہجرت میں ایک جلسے کا حال لکھتے ہیں کہ ایک یہودی نے بخارا کی مسجد میں تقریر کرتے ہوئے کہا!" پردہ مردوں کے ظلم کی نشانی ہے۔ اب عورتیں آزاد ہو گئیں ہیں۔ وہ دفتر میں نوکری کر سکیں گی۔ فرغانہ کے غیور باشندے اس حقیقت کو پا چکے ہیں۔ ان کی عورتیں آزادی کی نعمت سے بہرہ مند ہو چکی ہیں۔ نکاح اور طلاق کا جھنجھٹ اب باقی نہیں رہا۔ وہ مردوں کے ظلم سے آزاد بڑے آرام وسکون کی زندگی بسر کر رہی ہیں"[2]

بظاہر عورت کے حقوق اور اُن کی آزادی کی کا مطالبہ کیا جاتا ہے لیکن ساتھ ہی اسلامی تعلیمات کا استہزا بھی اُڑایا جاتا ہے نکاح اور طلاق کو جھنجھٹ کہنا اور سمجھنا بذات خود اسلام کے عائلی نظام کا مذاق اُڑانے کے مترادف ہے

محمد متین خالد یہودیوں کی جانب سے استہزا کی ایک اور مثال بیان کرتے ہیں

> "جولائی 1997ء کے پہلے ہفتے میں ایک یہودی عورت نے دانستہ دیواروں پر ایسے پوسٹر چسپاں کیے جس میں نبی ﷺ اور قرآن کی بے حرمتی کی گئی تھی، یہ پوسٹر انتہائی دل آزار تھا جس کے چسپاں ہوتے ہی فلسطینی مسلمانوں میں شدید اضطراب پھیل گیا۔۔۔امریکہ میں مقیم یہودیوں نے یک آوازاعلان کیا کہ الخلیل میں جس یہودی عورت نے نبی پاک ﷺ کے بارے میں دل آزار پوسٹر چسپاں کیے وہ درست اور حقیقت پر مبنی تھے۔ نیویارک سے شائع ہونے والے معروف یہودی ہفت روزہ "دی جیوش ویک" (The Jewish Week) نے 11 جولائی 1997ء کے شمارے میں اس ملعون عورت کے حق میں ایک طویل اداریہ تحریر کرتے ہوئے اسے اسرائیل اور عالمی یہودیوں کی "مجاہدہ" کے لقب سے یاد کیا اور اس کی حوصلہ افزائی کی"[3]

[1] https://twitter.com/KhayamMa Accessed on 2-2-19, 8:29

[2] اعظم ہاشمی، سمرقند و بخارا کی خونی سرگزشت، مکتبہ اردو ڈائجسٹ، 1969 لاہور، ص 337

[3] آزادی اظہار، اسلام کے خلاف مغرب کا فکری حربہ، محمد متین خالد، علم و عرفان پبلشر، لاہور، 2013ء، ص:132

اس اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیت میں یہودی تعصب اتنا ہے کہ غلط کو غلط کہنے کے بجائے محض یہودی عصبیت کی بنیاد پر ایسے مستہزئین کو مجاہدہ کالقب دیا گیا ہے، اس طرح کی حرکات محض اسلام دشمنی کی وجہ سے سامنے آتی ہیں ان کا آزادئ اظہار رائے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا

روزنامہ نوائے وقت میں 14 فروری 2012ء کو یہ خبر شائع ہوئی

مقبوضہ بیت المقدس (ثناء نیوز) اسرائیلی ذرائع ابلاغ کے مطابق ایک انتہا پسند یہودی ٹولے نے مقبوضہ مشرقی القدس کی بیت صفافا کالونی کے ایک سکول کی دیوار پر عربوں اور مسلمانوں کے خلاف عبارات کے ساتھ ساتھ محسن کائنات، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی گستاخانہ عبارات لکھ ڈالیں۔ اسی سکول کی دیواروں پر ایک ہی ہفتے کے دوران ایسے دوسرے واقعہ کے بعد علاقے کے مسلمانوں میں غم و غصے کی شدید لہر دوڑ گئی ہے۔ مرکز اطلاعات فلسطین کے مطابق عبرانی روزنامے معاریف کے انٹرنیٹ ایڈیشن میں واضح کیا گیا ہے کہ سکول کی دیوار پر ایسے نعرے درج کیے گئے ہیں، جس سے اللہ کے آخری نبی کی شان میں گستاخی کا پہلو نمایاں ہوتا ہے"[1]

اس خبر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودی انتہا پسندی اور تعصب میں پیغمبرِ اسلام کے استہزا سے بھی پیچھے نہیں رہتے

ہندو تعصب اور استہزائے اسلام

عصر حاضر میں ہندو تعصب کی بنیاد پر بھی استہزائے اسلام کی مختلف سرگرمیاں سامنے آتی ہیں، اس میں عوام ہی نہیں بلکہ خواص بھی شامل ہیں

10 اپریل 2020ء کو روزنامہ خبریں میں یہ خبر شائع ہوئی کہ "دبئی میں ایک بھارتی شہری کی جانب سے اسلام کے خلاف توہین آمیز پوسٹ لگانے کا معاملہ سامنے آیا ہے۔ گلف نیوز کے مطابق راکیش بی کٹومار تھ معروف فرم ایمرل سروسز میں ٹیم لیڈر کے طور پر ذمہ داریاں نبھا رہا ہے۔ بھارتی ریاست کرناٹک سے تعلق رکھنے والے راکیش نے چند روز قبل اپنے سوشل میڈیا اکاونٹ کے ذریعے مذہب اسلام کے بارے میں ہرزہ سرائی پر مبنی ایک پوسٹ لگائی جس پر اماراتی عوام اور مسلمان تارکین وطن کی جانب سے سخت رد عمل سامنے آیا"[2]

---

[1] روزنامہ نوائے وقت، 14 فروری 2012ء، ص:4

[2] روزنامہ خبریں، 10 اپریل 2020ء، ص:3

ساؤتھ ایشین وائر کے مطابق ابو ظھبی میں رہنے والے ایک اور بھارتی متیش اودیشی نے فیس بک پر مسلمانوں اور اسلام کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار کیا جس پر انہیں نوکری سے نکال باہر کیا گیا

اس طرح کی مختلف خبریں اخبارات کا حصہ بنتی ہیں کہ جس میں ہندو کمیونٹی کی جانب سے استہزائے اسلام کی کوششیں سامنے آتی ہیں۔

روزنامہ جنگ اخبار میں 12 اگست 2020ء کو یہ خبر شائع ہوئی

"بھارتی ریاست کرناٹک کے شہر بنگلور میں ایک انتہا پسند ہندو نے توہین رسالت ﷺ کا ارتکاب کیا جس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے"[1]

یہ انتہا پسند کانگریس سے تعلق رکھنے والے رکن اسمبلی سری وینا س مرتھی کا بھتیجا تھا جس نے فیس بک پر ایک پوسٹ میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کی جس پر بنگلور کے مشرقی علاقے میں ہنگامے پھوٹ پڑے اور ہزاروں افراد سڑکوں پر نکل آئے، جس کے بعد پولیس کی فائرنگ سے چار افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، یہ ہندو انتہا پسندی کی مثال تھی کہ جس نے پیغمبرِ اسلام کی شان میں گستاخی کی اور چونکہ گستاخ رکن اسمبلی کا بھتیجا تھا اسلیے اس کو سزا دینے کے بجائے مظاہرین پر ہی فائر کھول دیے گئے جس کے نتیجے میں چار افراد جاں بحق ہو گئے

بھارت کی فلم انڈسٹری

بھارت کی فلم انڈسٹری کا شمار اس وقت دنیا کی بڑی فلم انڈسٹری میں ہوتا ہے جہاں ایک ایک فلم تین تین سو کروڑ سے زیادہ کا کاروبار کرتی ہے،1994 کی نیویارک کی ایک کانفرنس میں ہندوستان کے وزیر اطلاعات نے ایک پاکستانی صحافی سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ اکیسویں صدی میں ہمیں اپنی بات پہنچانے کے لیے صرف اپنی فلم انڈسٹری کافی ہوگی ہم اپنی فلم انڈسٹری کو اتنا مضبوط کر دینگے کہ دنیا ہمارا موقف ہماری فلمیں دیکھ کر جانے گی، اور یہ دعویٰ حقیقت میں تبدیل ہو گیا ہے، عصرِ حاضر میں بھارت اپنے ملک میں موجود مثبت پہلوؤں کو فلم کے ذریعے سے ہی دنیا کے سامنے اُجاگر کر رہا ہے تاکہ دیگر ممالک اس کے لیے نرم گوشہ رکھ سکیں لیکن ان فلموں میں ہی غیر محسوس انداز میں نہ صرف اسلام اور پاکستان کے حوالے سے منفی چیزیں دکھائی جاتی ہیں بلکہ اسلام کی مختلف تعلیمات اور اصطلاحات کا استہزا بھی کیا جاتا ہے

[1] روزنامہ جنگ 12 اگست

مانی رانتم کے نام سے مشہور فلم ڈائریکٹر نے ایک فلم "دل سے" لکھی خود ہی ڈائریکٹ کیا اور خود ہی پروڈیوسر بھی تھا، اس ہندو نوجوان کا اصلی نام گوپالہ رانتم سبرامانیم ہے، اگست 1998ء میں ریلیز کی گئی فلم کا گانا چھیّاں چھیّاں میں ہندو تعصب کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسلام کی اصطلاحات جنت، آیت، تعویذ اور کلمے کا یوں مذاق اُڑایا ہے

"جن کے سر ہو عشق کی چھاؤں، پاؤں کے نیچے جنت ہو گی .... چل چھیّاں چھیّاں .... تعویذ بنا کے پہنو اسے .... آیت کی طرح مل جائے کہیں .... وہ یار ہے جو ایماں کی طرح میرا نغمہ وہی میرا کلمہ وہی ...."[1]

موروگادلوس آرونا سلم نامی ہندو رائٹر نے جولائی 2008ء میں فلم "گجنی" ریلیز کی جس کا ڈائریکٹر بھی وہی تھا، اس کا پروڈیوسر آلو اراوند تھا، اسکے گانے میں صراحتاً خدا کا مذاق اُڑایا گیا ہے

"کیسے مجھے تم مل گئیں .... قسمت پہ آئے نہ یقین .... میں تو یہ سوچتا تھا .... کہ آج کل اوپر والے کو فرصت نہیں .... پھر بھی تمہیں بنا کے .... وہ میری نظر میں چڑھ گیا .... رتبے میں وہ اور بڑھ گیا ...."[2]

دیویکا بھگت نامی ہندو رائٹر، ادیتیا چوپڑا نامی پروڈیوسر اور سدارتھ آنند نامی ڈائریکٹر نے ملکر ایک مووی بنائی جو اگست 2008ء میں ریلیز کی گئی، اس کے ایک گانے کے الفاظ میں اسلام کی اصطلاحات، سجدہ، دعا اور خدا کا صراحتاً مذاق اُڑایا گیا ہے

"سجدے میں یوں ہی جھکتا ہوں .... تم پہ ہی آ کے رکتا ہوں .... کیا یہ سب کو ہوتا ہے .... ہم کو کیا لینا ہے سب سے .... تم سے ہی سب باتیں اب سے .... بن گئے ہو تم میری دعا .... خدا جانے میں فدا ہوں .... خدا جانے میں مٹ گیا ہوں .... خدا جانے یہ کیوں ہوا کہ بن گئے ہو تم میرے خدا"[3]

یہ گانا مسجد میں ہی لڑکے اور لڑکی کے ناچ کے ساتھ فلمایا گیا ہے جو کہ الفاظ کے علاوہ مسجد کی توہین اور گستاخی کا باعث بھی بنتا ہے، ان کے علاوہ بھی مختلف گانوں اور موویز میں ہندو تعصب کو استہزائے اسلام کے ذریعے ظاہر کیا جاتا ہے لیکن چونکہ بھارت میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے اور وہ اس طرح کی توہین پر فوری رد عمل دینے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں اسلیے بہت بے باکانہ انداز میں استہزا کی کوششیں سامنے نہیں آتیں۔

[1] https://www.youtube.com/watch?v=PQmrmVs10X8 Accessed on 26-09-20, Time: 8:27
[2] https://www.youtube.com/watch?v=S2j-M3H-Rwg Accessed on 26-09-20, Time: 8:39
[3] https://www.youtube.com/watch?v=cmMiyZaSELo Accessed on 26-09-20, Time: 9:17

گراف

یہاں مختلف مذاہب کی جانب سے استہزائے اسلام کی جو صورتیں سامنے آئی ہیں انہیں ایک گراف کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔

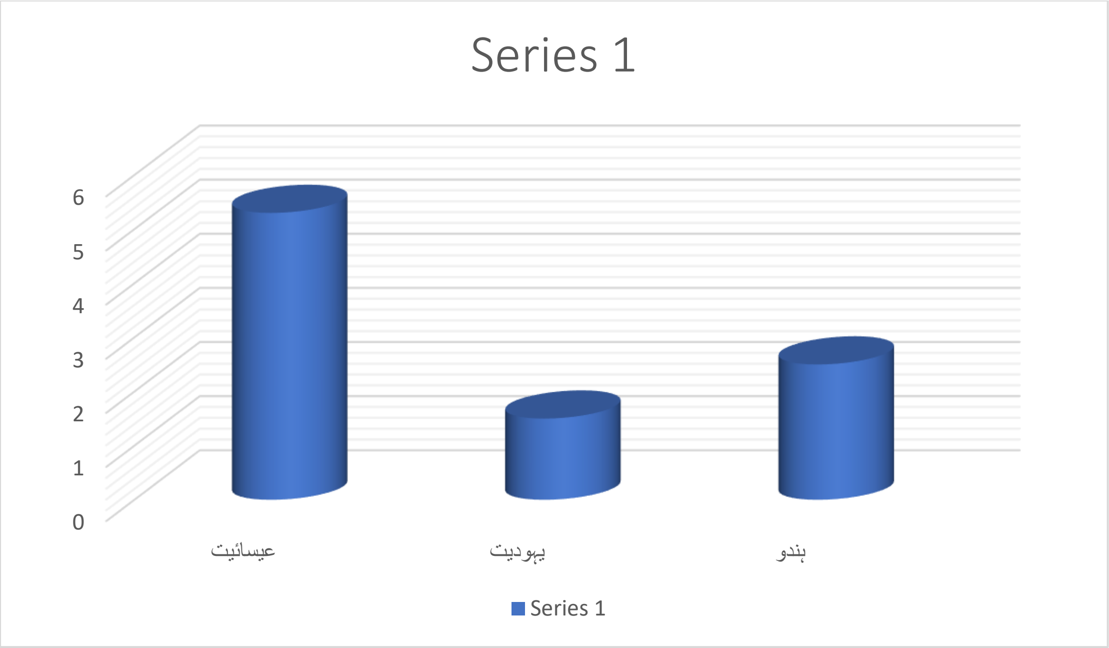

اس گراف سے یہ واضح ہوتا ہے کہ استہزائے اسلام میں عیسائی مذہب کے پیروکار سب سے نمایاں ہیں، اس کے بعد ہندومت اور پھر یہودیوں کا نمبر ہے۔

مندرجہ بالا فصل میں اُن سرگرمیوں کا تجزیہ کیا گیا ہے جو مذہبی تعصب کی بناء پر اسلام کا استہزا کرتی ہیں، اس فصل میں دنیا میں موجود تین بڑے مذاہب کا ذکر کیا گیا ہے، آغاز میں تعصب کا مفہوم بیان کرنے کے بعد سب سے بڑے مذہب عیسائیت کو منتخب کیا ہے اور عیسائیوں کے مذہبی تعصب کا جائزہ لیا ہے ساتھ ہی عیسائیوں کی جانب سے ہونے والے استہزائے اسلام کی سرگرمیوں کا تجزیہ کیا ہے، اور یہ ثابت کیا ہے کہ اس حوالے سے عیسائیت کی تاریخ بہت پرانی ہے کہ جس میں تحریک شاتمِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی شامل ہے اور عیسائی پادریوں کی جانب سے محض اپنے مذہبی تعصب میں کھلے عام اسلام کا استہزا بھی شامل ہے، عیسائی اور یہودی مستشرقین نے بھی استہزائے اسلام میں اپنا مکمل کردار ادا کیا ہے بالخصوص نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زندگی کو توہین آمیز الفاظ کے ساتھ مذاق کا نشانہ بنایا ہے، ساتھ ہی پوسٹر اور وال چاکنگ کے ذرائع بھی استعمال کیے ہیں، مبحث سوم میں ہندو تعصب کو بیان کیا گیا ہے کہ جہاں ہندو تعصب کی بناء پر سوشل میڈیا کو استعمال کرتے ہوئے اسلام کا استہزا کیا جاتا ہے وہیں بھارت کی فلم انڈسٹری میں تیار کی جانے والی موویز کے ذریعے سے غیر محسوس انداز میں اسلام کی تعلیمات کا تمسخر اُڑایا جاتا ہے

سابقہ کلام سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ استہزائے اسلام کے بنیادی اسباب عناد پرستی، شدت پسندی اور مذہب بیزاری اور مذہبی تعصب ہیں جبکہ ان کے تحت دیگر ذیلی اسباب بھی سامنے آتے ہیں۔ عناد پرستی میں وہ دشمنی شامل ہے جو کہ عہدِ نبوی سے لیکر تاحال مختلف اقوام اور مذاہب کے پیروکاروں کی جانب سے سامنے آتی ہے جبکہ شدت پسندانہ سوچ کسی بھی انسان کے اندر کسی بھی ردعمل کے طور پر پیدا ہوسکتی ہے اس کا کسی مذہب، قوم یا علاقے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور یہ بھی استہزائے اسلام جیسی قبیح حرکت کا ایک سبب بن سکتا ہے، اسی طرح مذہب بیزاری بھی عموماً مذہب کی غلط تشریح کرنے کی وجہ سے یا مذہب کے اکابرین کی جانب سے متشددانہ رویہ اور مذہب کے غلط تصور کی وجہ سے بھی سامنے آتی ہے جو کہ استہزائے اسلام کا سبب بن جاتا ہے اور چوتھا سبب وہ مذہبی تعصب ہے جو کی کسی بھی مذہب کے مقلدین کی جانب سے اتنی شدت کے ساتھ سامنے آتا ہے کہ جس کا نتیجہ اسلام کے استہزا کی صورت میں سامنے آتا ہے

خلاصہ کلام

باب اول میں تین فصول بیان کی گئی ہیں، پہلی فصل میں مختلف لغات سے استہزائے اسلام کے لغوی و اصطلاحی مفہوم کو بیان کیا گیا ہے، دوسری فصل اس باب میں اہمیت کی حامل ہے کہ جس میں استہزائے اسلام کی تاریخ کا حوالہ دیکر بیان کیا گیا ہے کہ ہر دور میں اسلام اور اس سے وابستہ عناصر کا تمسخر اُڑایا گیا ہے، اس فصل میں نمرود کا اپنے دربار میں الوہیت کو چیلنج کرنا بھی استہزائے خدا گردانا گیا ہے، اسی طرح قرآنی آیات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آغاز میں ہر نبی کا اس کی قوم نے مذاق اُڑایا ہے، نبی ﷺ کے ساتھ بھی مشرکینِ مکہ اور منافقینِ مدینہ نے یہی رویہ روا رکھا ہے بعد ازاں توہینِ رسالت جیسے مذموم فعل کا ارتکاب عہدِ صحابہ ؓ میں بھی جاری رہا اور اب تک جاری ہے، اس کے ساتھ ساتھ مشرکین کی جانب سے قدرتِ الٰہی اور عقیدہ آخرت کا تمسخر بھی اُڑایا گیا ہے۔ قرآنی آیات کو جھوٹا کہنا اور قرآن کو بطور نبی ﷺ کی اپنی تصنیف کا الزام لگانا بھی مشرکین کا شیوہ رہا ہے۔ صحابہ کرام ؓ کے حوصلے پست کرنے کے لیے مکی اور مدنی دور میں ان کا مذاق اُڑانے کی ریت بھی قرآن و احادیث سے ثابت کی گئی ہے، استہزا کی تاریخ اسی پر ختم نہیں ہوتی بلکہ اسلامی تعلیمات میں عقائدِ اسلام اور شعائرِ اسلام کا استہزا بھی اس میں شامل ہے۔ تیسری فصل میں اُن اسباب کا تجزیہ کیا گیا ہے کہ جن کی وجہ سے کوئی بھی شخص استہزائے اسلام کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس فصل میں بنیادی طور پر چار اسباب بیان کیے گئے ہیں۔ عناد پرستی، شدت پسندی، مذہب بیزاری اور مذہبی تعصب۔ عناد پرستی کے ضمن میں یہ توجیہ سامنے آئی ہے کہ استہزاء اسلام کا ایک بڑا سبب اسلام دشمنی ہے خواہ مستہزئیین کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔ بعض اوقات اشرافیہ ہو یا عام فرد' اسلام دشمنی میں اس قدر آگے نکل جاتا ہے کہ وہ استہزا کے راستے پر چل پڑتا ہے۔ اسی طرح دوسرا سبب' شدت پسندی بیان کرتے ہوئے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ شدت پسند رویہ اسلام کے استہزا کا باعث بنتا ہے اور اس رویہ کے حامل افراد ہر دور اور

ہر معاشرے میں پائے جاتے ہیں۔استہزا کا تیسرا بڑا سبب مذہب سے بیزاری ہے ،جس کی بڑی وجہ خود مذہبی طبقہ تھا، خاص کر عیسائی پیشوانے مذہب کی وہ تصویر عوام کے سامنے پیش کی تھی اور ظلم کا ایسا بازار گرم کیا تھا کہ جس کے سبب ایک بڑا طبقہ مذہب سے بیزار ہو گیا اور پھر یہی رویہ استہزائے اسلام کے ایک سبب کے طور پر سامنے آیا۔استہزا کا چوتھا بڑا سبب مذہبی تعصب کی صورت میں سامنے آتا ہے جسمیں عیسائی حضرات کی جانب سے اس تعصب کی بنیاد پر استہزا کی زیادہ صورتیں سامنے آتی ہیں

باب دوم

استہزائے اسلام اور معاصر نظریات

فصلِ اول: نظریہ الحاد اور استہزائے اسلام

فصلِ دوم: سیکولرزم اور استہزائے اسلام

فصلِ سوم: نظریہ نسائیت اور استہزائے اسلام

فصلِ چہارم: نظریہ مابعد جدیدیت اور استہزائے اسلام

یہ باب چار فصول پر مشتمل ہے، اس میں اُن نظریات کا تفصیلی مطالعہ کیا جائے گا جن کے حامیان عصر حاضر میں اسلام کا مذاق اُڑانے کے حوالے سے پیش پیش ہوتے ہیں اور اپنے نظریات کی ترویج کے ساتھ ساتھ استہزائے اسلام کی سرگرمیوں میں مشغول ہوتے ہیں۔

فصلِ اول: نظریہ الحاد اور استہزائے اسلام

یہ فصل دو مباحث پر مشتمل ہے، عصر حاضر میں استہزائے اسلام کے حوالے سے جو نظریہ صفِ اول میں موجود ہے وہ نظریہ الحاد ہے جو اپنے تعارف میں ہی اسلام اور دیگر مذاہب کے مخالف دکھائی دیتا ہے اور ملحدین بھی اسلام کا استہزا کرنے میں پیش پیش رہتے ہیں

مبحث اول: نظریہ الحاد کا تعارف و آغاز و ارتقاء

اس مبحث میں اولاً نظریہ الحاد کا تعارف بیان کیا جائے گا

الحاد کا تعارف

اردو لغت کے مطابق

"کفر، اصول اسلام سے انکار یا انحراف: لامذہبیت، دہریت"[1]

علامہ ابن منظور 'لسان العرب میں الحاد کے معنی کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"الملحد العادل عن الحق المدخل فيه ما ليس فيه"[2]

لغوی اعتبار سے دیکھا جائے تو الحاد کے معنی میں انحراف، انکار ردوبدل وغیرہ شامل ہیں

"ملحد اس شخص کو کہتے ہیں جو حق سے روگردانی کرے اور اس میں ایسی چیز کی آمیزش کرے جو اس میں نہیں ہے"

اس کا ایک اور مفہوم بھی بتایا گیا ہے يلحدون اى يعترضون۔ یعنی وہ اعتراض کرتے ہیں"[3]

مریم ویبسٹر ڈکشنری کے مطابق:

"The belief that there is no God" [4]

---

[1] اردو لغت، ص:2/138

[2] لسان العرب، ص:3/388

[3] ضیاء القرآن، ص: 2/335

[4] Webster Comprehensive Dictionary, Encyclopedic Edition, David Wurmser, Ferguson Publishing Company Chicago, 1998, P: 91

"یہ اعتقاد کہ کوئی خدا نہیں ہے اسے الحاد کہتے ہیں"
آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق
"Atheism is the belief that God does not exist" [1]
"الحاد اس یقین کا نام ہے کہ خدا کا کوئی وجود نہیں ہے"
الحاد کا بنیادی مفہوم یہی ہے کہ اس بات کا عقیدہ رکھنا کہ خدا، رسول اور آخرت کا کوئی تصور موجود نہیں ہے
قرآن میں الحاد کی طرف اس طرح اشارہ کیا گیا ہے
﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا﴾[2]
"بلاشبہ جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی اختیار کرتے ہیں وہ لوگ چھپے ہوئے نہیں ہیں ہم سے"
عہد نبوی ﷺ میں بیشتر وہ لوگ تھے، جو کسی نہ کسی صورت میں خدا کو مانتے تھے۔ بہت تھوڑے لوگ ایسے تھے، جو خدا کو نہیں مانتے تھے۔

الحاد کا آغاز وارتقاء

اس مبحث میں ثانیاً نظریہ الحاد کی تاریخ پر روشنی ڈالی جائے گی کہ اس کا آغاکب اور کس طرح ہوا اور وہ کیا اسباب تھے جن کی بناء پر اس نظریہ کا ارتقاء ہوا ہے۔

الحادی فلسفہ کوئی نیا نہیں ہے، اس کی تاریخ بہت پرانی ہے، نمرود کا ابراہیم علیہم الصلاۃ والسلام کے سامنے ﴿أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ﴾[3] کا دعویٰ اور فرعون کا ﴿أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى﴾[4] کا نعرہ بھی دراصل نظریہ الحاد کی سوچ کو تقویت دیتا ہے قدیم زمانے میں مذہب کے مقابلے میں الحاد و دہریت کا پھیلاؤ اس لیے بھی کم رہا کہ انبیاء کرام علیہ سلام 'اللہ تعالیٰ کے پیغام کی تبلیغ کیا کرتے تھے، جب کہ ملحد 'الحاد کے کبھی داعی نہیں رہے، الحاد کو باقاعدہ نظریہ کے طور پر شناخت سترہویں صدی میں ملی، 17 ویں صدی سے پہلے سائنسدان ' کائنات میں تحقیقات کے لیے سعی کر رہے تھے، اس میدان میں کامیابی کے ساتھ ہی کائنات کو مسخر کرنے کی جستجو کا آغاز کر دیا گیا۔

اٹھارویں صدی میں الحادی نظریے کو اس وقت عروج ملنا شروع ہوا جب یورپ میں مذہب کی مخالفت میں اضافہ ہوا اور سیاسی طور پر بھی مذہب مخالف سوچ نے زور پکڑا، لیکن انیسویں صدی میں جب چارلس ڈارون کے نظریہ ارتقاء کو قبولِ عام حاصل ہوا تو گویا الحاد نے ایک مذہب کی صورت اختیار کر لی، جس کا رہنما ڈارون تھا اور اس کا نظریہ اس مذہب کی

---

[1] Oxford Advanced Learner's Dictionary, P: 64

[2] فصلت:40/41

[3] سورۃ البقرہ:258/2

[4] سورۃ النازعات:24/79

مقدس کتاب قرار پائی، بس پھر اس صدی میں لاکھوں لوگ جن میں اکثریت تعلیم یافتہ افراد کی تھی، مذہب سے بیگانہ ہو کر ملحد ہو گئے اور پھر انہی تعلیم یافتہ افراد نے نظریہ ارتقاء کی باقاعدہ تبلیغ کرنا شروع کر دی اور اس کے عالمگیری اثرات سے بشمول اسلامی معاشروں کے پوری دنیا متاثر ہوئی۔ ڈارون کے نظریہ ارتقاء میں الحاد کے نظریاتی اور فلسفیانہ پہلو اہم تھے جس نے خصوصاً الہامی ادیان کے بنیادی عقائد یعنی وجود باری تعالیٰ، رسالت اور عقیدہ آخرت پر حملہ کیا لیکن اس بات میں کوئی شک نہیں کہ فکری اور نظریاتی میدان میں الحاد اسلام کے مقابلے میں کلیتاً ناکام رہا البتہ عیسائیت کے مقابلے میں اسے جزوی فتح حاصل ہوئی۔ انیسویں صدی میں الحاد مزید پھیلا، بڑے بڑے ملحد مفکرین جیسے مارکس[1]، اینگلز[2]، نٹشے[3] نے سائنس اور فلسفے کی مختلف شاخوں کے علم کو الحادی بنیادوں پر منظم کیا۔

ہارون یحیٰ[4] اپنی کتاب میں الحاد کی ترویج کے حوالے سے ڈارون کا کردار بیان کرتے ہیں

> "الحاد کو سب سے زیادہ مدد ماہر حیاتیات (Biologist) چارلس ڈارون سے ملی جس نے تخلیق کائنات کے نظریے کو رد کر کے اس کے برعکس ارتقا (Evolution) کا نظریہ پیش کیا۔ ڈارون نے اس سائنسی سوال کا جواب دے دیا تھا جس نے صدیوں سے ملحدین کو پریشان کر رکھا تھا۔ وہ سوال یہ تھا کہ ”انسان اور جان دار اشیا کس طرح وجود میں آتی ہیں؟“ اس نظریے کے نتیجے میں بہت سے لوگ اس بات کے قائل ہو گئے کہ فطرت میں ایسا آٹو میٹک نظام موجود ہے جس کے نتیجے میں بے جان مادہ حرکت پزیر ہو کر اربوں کی تعداد میں موجود جان دار اشیا کی صورت اختیار کر تا ہے"[5]

عصرِ حاضر کے ملحدین بھی اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے آغاز ڈارون کے فلسفے سے ہی کرتے ہیں، چونکہ ڈارن نے کائنات میں موجود آٹو میٹک نظام کو ہی خالق کے طور پر متعارف کرایا ہے لہٰذا الحادی نظریہ کو اس سوچ سے بڑی تقویت ملتی ہے۔

---

[1] ماہر معاشیات اور سائنسی اشتراکیت کے بانی کارل مارکس 5 مئی 1818ء کو جرمنی کے شہر تریئر میں پیدا ہوئے، 14 مارچ 1883ء کو وفات پائی، اہم تصانیف میں داس کیپیٹل (سرمایہ) اور فلسفہ کا افلاس شامل ہیں

[2] فریڈرک اینگلز 28 نومبر 1820ء میں جرمنی میں پیدا ہوا، کارل مارکس کے ساتھ مل کر سوشلزم کی بنیاد رکھی، ماہر معاشیات کے طور پر شہرت حاصل کی 5 اگست 1895ء کو وفات پائی

[3] انیسوی صدی کا جرمن فلاسفر فرائڈرچ نٹشے 15 اکتوبر 1844ء کو روک پرشیا میں پیدا ہوا، اس نے فوق البشر کے تصور کو متعارف کرایا اور 1900ء میں اس کی وفات ہوئی

[4] ترکی کے مذہبی اسکالر 2 فروری 1956ء کو پیدا ہوئے، ڈارنزم اور الحاد کا پر کام آپ کی شہرت کا باعث بنا

[5] The fall of Atheism, Harun yhya, Good word Books, Kensington Australia, 2003, P:26

مغربی تہذیب میں خدا اور مذہب کی کیا حیثیت ہے اس کو مکملے جیولن اپنی کتاب میں کچھ اس طرح استہزا کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"مغربی تہذیب کے ان مخصوص حالات میں مذہب کی کیفیت یہ ہے کہ خدا کا تصور اپنی افادیت کے آخری مقام پر پہنچ چکا ہے، اب وہ مزید ترقی نہیں کر سکتا، مافوق الفطری طاقتیں دراصل مذہب کا بوجھ اٹھانے کے لیے انسانی ذہن نے اختراع کی تھیں، پہلے جادو پیدا ہوا، پھر روحانی تصرفات نے اس کی جگہ لی، پھر دیوتاؤں کا عقیدہ اُبھرا اور اس کے بعد ایک خدا ایک تصور آیا، اس ارتقائی مراحل سے گزر کر مذہب اپنی آخری حد کو پہنچ کر ختم ہو چکا ہے۔ کسی وقت یہ خدا ہماری تہذیب کے ضروری مفروضے اور مفید خیالات تھے مگر اب جدید ترقی یافتہ سماج میں وہ اپنی ضرورت اور افادیت کھو چکے ہیں"[1]

خدا کے تصور کے منکر سائنسدانوں میں ایک بڑا نام اسٹیفن ہاکنگ کا ہے، 1942ء میں انگلینڈ میں پیدا ہونے والے اسٹیفن کو سائنس کی دنیا میں انفرادیت حاصل تھی اور اس انفرادیت کی وجہ اس کی فالج کی بیماری تھی جس کے سبب اس کا جسم اور قوت گویائی بھی ساتھ چھوڑ گئی تھی لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری اور اپنی آنکھوں اور پلکوں کی مدد سے کمپیوٹر کو استعمال کرتے ہوئے سائنسی تصورات پیش کرتا رہا۔ پروفیسر محمد رفعت نے اپنے تحقیقی مقالے میں اس کے نظریات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے، آپ لکھتے ہیں

"تخلیق کائنات کے تصور کے بعد اسٹیفن ہاکنگ خدا کے بارے میں گفتگو کرتا ہے کہ ہمیں خدا کے تصور کی ضرورت اس وقت تھی جب سائنس نے ترقی نہیں کی تھی اور ہم کائنات کی توجیہ کے لیے خدا کے تصور کا سہارا لیتے تھے، اب ہم سائنس کے نظریات و حقائق کو جانتے ہیں اس لیے ہمیں خدا کے تصور کی ضرورت نہیں ہے"[2]

اسٹیفن ہاکنگ کے مطابق سائنس کے آجانے کے بعد اب خدا کے تصور کی کوئی ضرورت نہیں ہے لہٰذا اب سائنس ہی کو خدا کا درجہ مل گیا ہے، سائنسی نظام کے تحت ہی ساری کائنات چل رہی ہے

سید جلال الدین عمری[3] اپنے مقالے میں لکھتے ہیں

---

[1] Man in the modern world, Huxley Julian, Great Birtain London, 1917, P:134

[2] پروفیسر محمد رفعت، اسٹیفن ہاکنگ کے نظریات کا تنقیدی جائزہ، سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی علی گڑھ، اکتوبر-دسمبر 2018، ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی، ج:37، ش:4، ص:32

[3] 1935ء میں تامل ناڈو میں پیدا ہونے والے سید جلال الدین عمری کا شمار پاک وہند کے اُن مایہ ناز علمائے کرام میں ہوتا ہے جنہوں نے دین اسلام کے مختلف پہلوؤں کی آسان الفاظ میں تشریح کی ہے، آپ بیشمار کتابوں اور کتابچوں کے مصنف ہیں

"زمانہ جدید نے کائنات کی جو توجیہ کی وہ خدا کے تصور سے خالی ہے، اس نے کہا اس کائنات کا کوئی خالق ہے نہ مالک، یہ محض مادہ کا ظہور ہے، مادہ ہی اس کا خالق ہے، مادہ ہی نے اتفاق سے ایک نامعلوم عرصے میں مختلف سیاروں اور ستاروں کی شکل اختیار کر لی، اسی میں یہ ہمارا نظامِ شمسی بھی داخل ہے، یہاں پائی جانے والی ساری جاندار اور بے جان چیزیں اور خود انسان کا وجود بھی اسی اتفاق کا کرشمہ ہے، اس زمین و آسمان میں نہ کہیں خدا کا وجود ہے اور نہ اسے ماننے کی فی الواقع کوئی ضرورت ہے، کائنات کی یہ توجیہ آج کے دور کی علمی و سائنٹیفک توجیہ مان لی گئی"[1]

زمانہ جدید میں مادہ کو ہی مرکزی حیثیت حاصل ہے، مادہ ہی سے سب کچھ وجود میں آیا ہے، اس تصور کے بعد خالقِ کائنات کوئی نہیں ہے، اسی طرح کی مختلف توجیہات الحادی تصور کو مزید پختہ کرتی ہیں

الحاد کی تاریخ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملحدین کا راہنما جس سے وہ رہنمائی حاصل کرتے ہیں وہ دراصل ڈارون ہے اور بنیادی عقیدہ جس پر ایمان لانا ضروری ہے وہ "ارتقا" ہے

الحاد

دور حاضر میں الحاد کی تین بڑی اقسام ہیں جنہیں مروجہ اصطلاح میں Gnosticism , Agnosticism , Deism کہا جاتا ہے

الحادِ مطلق (Gnosticism)

الحاد کی اس قسم کے ملحدین نسبتاً متشدد ہوتے ہیں، یہ غیر مرئی اشیاء پر یقین نہیں رکھتے اور ان کی نظر میں فطری قوانین کے تحت ہی اس کائنات کا نظام چل رہا ہے، ان کے مطابق جنت، جہنم، فرشتے، جنات وغیرہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے

لاادریت (Agnosticism)

اگناسٹک سے مراد وہ ملحدین ہیں جو خدا کے وجود کے بارے میں تذبذب کا شکار ہوں، نہ تو یقین سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا موجود ہے اور نہ خدا کی عدم موجودگی کا ادراک رکھتے ہیں

عہدِ حاضر میں مبشر علی زیدی اس کی مثال ہیں، مبشر زیدی کے مطابق وہ خدا کے حوالے سے شک میں مبتلا ہیں، وہ کہتا ہے کہ "سائنسی فکر اور غیب پر ایمان یکجا نہیں ہو سکتے لہٰذا ہمیں اختلاف رائے پر اتفاق کر لینا چاہیئے، وہ سمجھتا ہے کہ اگر اسلام

---

[1] سید جلال الدین عمری، انکارِ خدا کے نتائج، تحقیقات اسلامی علی گڑھ، اپریل تا جون 1984ء، پانی والی کوٹھی، دودھ پور علی گڑھ، ج:3، ش:2، ص:5

آج کے دور میں آتا تو خواتین کا ترکے میں حصہ کم نہ ہوتا۔ گواہی آدھی نہ ہوتی۔ انہیں گھروں میں بند رہنے کو نہ کہا جاتا۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا حکم ہوتا۔ پسند کی شادی کی حوصلہ افزائی کی جاتی۔ اکیسویں صدی میں آنے والا اسلام غلامی کو برقرار نہ رکھتا۔ سنگسار کی سزا نہ ہوتی۔ چور کے ہاتھ نہ کاٹے جاتے۔ غیر مذہب کے شہریوں سے جزیہ طلب نہ کیا جاتا"[1]

اسی طرح 3 جنوری 2019 شام 6:22 پر یہ پوسٹ لگائی

"میں جل پریوں پر یقین نہیں رکھتا لیکن اگر کسی دن سمندر سے جل پری نکل آئی تو اپنا مؤقف تبدیل کر لوں گا، اس سے محبت کروں گا، اسے سینے سے لگاؤں گا۔ یہی وعدہ خدا کے لیے ہے"[2]

343 افراد نے اس پوسٹ کو لائک کیا

ڈی ایزم (Deism)

اس نظریہ کے حامل ملحدین کا تصور کائنات یہ ہے کہ اس کائنات کا خالق تو اللہ ہی ہے لیکن اس کی تخلیق کے بعد اب وہ اس دنیا سے بے نیاز ہو گیا ہے اور اب اس کائنات کا نظام از خود ہی چل رہا ہے

بنیادی طور پر یہی تین نظریئے کے حامل ملحدین عصر حاضر میں موجود ہیں

الحاد کے اسباب

عوام الناس نظریہ الحاد کو مندرجہ ذیل اسباب کی وجہ سے قبول کرتے ہیں

مذہب کا غلط تصور

الحادی نظریے کا ایک بڑا سبب مذہبی حالات بھی ہیں جو کہ اپنی اصل سے دور ہوتے ہیں، مذہب کی غلط تشریح اور معاشرتی رسم و رواج کو مذہب سے منتھی کرنے کے نتیجے میں جو مذہب کا تصور پیش کیا جاتا ہے وہ مذہب سے دوری کا باعث بنتا ہے یہی وجہ ہے کہ مذہبی تصورات کی وجہ سے لوگ الحاد کے جال میں پھنس جاتے ہیں

خود چارلس ڈارون جسے ملحدین اپنا راہبر و رہنما تصور کرتے ہیں اس کا یہ نظریہ بھی ردّ عمل کے طور پر سامنے آیا۔

محمد قطب ڈارون کے انکار خدا کی وجوہات اس طرح بیان کرتے ہیں

---

1 https://www.facebook.com/answer.to.atheists/posts/2205075242856797?__tn__=K-R Accessed on 20-11-19, Time: 8:27

2 https://m.facebook.com/story.php?story_fbid=10155685008327172&id=652667171 Accessed on 23-11-19, Time: 18:14

"ڈارون کے وجود خداوندی کے اعتراف سے گریز کی دو وجہیں ہیں:

1- اس وقت سائنس اور کلیسا میں زبردست جنگ برپا تھی، کلیسا سائنسدانوں پر ہر قسم کے مظالم توڑ رہا تھا، جس کے نتیجے میں سائنس دانوں اور کلیسا میں اس قدر کشیدگی پیدا ہو گئ تھی کہ سائنس دان کسی ایسی بات کو ماننے کے لیے تیار نہ تھے جس کو کلیسا بھی مانتا ہو، خواہ خدا کے وجود کا مسئلہ ہی کیوں نہ ہو۔ گویا ڈارون کلیسا کے خدا کا اس لیے منکر تھا کہ کلیسا خود متلاشیان حقیقت کی کوئی بات انگیز کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

2- کلیسا کے خداوند کا اعتراف دراصل ان تمام خرافات کا تسلیم کر لینا تھا جو کلیسا نے مذہب کے نام پر گھڑی ہوئی تھیں اور عوام نے انہیں مذہب سمجھ کر اپنا رکھا تھا"[1]

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خود ڈارون 'مذہب کے غلط تصور کی وجہ سے خدا کا منکر ہوا ہے جس کی عصرِ حاضر کے ملحدین بھی اتباع کرتے ہیں

مادیت پرستی

الحاد کا ایک بڑا سبب مادیت پرستی بھی ہے، جب انسان کے ذہن میں دولت، شہرت، آسائشیں ہی کی اہمیت ہو اور ان کے حصول کے لیے ہر جائز و ناجائز راستہ اختیار کرنا اس کا مطمع نظر ہو تو خدا کی موجودگی کا عقیدہ اس کے لیے ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ اسے مختصر الفاظ میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ دنیا میں مادہ کے سوا کوئی چیز نہیں۔ یورپ کی نشاۃِ ثانیہ کے بعد کچھ عرصے تک تو مسیحی اعمال اور مادیت پرستی کو ساتھ چلایا گیا لیکن اس کے بعد مادیت پرستی کا سیلاب اس تیزی سے آیا کہ مذہبی رسوم و رواج کو اپنے ساتھ بہالے گیا۔ وقت کے اہلِ قلم حضرات ہوں یا دانش و بینش کے اسلحے سے لیس مدبر و مفکر ہوں سب نے مادیت پرستی کے خدا کو اتنے دلفریب انداز میں پیش کیا کہ سادہ لوح عوام ان نعروں سے متاثر ہو کر اور چکا چوند کر دینے والی اس دنیا کے فریب میں آکر اپنے اصلی اور حقیقی خدا کی منکر ہو گئی۔

لن یوٹنگ اپنی کتاب میں اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتا ہے

"ہمارے ذہنوں میں جنت کا تخیل بھی اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ یہ ایک ایسا گودام ہے جس میں مال ہی مال بھرا ہوا ہے، اس وقت پوری دنیا ایک کاروبار ہے، سیاسی کاروبار اور معاشی کاروبار۔ ایک قوم اور ایک

---

[1] اسلام اور جدید مادی افکار، محمد قطب، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، 1987ء، ص 45

حکومت وہ میز ہے جس پر لین دین کیا جاتا ہے اور اس کے سیاستدان اس کارخانے کے سیلزمین ہیں جو ہر وقت اس ٹوہ میں رہتے ہیں کہ اپنے مال کو دوسری منڈیوں میں اوروں کی نسبت زیادہ فروخت کریں"[1]

جنت کا یہ تصور مادیت کی وجہ سے ہی وجود میں آیا ہے کہ جن کے اذہان میں مال و دولت ہی کامیابی کی کنجی ہو وہی جنت کو مال سے بھرا ہوا گودام تصور کرتے ہیں

سید ابوالحسن علی ندوی 'مادیت پرستی کو اس طرح بیان کرتے ہیں

"یورپ کے مفکرین پر چوں کہ مادیت کا غلبہ تھا اور اس میں ان کو درجہ استغراق وفنا حاصل تھا اس لیے اپنے غلبہ حال میں انہوں نے اقتصادی پہلو کے علاوہ ہر چیز کی نفی کی اور لاموجود الا البطن و المعدہ کی آواز بلند کی، مشرق کے صوفی انسان کو سایہ ربانی سمجھتے تھے اور بعض مغضوب الحال "انا الحق" پکار اٹھتے تھے، مغرب کے مادہ (یا معدہ) پرست، انسان کو صرف ایک وجودِ حیوانی سمجھتے ہیں اور آج ہر طرف سے انا الحیوان کی صدائیں آرہی ہیں"[2]

مغربی مفکرین نے شکم اور شہوت کو ہی اپنا نصب العین بنایا اور اسی کے حصول کے لیے سعی و جدوجہد کی اور اپنے آپ کو محض مادہ پرست ثابت کیا، یہی مادہ پرستی 'الحاد کا سبب بنتی ہے۔

قوم پرستی

الحادی نظریہ پروان چڑھنے کا ایک سبب قوم پرستی بھی ہے۔ جب یورپ میں کلیسا کو شکست ہوئی تو یورپی اقوام منتشر ہونا شروع ہو گئیں، تہذیبِ الحاد کو بہترین موقع میسر آیا اور اس نے قوم پرستی کے ذریعے یہ خلا پر کر لیا۔ عبد الحمید صدیقی[3] اس کو اس انداز میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"اہلِ یورپ خدا کے انکار کے باوجود کسی ایسے معبود کی تلاش میں مصروف تھے جس کے سامنے وہ جبینِ نیاز جھکا سکیں۔ اس آڑے وقت میں جس نظریہ نے لوگوں کو سرگرمِ عمل کیا اور انہیں لڑنے پر اُبھارا وہ نیشنلزم کا نظریہ تھا۔ اہلِ مغرب نے اس نئے بت کے تراشے جانے کے بعد کسی قدر اطمینان محسوس

[1] Between Tears and Laughter, Lin Yutang, The Johan Dav Company New York, 1943, P:62

[2] انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، ص:288

[3] ایک صاحب طرز ادیب تھے جنھیں انگریزی، عربی اور اُردو پر یکساں دسترس حاصل تھی۔ وہ محقق، مترجم، صحافی اور معلم بھی تھے۔ 21 مئی 1923ء کو گجرانوالہ میں پیدا ہوئے، اسلام کی نظریاتی برتری اور دیگر افکار و نظام ہائے زندگی کی ہولناکیوں کا بے لاگ تجزیہ ان کا خاص میدان تھا۔ انھوں نے 12 کتابیں اُردو میں، 14 کتب انگریزی میں لکھیں۔ 17 اپریل 1978ء کو وفات پائی

کیا۔ایک ان دیکھے خدا کی پرستش کی جگہ پیشانیاں اب ایک پیکرِ محسوس کے سامنے جھکنے لگیں ہیں اور انسان اپنی زندگی میں بندگی کا جو خلا محسوس کر رہا تھا وہ اس طرح پورا ہو گیا ہے۔ہر فرد کے اندر یہ احساس ابھرنے لگا کہ اس کی ساری سرگرمیوں کا محور قوم کا بت ہے ، اس نئے استھان پر اُسے سب کچھ بھینٹ چڑھانے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔سادہ لوح عوام پر جادو چل گیا چناچہ یورپ کی ساری قومیں قوم پرستی کے نشے میں بدمست ہو کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں"[1]

قوم پرستی نے بھی الحادی نظریہ کو تقویت بخشی ہے ، اپنی قوم اور ملک کو اتنا بڑا بُت بنادیا ہے کہ اس کے سامنے کسی خدا اور کسی مذہب کی یا تو کوئی حیثیت نہیں ہے یا ثانوی حیثیت ہے۔

موروثیت

ملحدین میں اضافے کا ایک عمومی سبب موروثیت بھی ہے جیسے دیگر مذاہب کے گھرانے میں پیدا ہونے والا بچہ عموماً اسی مذہب کا پیروکار بنتا ہے اسی طرح ملحدین کے گھر کے افراد بھی الحاد کو ہی قبول کرتے ہیں۔

ترقی یافتہ اقوام سے مرعوبیت

بعض ملحدین صرف مغرب کی ترقی سے مرعوب ہو کر الحاد کا رخ کرتے ہیں، ان کے نزدیک سائنس و ٹیکنالوجی نے مذہبی سوچ اور اس کے خدا کو شکست دے دی ہے اور آج بھی ترقی کی راہ میں جو رکاوٹ ہے اس کا نام مذہب ہے اس لیے خدا کے انکار کا عقیدہ ہی دراصل کامیابی کی کنجی بن سکتا ہے

مندرجہ بالا اسباب کو ہم کہہ سکتے ہیں کہ الحادی نظریہ کی طرف تیزی سے مائل ہونے کے یہی اسباب ہیں۔

[1] انسانیت کی تعمیرِ نو اور اسلام، عبدالحمید صدیقی، اسلامک پبلشنگ ہاؤس، 1976ء، ص 42

مبحث دوم: ملحدین اور استہزائے اسلام

اس مبحث میں ملحدین کی جانب سے اُن سرگرمیوں کا تذکرہ کیا جائے گا جو استہزائے اسلام کے ضمن میں آتی ہیں۔

عہدِ حاضر میں الحادی سرگرمیوں کے لیے سوشل میڈیا اور پرنٹ میڈیا کا استعمال کیا جاتا ہے، پرنٹ میڈیا عمومی طور پر محض اپنے نظریات کو فروغ دیتا ہے جبکہ سوشل میڈیا استہزائے اسلام کے حوالے سے نسبتاً آسان ذریعہ ہے، اسی لیے سوشل میڈیا استعمال کرنے والے ملحدین صرف آزادی اظہارِ رائے کے نام پر خدا، رسول، صحابہ، اسلامی تعلیمات کو مذاق کا نشانہ بناتے ہیں

پرنٹ میڈیا

پرنٹ میڈیا' میڈیا کی سب سے قدیم قسم ہے جس کے تحت مختلف کتب، تحقیقی مقالے، مضامین لکھے جاتے ہیں جو مدلل انداز میں الحادی فکر کو اجاگر کرتے ہیں، اس حوالے سے ڈاکٹر رچرڈ ڈاکنز الحادی فکر کی ترویج کرتے ہوئے لکھتے ہیں

> "طبعی فلسفے کے مطابق ایک دہریہ اس پر یقین رکھتا ہے کہ کوئی طبعی دنیا، کوئی غیر مرئی تخلیقی ذہانت' مشاہداتی کائنات میں موجود نہیں ہے، کوئی روح جسم میں موجود نہیں ہے اور نہ ہی کوئی معجزہ ہے سوائے اس طبعی مظہر کہ جس کو ہم ابھی تک نہیں سمجھ سکے"[1]

ڈاکٹر رچرڈ ڈاکنز بھی ڈارون اور اسٹیفن ہاکنگ کے نظریہ کو مختلف انداز اور الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ اصل میں اب کسی خدا کی ضرورت باقی نہیں رہی اور یہ پورا نظام طبعی لحاظ سے از خود چل رہا ہے

ڈاکٹر رچرڈ ڈاکنز کے علاوہ اس میدان میں Daniel Dennett، Christopher Hitchens، Sam Harris بھی ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں، ان کے علاوہ متعدد مصنفین مختلف زبانوں میں اپنے قلم کے ذریعے سے الحادی جدوجہد میں مصروف ہیں۔

سوشل میڈیا

سوشل میڈیا عصر حاضر میں الحادی فکر کی یلغار کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے، محمد فیصل شہزاد اپنے بلاگ میں سوشل میڈیا کے حوالے سے اپنی تحقیق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

> "ایک عرب اخبار کے مطابق ملحدین نے الحاد کی تبلیغ کے لیے دنیا کے مختلف زونز میں عموماً اور مسلم دنیا کے لیے خصوصی انٹرنیٹ گروپس تشکیل دیے ہیں۔ انٹرنیٹ پر اس قسم کی الحادی فکر رکھنے والے 39 گروپس ہیں، جن میں سے اکثر کا تعلق "فیس بک" سے ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق باقاعدہ طور پر پاکستانی نیٹ کی

[1] The God Delusion, Dawkins, R, Bantam Press, London, 2006, P:14

دنیا میں ملحدوں نے 2008ء کے اوائل میں اپنے قدم جمائے اور آہستہ آہستہ اپنا دائرہ عمل بڑھاتے چلے گئے۔پہلے پہل انہوں نے بلاگ بنائے، جو انٹرنیٹ پر آزادی اظہار کا سب سے موثر طریقہ ہے"[1]

انٹرنیٹ پر الحاد کی ترویج میں ایسے افراد بھی شامل ہیں جو مسلمان گھرانوں میں پیدا ہوئے لیکن اب ملحد ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ہمیں مسلم معاشرے میں الحاد کا اعلان کرتے ہوئے اپنی جان کا خطرہ ہے۔

اس وقت الحاد کے فروغ کے لیے جو فیس بک پیجز کام کر رہے ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں

"We Fucking Love Atheism" [2]
"Religion Poisons Everything" [3]
"Hammer the Gods" [4]
"The Thinking Atheist" [5]
"United Atheists of America" [6]
"Working class atheists" [7]
"We Love Atheism" [8]
"Pakistani Atheist & Freethinkers" [9]

ان کے علاوہ بھینسا، موچی ، روشنی نامی فیس بک پیجز تھے جن پر تواتر کے ساتھ استہزا کیا جاتا تھا،ان پر بعد ازاں حکومتِ پاکستان نے پابندی لگادی

سوشل میڈیا پر ملحدین کی جانب سے استہزائے اسلام کی چند مثالیں درج ذیل ہیں

ٹویٹر پر باؤنسر کے نام سے اکاؤنٹ پر یہ پوسٹ لگائی گئی ہے

---

1 https://forum.mohaddis.com/threads/%D8%A7%D9%86%D9%B9%D8%B1%D9%86%DB%8C%D9%B9-%DA%A9%DB%92-%D8%B0%D8%B1%DB%8C%D8%B9%DB%92-%D8%A7%D8%B3%D9%84%D8%A7%D9%85%DB%8C-%D8%AF%D9%86%DB%8C%D8%A7-%D9%85%DB%8C%DA%BA-%D8%A7%D9%84%D8%AD%D8%A7%D8%AF-%DA%A9%DB%8C-%DB%8C%D9%84%D8%BA%D8%A7%D8%B1.16701/ Accessed on 10-12-19, Time: 5:43

2 https://www.facebook.com/WFLAtheism/?ref=br_rs Accessed on 24-1-20, Time: 18:17

3 https://www.facebook.com/GodIsNotGreat Accessed on 24-1-20, Time: 12:34

4 https://www.facebook.com/HammerTheGods Accessed on 24-1-20, Time: 8:27

5 https://www.facebook.com/thethinkingatheist/ Accessed on 24-1-20, Time: 13:47

6 https://www.facebook.com/WEAREUAA Accessed on 24-1-20, Time: 3:45

7 https://www.facebook.com/workingclassatheists Accessed on 24-1-20, Time: 5:24

8 https://www.facebook.com/WeLoveAtheism/?ref=br_rs Accessed on 24-1-20, Time: 6:25

9 https://www.facebook.com/Pakistani.freethinker/ Accessed on 24-1-20, Time: 18:35

"بلاشبہ مذہب اور خدا اس ملک کا سب سے بڑا مسئلہ ہے. جب تک اس ملک کے باسی ان دونوں چیزوں کو نہیں روندیں گے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا آگے بڑھیں "[1]

اپنے آپ کو بزبان خود اگناسٹ کہنے والا مبشر علی زیدی استہزائے اسلام کرتے ہوئے فیس بک پر لکھتا ہے

" دوڈھائی ہزار سال پہلے آسمانی خدا نے جو کتابیں زمین پر بھیجیں، ان کی حفاظت نہ کرسکا اور چودہ سو سال پہلے جو کلام نازل کیا، اس کے تحفظ کا ذمہ لیا۔ صرف چھ سو سال میں خدا کتنا سمجھ دار ہو گیا!"[2]

فیس بک پر ڈارون پاکستانی کے نام سے ایک ملحد کا اکاؤنٹ ہے جس پر آئے دن استہزائے خدا کے ساتھ ساتھ اسلام سے متعلقہ دیگر تعلیمات کے تمسخر کی کوششیں ہوتی رہتی ہیں، وہ لکھتا ہے

" قرآن میں شراب کا بار بار ذکر آیا اور ممانعت کی گئی ہے جبکہ چرس کا ایک بار بھی ذکر نہیں، حالانکہ شراب سے زیادہ انسانی صحت اور نفسیات کے لیے چرس خطرناک ثابت ہوا ہے جس کا اثر انسان پہ 56 دن تک رہتا ہے بلکہ شراب ایک ایسا مادہ ہے جو کنٹرول میں استعمال کرنے پر انسانی صحت کے لیے مفید ہے، مان لیا اس دور میں نہیں تھا یہ لیکن کیا خدا کو معلوم نہیں تھا مستقبل میں چرس کی وجہ سے لوگوں کی زندگیاں برباد ہونے والی ہیں؟۔۔۔ آگے لکھتا ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی جھوٹی تسلی ان شاء اللہ "[3]

خدا اپاہج ہو گیا کے عنوان سے عامر نامی ملحد نے یہ پوسٹ 23 جنوری 2019 کو لگائی جس میں صراحتاً خدا کا مذاق اڑایا گیا ہے

" نسل انسانی پر نظر دوڑائیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ بنی نوع انسانی نے ارتقا کے مراحل سے گذرتے ہوئے بے شمار چیلنجز کا سامنا کیا یوں تو بے شمار چیلنجز ہیں لیکن آیئے دیکھتے ہیں وبائی امراض، قحط اور جنگ جیسے خطرات سے نمٹنے میں خدا نے ہماری کتنی مدد کی وہ خدا جس کا دعویٰ ہے کہ میری طرف ایک قدم چلو میں تمہاری طرف ستر قدم چلوں گا وہ خدا جس کا دعویٰ ہے کہ میں تم سے ستر ماوں سے زیادہ پیار کرتا ہوں

---

[1] https://twitter.com/Bauncer0/status/1212108799647125507 Accessed on 14-2-20, Time: 15:32

[2] https://m.facebook.com/story.php?story_fbid=10155702244062172&id=652667171 Accessed on 16-2-20, Time: 12:25

[3] https://www.facebook.com/profile.php?id=100033427113481&fref=gs&__tn__=%2CdlC-R-R&eid=ARDNWBZ2XfbGz4ayQtSeXbvhlcU7Li946KWJtQAtashKpRMnqohyxvRhhwilNqbKGjYYqskgGG_JHnT&hc_ref=ARSk5P Accessed on 14-10-19, Time: 10:42

قحط: قدیم مصر اور قرون وسطیٰ ہندوستان میں قحط اور خشک سالی پڑی تو اندازہ لگایا جاتا ہے کہ 10 فیصد آبادی فنا ہو گئی خدا دیکھتا رہا اور اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہ ہلا

سولہویں صدی میں قحط نے فرانس میں ڈیرے جمائے 1692 سے 1694 کے دوران 28 لاکھ لوگ بھوک سے مر گئے بنی اسرائیل کو من و سلویٰ کھلانے والا خدا دیکھتا رہا

ایک سال بعد 1695 میں قحط نے ایسٹونیا کا رخ کیا اور آبادی کا پانچواں حصہ بھوک کے ہاتھوں موت کی آغوش میں جا پہنچا خدا دیکھتا رہا

ایک سال بعد 1696 میں قحط فن لینڈ پہنچ گیا اور موت کا رقص جاری رہا آبادی کا تیسرا حصہ اس رقص میں فنا ہو گیا خدا دیکھتا رہا۔۔۔ ہر جنگوں میں ہونے والی اموات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں انسان ابتدائی ارتقاء سے لے کر آج تک جن بھی مشکلوں سے گذرا اس نے ہر روز خدا کو مدد کے لیے پکارا لیکن خدا دیکھتا رہا اور انسان کو اپنی مدد آپ کرنا پڑی

آج اگر کہیں کسی کو خدا مل جائے تو اسے کہیے دنیا میں تشریف لائے تا کہ طبی سائنس اس کی اپاہجی دور کر سکے"[1]

سید امجد حسین نامی ملحد فیس بک پر "خدا سے گوگل تک" کے عنوان سے لکھتا ہے

"آخر کار مجھے ایک ایسا خدا مل گیا ہے جسے میں خرافات، جھوٹے انبیاء، جنگوں اور قتل و غارت کے بغیر علمی طور پر ثابت کر سکتا ہوں۔ ایک ایسا خدا جس تک صرف عقل کے ذریعے ہی رسائی حاصل کی جا سکتی ہے، اس خدا کا منطق اور علم سے انکار نہیں کیا جا سکتا، اس خدا کے وجود کے دلائل انسان کے تخلیق کردہ تمام خداؤں سے زیادہ ہیں جنہیں انسان اپنی جہالت کی وجہ سے پوجتا رہا، اس خدا کی طرف ہم روز رجوع کرتے ہیں اور اس سے عجیب و غریب چیزیں مانگتے ہیں، مگر اکثر لوگ اس خدا کی نعمتوں کے منکر ہیں، یہ رنگ برنگا خدا فوری جواب دیتا ہے اور کسی عربی اور عجمی یا کالے اور سفید میں کوئی فرق روا نہیں رکھتا۔ یہ

[1] https://www.facebook.com/groups/PakistaniFreethinkers7/?notif_id=1548760065987786&notif_t=group_r2j_approved&ref=notif Accessed on 15-10-19, Time: 11:56

خدا گوگل سبحانہ وتعالیٰ ہے۔۔۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ گوگل کے سوا کوئی خدا نہیں اور انٹرنیٹ اس کا بندہ اور رسول ہے"[1]

مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے والے "شعوری ملحد کی ڈائری" کے عنوان سے ایک ملحد سید فراز الٰہی رضوی جرأت تحقیق نامی ویب سائٹ پر لکھتا ہے "

"پوچھا کہ کیا مردار اور خون کو کھانا حرام ہے۔ جواب ملا ہاں۔ پوچھا تو مچھلی کیوں حلال ہے؟ اس لیے کہ پانی کے تمام جانور حلال ہیں۔ پوچھا کہ کیا سمندری سانپ، وہیل مچھلی اور آکٹوپس بھی حلال ہے تو جواب آیا کہ جن چیزوں پر شک ہو انھیں چھوڑ دینا چاہئے۔ مذیب کی یہ واحد بات میں نے مانی اور خدا کو چھوڑ دیا"[2]

ڈاکٹر شہباز منج کے مطابق سوشل میڈیا پر ملحدین شکوک وشبہات ڈالنے کے لیے مختلف سوالات اٹھاتے ہیں، ان میں سے ایک سوال ملحدین کی طرف سے یہ کیا جارہا ہے

"دیکھیں کرونا نے کعبے اور عبادت خانوں کو ویران کر دیا ہے۔ اگر مذہب کی کوئی حقیقت ہوتی، خدا کہیں موجود ہوتا تو عام مسجدوں کو چھوڑیں کعبے کو تو ویران ہونے سے بچا ہی لیتا؟ یہ مذہبی لوگ کہتے ہیں ہر چیز خدا کے اختیار میں ہے تو کرونا کو کعبے سے دور کہیں روکے نا، ہم بھی تو دیکھیں خدا کی طاقت!"[3]

مندرجہ بالا پوسٹیں محض استہزا اور بیجا اعتراضات پر مبنی ہیں جو کہ خدا اور مذہب کی حقیقت کا ادراک نہ ہونے کی وجہ سے سامنے آتے ہیں، اس طرح کی پوسٹیں جو ملحدین کی جانب سے استہزائے خدا کرتے ہوئے سوشل میڈیا کی زینت بنتی ہیں وہ دراصل پس پردہ دوسروں کو الحاد کی طرف مائل کر رہی ہوتی ہیں، ملحدین بالعموم اسلام اور اس کی تعلیمات کا استہزا کرتے ہیں اور بالخصوص خدا کے حوالے سے تمسخر اُڑانے میں پیش پیش ہوتے ہیں، چونکہ وہ خدا کے وجود کے ہی منکر ہوتے ہیں اس لیے خدا کے حوالے سے زیادہ تر استہزا اور طنز کے نشتر چلاتے ہیں

[1] https://www.facebook.com/photo.php?fbid=1298461983598029&set=pcb.1967954939888685&type=3&theater&ifg=1 Accessed on 14-10-19, Time: 10:12

[2] https://realisticapproachblog.wordpress.com/2017/06/24/%d9%85%d8%b3%d9%84%d9%85%d8%a7%d9%86-%da%af%da%be%d8%b1%d8%a7%d9%86%db%92-%d9%85%db%8c%da%ba-%d9%be%db%8c%d8%af%d8%a7-%db%81%d9%88%d9%86%db%92-%d9%88%d8%a7%d9%84%db%92-%d8%b4%d8%b9%d9%88%d8%b1%db%8c/ Accessed on 17-10-19, Time: 19:34

[3] ڈاکٹر محمد شہباز منج، الحاد، مذہب اور اہل مذہب، ماہنامہ الشریعہ، جلد 31، شمارہ 4 اپریل 2020، ص:18

دوسری جانب اس الحادی فکر کا مقابلہ کرنے کے لیے جدید تعلیم یافتہ طبقے نے اب توجہ دی ہے۔ایک گروپ "آپریشن ارتقاء فہم و دانش" کے نام سے متحرک ہے جس کے ایک لاکھ صارفین ہیں، اسی طرح ایک برقی صفحہ "الحاد جدید کا علمی محاکمہ" کے نام سے موجود ہے جو الحادی نظریات اور سوالات کا مدلل انداز میں جواب دیتا ہے۔

نظریہ الحاد سے مقابلے کی اہمیت

آج عصر حاضر میں مسلم معاشروں کو نظریہ الحاد کا فکری چیلنج درپیش ہے، اس فکر کا مطالعہ کرنا،اس کو سمجھنا، اس کے حاملین کے دلائل کو سن کر ان کا مدلل جواب دینا اور اس چیلنج کو چیلنج کے طور پر سمجھ کر اس کے مقابلے کی تیاری کرنا یہ مسلم معاشروں کے لیے ناگزیر ہے

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے فتنہ الحاد سے مقابلے کی اہمیت مدارس کے طلبہ کے سامنے اس طرح بیان کی ہے

" آج رسول اللہ ﷺ کے سرمایہ پر ڈاکہ ڈالا جارہاہے، آپ ﷺ کے قلعے میں شگاف پیدا کیے جارہے ہیں، آپ ﷺ کے دارالسلطنت پر حملہ کیا جارہاہے، اگر آج امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل ہوتے تو میں یقین کرتا ہوں کہ شاید وہ فقہ کی تدوین بھی تھوڑی دیر کے لیے روک دیتے اور اس مسئلہ کی طرف توجہ کرتے"[1]

ان الفاظ سے الحاد کے مقابلے کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اگر الحادی نظریہ کے سامنے بند نہیں باندھا جائے گا تو مسلم معاشروں میں یہ ناسور کی طرح پھیل جائے گا بالخصوص نوجوان نسل میڈیا کے ذریعے سے بہت جلد اس سے متاثر ہو جائے گی

عصر حاضر میں الحاد کی مختلف صورتیں

مری تھومس اپنی کتاب میں سیکولر بلیف سسٹم کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں

"Five well-known nonreligious philosophical positions are naturalism, materialism, humanism (sometimes referred to as secular humanism), agnosticism, and atheism "[2]

"عصر حاضر میں یہ پانچ غیر مذہبی فلسفے کی مشہور صورتیں ہیں، ان میں نیچر لزم جسے عقل پرستی کا نام دیا گیا ہے، مٹیریلزم جسے مادہ پرستی کہا جاتا ہے اور ہیومنزم جسے بعض اقات سیکولر ہیومنزم کہا جاتا ہے، لاادریت اور الحاد مطلق"

[1] پاجا سراغ زندگی، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریات اسلامی کراچی، 1973ء، ص:48

[2] God in the Classroom: Religion and America’s Public Schools, Murray Thomas, Praeger, Rowman & Littlefield, Lanham, Maryland, 2007, P:34

جبکہ اسلام کے مقاصد شریعہ میں حفظِ عقل بھی شامل ہے جسے یہاں نیچر لزم کا نام دیا گیا ہے اور حفظِ جان، حفظِ مال، حفظِ نسل یہ تینوں عناصر ہیومنزم کے تحت داخل ہیں۔

مندرجہ بالا حوالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عصرِ حاضر میں الحاد جدید کی نوعیت قدیم دور کے الحاد سے یکسر مختلف ہے اور بہت پیچیدہ ہے جس کا مقابلہ کرنا ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ضرور دکھائی دیتا ہے۔

الحاد کے اثرات

الحاد انسانی ذہن پر بہت تیزی سے اثر انداز ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ الحاد 'انسان کے نہ صرف سوچنے کے زاویہ کو تبدیل کرتا ہے بلکہ شخصیت پر اپنا تاثر چھوڑتا ہے، اس حوالے سے سید جلال الدین عمری اپنے ایک مضمون "انکار خدا کے نتائج" میں لکھتے ہیں

> " انکار خدا کا سب سے بڑا اثر یہ مرتب ہوا کہ انسان اپنے بارے میں ایک حیوان کی حیثیت سے سوچنے لگا۔ حیوان صرف طبعی تقاضے رکھتا ہے اور ہر ممکن طریقے سے ان کی تکمیل کی کوشش کرتا ہے اس کے سامنے صرف وقتی لذت ہوتی ہے اور فوری خطرات کے سوا کوئی دوسرا خطرہ اسے نہیں ہوتا، اس کے پیش نظر کچھ غیر مادی یا روحانی مقاصد نہیں ہوتے "[1]

مسلم معاشروں پر الحاد کے اثرات

مسلم معاشروں میں الحاد کے اثرات کس طرح رونما ہو رہے ہیں، اس حوالے سے مصر اور عراق کی ایک رپورٹ بتاتی ہے "مصر کی عدالت کے اعداد و شمار کے حوالے سے حالیہ جاری ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق 2015ء میں ہزاروں مصری خواتین نے اپنے شوہر کے ملحد ہو جانے کی وجہ سے طلاق کا مقدمہ دائر کر دیا ہے، 2011 میں کردش نیوز ایجنسی اے کے نیوز کی سروے رپورٹ کے مطابق 67 فیصد عراقی خدا پر یقین رکھتے ہیں، 21 فیصد کے نزدیک خدا کی موجودگی کا امکان ہے، 7 فیصد خدا پر یقین نہیں رکھتے اور 4 فیصد کے مطابق شاید خدا موجود ہی نہیں ہے "[2]

---

[1] انکار خدا کے نتائج، ص 7

[2] https://www.washingtontimes.com/news/2017/aug/1/atheists-in-muslim-world-growing-silent-minority/ Accessed on 28-10-19, Time: 8:43

سابقہ کلام سے یہ واضح ہوتا ہے کہ الحادی نظریہ کی تاریخ کوئی نئی نہیں ہے، انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام نے بھی اس فتنے کا مدلل انداز میں مقابلہ کیا تھا، لیکن عصر حاضر میں اس نظریہ نے اپنی شکل بھی تبدیل کی ہے اور مختلف حکمتِ عملی کے ساتھ الحادی نظریات کا پرچار کیا جارہا ہے، عصرِ حاضر کے ملحدین 'اولاً محض شک پیدا کرتے ہیں، پھر ربوبیت پر اعتراض کرتے ہیں اور پھر الحاد کی دعوت پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی تمام مذاہب کا بالعموم اور اسلام کا بالخصوص "آزادیٔ اظہارِ رائے" کی آڑ میں استہزا کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور اپنے نظریات کا پرچار کرنے کے لیے تمام ممکنہ ذرائع استعمال کرتے ہیں۔ الحاد اس وقت مسلم اور غیر مسلم معاشروں میں تیزی سے پھیلنے والے نظریات میں سے ایک ہے جس کا نقصان نہ صرف اسلام بلکہ تمام مذاہب کے پیروکار اٹھارہے ہیں، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس نظریہ کے پھیلنے کے جو اسباب ہیں وہ زیادہ تر مذاہب کے ماننے والوں کی اپنی کمزوریوں اور منفی پہلو کی وجہ سے ہیں۔ اس صورتِ حال میں وقت کا تقاضہ ہے کہ اہلِ علم حضرات اپنی ذمہ داری کا ادراک کرتے ہوئے اس چیلنج کا مدلل انداز اور تمام ممکنہ ذرائع کے ساتھ مقابلہ کریں۔

فصل دوم: سیکولرزم اور استہزائے اسلام

یہ فصل دو مباحث پر مشتمل ہے، اس فصل میں سیکولرزم کا تعارف، آغاز و ارتقاء اور اس نظریہ کے حاملین کا اسلام کے حوالے جانے والے استہزا کو بیان کیا جائے گا۔

مبحث اول: سیکولرزم کا تعارف و آغاز و ارتقاء

اس مبحث کے آغاز میں سیکولرزم کا تعارف بیان کیا جائے گا

سیکولرزم کا لفظ سب سے پہلے برطانوی مصنف جارج جیکب ہولی اوک نے ۱۸۹۶ء میں شائع ہونے والی کتاب "English Secularism, A confession of belief" میں استعمال کیا اس سے مراد ایسا سماجی نظام تھا جس کا انحصار مذہب پر نہ ہو۔

> "Secularism claims that religion ought never to be anything but a private affair; it denies the right of any kind of church to be associated with the public life of a nation" [1]

"سیکولرزم کا دعویٰ یہ ہے کہ مذہب کو کسی کے نجی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے، یہ چرچ کے ان تمام اختیارات کو مسترد کرتا ہے جو کسی قوم کی زندگی سے منسلک ہوں"

ہولی اوک کا موقف یہ تھا کہ ہر شخص کو فکر اور تقریر کی آزادی ملنی چاہیے، اخلاق مذہب سے جدا حقیقت ہے، انسان کی سچی رہنما سائنس ہے، علم و ادراک کی واحد کسوٹی اور سند عقل ہے

آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق

> "The belief that religion should not be involved in the organization of society, education etc" [2]

"یہ عقیدہ کہ مذہب کا معاشرے، تعلیم اور دیگر شعبہ ہائے حیات کی تشکیل میں کوئی کردار نہیں ہونا چاہیے"

ویبسٹر ڈکشنری کے مطابق

> "Regard for worldly as opposed to spiritual matter" [3]

"دنیا بھر میں روحانی معاملات کی مخالفت کا نام سیکولرزم ہے"

---

[1] English Secularism: A Confession of Belief, George Jacob Holyoake, Open court publishing Company, Chicago, February 1896, P:12

[2] Oxford Advanced Learner's Dictionary, P:1155

[3] Webster Comprehensive Dictionary, P:1138

ڈاکٹر طارق جان سیکولرزم کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں

"انسانی دماغ کی ہر وہ اختراع، جو اللہ تعالیٰ کے حقِ حکمرانی کو خود ساختہ خانوں میں بانٹتی ہے، سیکولر ہی کہلائے گی۔ مثلاً

- تمام خرافات (یونانی ہوں یا رومن) اپنی اصل میں سیکولر ہیں
- ہر بادشاہ جو اپنی حکمرانی کی سند حضور خداوندی (divine) سے لاتا ہو، وہ بھی سیکولر ہے
- پیشوائی کہ یہ دعوے کہ انہیں ثالثی اور مختاری کی الٰہی سند حاصل ہے سیکولرزم ہی کے مظاہر ہیں
- کوئی شخص یا گروہ اگر عقیدے کے سماجی مطالبات کو چھوڑ کر خالی خولی روحانیت پر زور دے وہ بھی سیکولر ہے
- کوئی بھی طرزِ حکمرانی جس میں حاکمیتِ اعلیٰ عوام الناس کی مانی جائے اور انہی کے عزم اور خواہشات کو قانون سازی کا منبع تسلیم کیا جائے، وہ بھی سیکولر ہی ہے"[1]

سیکولرزم کی اتنی مختلف النوع تعریفات ہو چکی ہیں کہ قاری کو بھی سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے کہ کون سی تعریف درست ہے

ہر جانب سے سیکولرزم کا فلسفہ مختلف طریقوں اور انداز سے بیان کیا جاتا ہے، سیکولرزم میں مذہب کی تکریم اور توہین دونوں کا امکان موجود ہوتا ہے، بعض دانشوروں کے نزدیک مذہب کو "ریاستی گندگی" سے دور رہ کر ہی اپنا کردار ادا کرنا چاہیے اور بعض یہ دلیل دیتے ہیں کہ یورپ نے بھی عملاً مذہب کو ریاست سے بے دخل کر کے ہی ترقی کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو حضرات مذہب کو ریاست سے دور رکھنا چاہتے ہیں وہ دراصل مذہب کی بنیاد سے ہی ناواقف ہیں اور جو سیکولرزم اور مذہب کو ایک ہی خانے میں رکھنا چاہتے ہیں وہ خود سیکولرزم کو سمجھنے میں ناکام رہے ہیں

عصرِ حاضر میں موجود بزبانِ خود سیکولر ریاستیں سیکولرزم کے ایک اور پہلو کی طرف رہنمائی کرتی ہیں کہ ایسی تمام مغربی ریاستیں خواہ وہ یورپ کی ہوں یا امریکہ کی 'اپنی ریاست میں اپنے دعوے کے برعکس طرزِ عمل اختیار کرتی ہیں، سیکولرزم کے بجائے اپنی تخلیق کردہ مسیحیت کا پرچار کرتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ان ممالک میں مسیحی تعطیلات کو ہی قومی تعطیلات تصور کیا جاتا ہے اور پوری قوم چاہتے یا نا چاہنے کے باوجود اس میں شامل ہوتی ہے

ڈاکٹر شیریں مزاری سیکولر ریاستوں میں سیکولرزم کو بے نقاب کرتے ہوئے لکھتی ہیں

"ناروے میں ہر بالغ شخص کے لیے چرچ ٹیکس کی ادائیگی لازم ہے جو ریاست اس کی آمدنی سے وصول کر لیتی ہے، خواہ وہ اس بارے میں حلفیہ بیان بھی جمع کرائے کہ وہ چرچ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، جبکہ جرمنی

---

[1] سیکولرزم، مباحث اور مغالطے، ڈاکٹر طارق جان، ایمل مطبوعات اسلام آباد 2013، ص:22

میں چرچ کو چندہ دینے پر ٹیکس میں چھوٹ کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے لیکن مسجد کو چندہ دینے پر یہ رعایت نہیں دی جاتی، ملکہ برطانیہ چرچ آف انگلینڈ کی سربراہ ہیں، سب سے زیادہ قابلِ مذمت یہ حقیقت ہے کہ توہینِ مقدسات کا برطانوی قانون صرف مسیحیت تک محدود ہے، دوسرے لفظوں میں اسلام (اور دیگر مذاہب) کی محترم ہستیوں کی شان میں گستاخی کی مکمل آزادی ہے ، ایسا کرنے پر کوئی قانون لاگو نہیں ہو گا ۔۔۔ فرانس میں بھی یہی صورت حال ہے، اسکارف کے معاملے پر پیدا کیے جانے والے تنازع نے فرانسیسی ریاست کے مذہبی تعصب کو پوری طرح بے نقاب کر دیا ہے۔ فرانسیسی "سیکولرزم" کو گلے میں صلیب کا نشان پہننے والی اسکولوں کی مسیحی طالبات سے کوئی خطرہ لاحق نہیں، لیکن جب مسلمان لڑکیاں اسکارف سے اپنا سر ڈھانکتی ہیں تو ریاست کا تعلیمی نظام اپنے آپ کو خطرے میں محسوس کرنے لگتا ہے"[1]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بظاہر سیکولرزم کے دعوے کے باوجود عملی مظاہر سیکولرزم کی سوچ کے برعکس دکھائی دیتے ہیں، بالخصوص اسلام اور اس کی تعلیمات پر نہ صرف عمل کرنے پر صراحتاً پابندی لگائی جاتی ہے بلکہ محترم ہستیوں کی شان میں گستاخی بھی معمول کا حصہ ہے اس کے برعکس چرچ کے حوالے سے خصوصی رعایت دی جاتی ہے جس سے محسوس یہ ہوتا ہے کہ سیکولرزم کے اعلان کے باوجود عیسائی ریاست کے طور پر یہ ممالک اپنا وجود رکھتے ہیں

اسی طرح ترکی جسے کمال اتاترک نے سیکولر شناخت دی تھی، جہاں اذان، اسکارف، عربی رسم الخط اور دینی تعلیم پر پابندی لگا دی گئی تھی وہاں 18 اپریل 1999ء کے الیکشن میں فضیلت پارٹی کی طرف سے میڈم مروے ترک پارلیمنٹ کی رکن منتخب ہوئیں ان کے ساتھ سیکولر سوچ نے جو رویہ اپنایا وہ بیان کرتے ہوئے جاوید چوہدری اپنے کالم زیرو پوائنٹ میں لکھتے ہیں۔

"مئی 1999ء میں مروے نے اسکارف کے ساتھ پارلیمنٹ میں داخل ہو کر سیکولرزم کے ترک فلسفے کو چیلنج کر دیا، مروے کی اس حرکت میں پارلیمنٹ میں زلزلہ آگیا، سیکولر ارکان نے آسمان سر پر اٹھالیا، ترکی میں سیکولرزم کی ضامن فوج نے بھی مروے کی جسارت کا سنجیدگی سے نوٹ لیا، لہذا صدر سلیمان ڈیمرل نے مروے کی رکنیت اور شہریت دونوں منسوخ کر دیں۔ یہ ایک سیکولر سٹیٹ کا ایک ایسے آزاد شہری سے انتقام تھا جو اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا چاہتا تھا"[2]

---

[1] ڈاکٹر شیریں مزاری، ثقافتی تنوع، آزادئ اظہار اور یورپی قوانین، آج کا مغرب اور مسلم دنیا، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، 2010ء، ج:3، ش:4، ص:78

[2] جاوید چوہدری، زیرو پوائنٹ، روزنامہ جنگ لاہور 8 نومبر 2003ء، ص6

سیکولرزم اور اسلام میں تصادم

اسوہ نبوی ﷺ کی روشنی میں بھی سیکولرزم کو دیکھا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ اس کا دینِ اسلام سے کوئی تعلق نہیں، کیوں کہ نبی مہرباں ﷺ نے زندگی کے معاشی، سیاسی، سماجی، تعلیمی، عدالتی غرض ہر پہلو پر اسلام کی تعلیمات کا اطلاق کیا ہے اور رہتی دنیا کے لیے اس حوالے سے اصول وضع کیے ہیں، اس لیے سیکولرزم کا تصور اپنے تمام معانی و مفاہیم کے ساتھ تعلیمات نبوی ﷺ سے متصادم ٹھیرتا ہے لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام اور سیکولرزم دو متصادم نظریات ہیں جو آپس میں مل کر نہیں چل سکتے۔ علامہ یوسف القرضاوی[1] اس تصادم کو یوں بیان کرتے ہیں

> "سیکولرزم چاہتا ہے کہ اگر لوگ اسلام سے اپنا تعلق باقی ہی رکھنا چاہتے ہیں تو وہ بس اتنا ہو کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر کبھی کبھار کوئی دینی گفتگو نشر ہو جائے، جمعے کے روز اخبار میں دینی صفحہ شامل ہو جائے، عام نظامِ تعلیم میں ایک پیریڈ دینی تعلیم کا مقرر کر دیا جائے، سرکاری قوانین کے مجموعے میں ایک حصہ اسلام کے شخصی قوانین کا رکھ لیا جائے، معاشرے کے بیشمار اداروں میں ایک مسجد بھی تعمیر کر دی جائے اور نظامِ حکومت میں ایک وزارت 'اوقاف کی بھی قائم ہو جائے۔۔۔ مگر خود اسلام کا مزاج یہ ہے کہ وہ زندگی کے صرف ایک گوشہ یا ایک پہلو پر قناعت نہیں کر سکتا! یہ نہیں ہو سکتا کہ گھر سارا لادینیت کے حوالے ہو اور اس گھر میں اسلام کی حیثیت مہمان کی ہو۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سے لادینیت اور اسلام میں تصادم شروع ہوتا ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں جاری رہتا ہے، خصوصاً عقائد، عبادات، اخلاق اور قانون سازی کے شعبوں میں کیونکہ اسلام کے آنے کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ ان شعبوں کو صحیح اصول پر استوار کیا جائے"[2]

علامہ یوسف القرضاوی کا مندرجہ بالا تبصرہ سیکولرزم اور اسلام کے فرق کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ بالکل درست عکاسی کرتا ہے

ڈاکٹر طارق جان بھی مذہب اور سیکولرزم کو ایک دوسرے کی ضد سمجھتے ہیں، ان کے مطابق

---

[1] 9 ستمبر 1926ء کو مصر میں پیدا ہونے والے ڈاکٹر علامہ یوسف القرضای عالمِ اسلام کے ممتاز عالمِ دین کے طور پر اپنی پہچان رکھتے ہیں۔ صدر عالمی اتحاد برائے علمائے اہل اسلام کی حیثیت سے اپنی خدمات سر انجام دے رہے ہیں، 50 سے زائد کتب کے مصنف ہیں

[2] اسلام اور سیکولرزم، یوسف القرضاوی، مترجم: ساجد الرحمن صدیقی، عالمی ادارہ فکرِ اسلامی، اسلام آباد، 1981ء، ص: 109

"مذہب کو زندہ رہنے کے لیے لازم ہے کہ وہ پہاڑوں اور غاروں سے اُترے اور زندگی کے بہاؤ میں آئے، سیکولرزم کو زندہ رہنے کے لیے ضروری ہے کہ مذہب پہاڑوں پر، مزاروں اور خانقاہوں میں ہی رہے، تاکہ وہ اپنی من مانی کرتے ہوئے انسانی آدرشوں کو ان کے اخلاقی اور روحانی متن سے دور کر دے"[1]

ڈاکٹر طارق جان بھی مذہب کے اس تصور پر تنقید کرتے ہیں کہ پہاڑوں اور غاروں میں تنہائی پسند ہو کر رب کی عبادت کی جائے بلکہ مذہب کا تقاضہ یہ ہے کہ پہاڑوں سے اُتر کر زندگی کے بہاؤ میں آئے۔

سیکولرزم کی تاریخ

اس مبحث میں سیکولرزم کی تاریخ کو بیان کیا گیا ہے کہ یہ نظریہ کب اور کن وجوہات کی بناء پر وجود میں آیا اور معاشرے میں اس کے کیا اثرات رونما ہوئے ہیں

تاریخ کے جھروکوں میں جھانکیں تو قومِ شعیب علیہم الصلاۃ والسلام بھی سیکولرزم کی تعریف پر مکمل اترتی دکھائی دیتی ہے کہ جب شعیب علیہم الصلاۃ والسلام نے اپنی قوم کو ناپ تول میں کمی سے روکا تو اس کے جواب میں اُن کی قوم نے سیکولرزم کا فلسفہ ہی سنایا تھا

﴿ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰۗؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴾[2]

"انہوں نے کہا" اے شعیب، کیا تیری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ان سارے خداؤں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے آباؤ اجداد کرتے تھے؟ یا یہ کہ ہمیں اپنے مال میں اپنے منشا کے مطابق تصرّف کا اختیار نہ ہو؟ بس تو ہی تو ایک عالی ظرف اور راست باز آدمی رہ گیا ہے!"

اس آیت میں دراصل قومِ شعیبؑ طنزیہ انداز استعمال کیا ہے کہ بس تو ہی ایک سمجھدار آدمی رہ گیا ہے جو ہماری معیشت میں دخل اندازی کر رہا ہے۔ سادہ اور آسان الفاظ میں اس بات پر تعجب کا اظہار کیا کہ تمہاری نماز کا ہمارے فلسفہ عبادت اور طریقہ معیشت سے کیا تعلق ہے؟ مذہب اپنی جگہ اور نظامِ ریاست اپنی جگہ، ان دونوں کا کوئی باہمی تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ سیکولرزم کے فلسفے کو تاریخ کے تناظر میں دیکھا جائے تو مشرکینِ مکہ کی سوچ بھی سیکولر دکھائی دیتی ہے۔ کیونکہ انہیں بھی نبی مہرباں ﷺ سے ذاتی طور پر کوئی دشمنی نہیں تھی بس وہ بھی اسلام کی بالادستی کے خلاف تھے اور یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے باپ دادا کے دین کے بجائے کسی اور دین کی بالادستی قائم ہو۔ سورۃ الکافرون بھی جن حالات میں نازل ہوئی وہ

---

[1] سیکولرزم، مباحث اور مغالطے، ص:24

[2] سورہ ہود:11/87

یہی حالات تھے کہ مشرکینِ مکہ سیکولرزم کی سوچ کے تحت نبی ﷺ سے لین دین کرنا چاہتے تھے، سورۃ الکافرون بھی اسی لیے نازل ہوئی تھی کہ اس بات کا اعلان کر دیا جائے کہ اسلام 'تمام ادیانِ باطلہ کے انکار اور جھوٹے خداؤں سے براءت کے اظہار کا ہی نام ہے، لہٰذا اسلام اور کفر کا کسی بھی مرحلے پر اشتراک ناممکن ہے

سیکولرزم کا باقاعدہ آغاز یورپ سے ہوتا ہے، جب اسلام نے علم و تحقیق کے باب کھولے اور اس کے اثرات دنیا میں پھیلنے لگے تو اس وقت یورپ میں بھی علم و تحقیق میں دلچسپی میں اضافہ ہوا، لیکن چونکہ یہ وہ وقت تھا کہ جب یورپ کے کلیساؤں کو ہی اقتدار کی طاقت حاصل تھی اور یورپ کی عوام عیسائی پادریوں کے نا صرف ظلم و استبداد کا شکار تھی بلکہ ان کے تعصب اور تنگ نظری سے بھی واقف تھی، یہی وہ رویہ تھا کہ جس نے یورپ کو علم کے میدان میں آگے نہیں بڑھنے دیا، انہی حالات میں یورپ نے سب سے پہلے کلیساؤں کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرتے ہوئے یہ نعرہ لگایا کہ عیسائیت اور اس کے علمبردار ہی دراصل ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں اور پھر رفتہ رفتہ مذہب سے ہی بیزاری کا اعلان کیا، اسی کے نتیجے میں سیکولرزم کی بنیاد پڑی۔

اصحاب کلیسا کے سائنس اور سائنسدانوں کے ساتھ رویے کے حوالے سے مولانا عبد الباری ندوی لکھتے ہیں

> "یورپ کے محکمہ احتساب (انکوئزیشن) کی قربان گاہ میں قرونِ وسطیٰ میں پاپاؤں کے ہاتھ بیسیوں محققینِ سائنس 'انکشافات علمی کے گناہ میں نذر چڑھ گئے، پادری سمجھتے تھے کہ زمین کو گول کہنا بھی مذہب کی تردید ہے۔ کوپرنیکس نے حرکتِ ارض و مرکزیت شمس کے اثبات یا نظام فیثا غورث کی تائید میں کتاب لکھی تو اس کا پڑھنا کفر قرار پایا۔ گلیلو نے دوربین کی ایجاد سے کوپرنیکس کے انکشافات کی تائید کی تو اسے قید کی سزا ملی اور قید ہی میں مر گیا۔ برون واس اس جرم میں جلا دیا گیا کہ تعدد عوالم کا قائل تھا"[1]

مولانا تقی امینی اس کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں

> "مذہب نے انسان کو جامد اور ناترقی پذیر قرار دے دیا تھا، جس کی بناء پر ہر قسم کی علمی و تمدنی ترقی بڑی حد تک رکی ہوئی تھی اور جن لوگوں نے علم و فن کی ترقی میں حصہ لیا انہیں نہ صرف یہ کہ مذہب کی بارگاہ سے ملعون و مردود قرار دیا گیا بلکہ سخت سے سخت سزاؤں میں مبتلا کیا گیا تھا"[2]

اس وقت کے عیسائی پادریوں کی بحث اور ریسرچ کے موضوعات ایسے ہوتے تھے کہ دنیا اس پر ہنستی تھی چناچہ تقی امینی لکھتے ہیں

---

[1] مذہب و عقلیت، عبد الباری ندوی، انسٹیٹیوٹ علی گڑھ کالج علی گڑھ 1991ء، ص4

[2] لامذہبی دور کا تاریخی پس منظر، محمد تقی امینی، مکی دار الکتب اردو بازار لاہور، 1996ء، ص39

"بعض عیسائی ممالک کے پادری ان مباحث میں مصروف تھے کہ عیسی علیہم الصلاۃ والسلام کا پیشاب پاک تھا یاناپاک اور آسمان سے جو دستر خوان (مائدہ) آیا تھا اس میں خمیری روٹی تھی یا فطیری (غیر خمیری)"[1]

عیسائی پادریوں اور کلیسا کے مندرجہ بالا رویوں کی وجہ سے عوام الناس میں سیکولر سوچ نے جنم لینا شروع کر دیا تھا لیکن اس نظریہ کو پھلنے پھولنے کا موقع نشاۃ ثانیہ اور عقلیت پرستی کی وجہ سے ملا۔

نشاۃ ثانیہ

نشاۃ ثانیہ کی اس تحریک کا آغاز چودھویں صدی میں اٹلی میں ہوا اور پھر رفتہ رفتہ یورپ کے دیگر ممالک میں بھی پھیل گئی، چونکہ یورپ میں یونانی فلسفے اور علم کی طرف از سر نو رجحان بڑھا تو گویا یورپ نے دوبارہ علم کی طرف رجوع کر لیا اس لیے اسے نشاۃ ثانیہ کہا جاتا ہے

ڈاکٹر شاہد فریاد نشاۃ ثانیہ کی تعریف "دی ورلڈ بک انسائیکلوپیڈیا" کے حوالے سے لکھتے ہیں

"نشاۃ ثانیہ 'فن، ادب اور ریاست کے حوالے سے مذہبی نقطہ نظر کے بجائے دنیوی نقطہ نظر کے قائم مقام ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اس تحریک کا تعلق خدا کے بجائے انسان سے ہے، یہ نیا رویہ انسان پرستی کی ٹھیک طور پر حدود متعین کرتا ہے، اس کی بنیاد جس پر اس کا انحصار ہے اسے تدریجی طور پر دولت اور سیاسی طاقت کی طرف منتقل کرتی ہے اور یہ تحریک عہد وسطی کے چرچ کے بجائے جدید خیالات کی طرف مائل کرتی ہے"[2]

پندرہویں صدی سے یورپین قومیں دیگر ممالک میں پھیلنا شروع ہوئیں تو سیکولرزم کی سوچ بھی ان معاشروں کا حصہ بنتی گئی اور نو آبادیاتی نظام کے تحت مفتوحہ علاقوں (امریکہ، آسٹریلیا، مشرقی ایشیا، اور برصغیر پاک و ہند وغیرہ) میں گہرے اثرات چھوڑے، اسی دور میں سیکولرزم کا ایک اور محرک عقلیت پرستی کا نظریہ وجود میں آیا۔

عقلیت پرستی

عقلیت پرستی کا دور تقریبا سترہویں صدی کے وسط سے شروع ہوتا ہے اور اس 1775ء تک چلتا ہے عقلیت پرستی کے اس نظریہ کو حسن عسکری بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

---

[1] عروج وزوال کا الہی نظام، محمد تقی امینی، مکی دار الکتب اردو بازار لاہور، 1959ء ص158

[2] سیکولرزم ایک تعارف، ڈاکٹر شاہد فریاد، کتاب محل لاہور، 2000ء، ص:103

"سترہویں صدی کے وسط تک لوگ یہ طے کر چکے تھے کہ انسان کی جدوجہد کا میدان یہ مادی کائنات ہے اور انسان کا مقصدِ حیات 'تسخیر فطرت یا تسخیر کائنات ہونا چاہیے۔۔۔عقلیت پرستی کے دور کی ایک مرکزی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے انسانی زندگی اور انسانی فکر میں سب سے اونچی جگہ معاشرے کو دی تھی، ان کا خیال تھا کہ فرد کو اپنے ہر فعل اور قول میں معاشرے کا پابند ہونا چاہیے، یہ لوگ مذہب کو بھی صرف اسی حد تک قبول کرتے تھے جس حد تک کہ مذہب معاشرے کے انضباط میں معاون ہو سکتا ہے، غرض معاشرے کو بالکل خدا کی حیثیت دے دی گئی تھی۔ نعوذ باللہ "[1]

اس نظریہ کے مطابق عقل، فہم اور معاشرہ ہی سب کچھ ہے ان کے آگے مذہبی نظریات وعقائد کی کوئی اہمیت نہیں ہے

برصغیر میں سیکولرزم کا آغاز

برصغیر میں سیکولرزم کا نقطہ آغاز اکبر بادشاہ کے دور کو بتایا جاتا ہے، اکبر کے دربار میں جب عیسائی پادری نے انجیل پیش کی اور ثالث ثلثہ کے متعلق دلائل پیش کیے اور نصرانیت کو حق ثابت کیا تو اکبر ان کی گفتگو سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا اور اسلام کی دیگر مذاہب پر حقانیت کے حوالے سے اس کی رائے کمزور پڑ گئی۔ اس تبدیلی کا سبب بیان کرتے ہوئے سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں

"مجالس مناظرہ کا پرانا تجربہ ہے کہ کسی مذہب کی صداقت اور اس کی ترجیح کا فیصلہ کرنے کے لیے ہمیشہ دلائل کی قوت اور علمی ثبوت کافی اور فیصلہ کن نہیں ہوتا، اس کا بہت کچھ دارومدار اس مذہب کے وکیلوں اور نمائندوں کی چرب زبانی اور قوت بیانی پر ہے، بعض مرتبہ ایک کمزور مذہب کے وکیل زیادہ قادر الکلام، خوش بیان، نفسیات انسانی سے واقف اور موقع شناس ہوتے ہیں، وہ سننے والے کو متاثر اور معتقد بنا لیتے ہیں، ایک صحیح مذہب کے ترجمان (کسی وجہ سے) ان خصوصیات سے عاری اور ان کلامی اسلحہ سے خالی ہوتے ہیں، اور وہ اپنے اس نقص کی وجہ سے بازی ہار جاتے ہیں[2]

اور یہی حال اکبر کے دربار میں ہوا کہ وہ مذہب سے لاتعلقی کی بناء پر اور سیکولرزم کی حمایت میں اتنے آگے بڑھ گئے کہ مذہب پیچھے رہ گیا

ملا عبدالقادر دربار اکبری میں لکھتے ہیں

---

[1] جدیدیت، حسن عسکری، ادارہ فروغ اسلام لاہور، اکتوبر 1997، ص:55

[2] تاریخ دعوت وعزیمت، سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریات اسلام کراچی، 1980ء، ص:4/82

"اہل بدعت اور ہوا پرست اپنی غلط آراء اور باطل شبہات کے سبب کمین گاہوں سے نکل آئے اور باطل کو حق کی صورت میں اور خطا کو صواب کے لباس میں پیش کرنے لگے، اور بادشاہ کو جو جوہر ذاتی رکھتا تھا، اور طالب حق مگر امی محض اور کافروں سے مانوس تھا، شک میں مبتلا کر دیا، اور اس کی حیرت میں اضافہ کر دیا اور مقصد فوت ہو گیا اور شریعت کا بندھ ٹوٹ گیا، اور پانچ چھ سال کے بعد اسلام کا کوئی اثر نہ رہ گیا اور معاملہ بالکل الٹ گیا"[1]

اکبر کے دربار میں عیسائی پادریوں اور ہندوؤں کے پنڈت کی جانب سے شعائر اسلام پر ہونے والی گفتگو بظاہر آزادی اظہار رائے تھا لیکن اس نے اکبر اور اس کے درباریوں کو یہ باور کرا دیا کہ کسی ایک مذہب کا برحق ہونے کا دعویٰ درست نہیں بلکہ ہر مذہب میں کچھ اچھی باتیں موجود ہیں، اس لیے اسلام کو دیگر مذاہب پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔ اسی نظریہ کے فروغ سے برصغیر میں سیکولرزم کا آغاز ہوا۔

بیسویں صدی چونکہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی صدی سمجھی جاتی ہے اس لیے اس صدی میں سیکولرزم کو سب سے زیادہ طاقت سائنسی نظریات کے فروغ سے ملی کہ جس نے انسان کو مذہب سے دور کر دیا، تہذیبوں کے تصادم میں اس کو اس طرح بیان کیا گیا ہے

"بیسویں صدی کے پہلے نصف میں دانشور اشرافیہ کا عمومی طور پر یہ مفروضہ تھا کہ معاشی اور سماجی جدیدیت انسانی وجود کے ایک اہم عامل کے طور پر مذہب کو ختم کر دے گی۔ جدید سیکولرسٹوں نے اس بات کو سراہا کہ سائنس، منطقیت اور عملیت پسندی نے توہمات 'اساطیر' غیر عقلیت پسندیوں اور رسوم کو مٹا دیا ہے جو کہ زندہ مذاہب کی روح تھے۔ اُبھرتا ہوا معاشرہ روادار 'عقلی' عملیت پسند 'ترقی پسند انسان دوست اور سیکولر ہوگا"[2]

یہ تھی سیکولرزم کی وہ تاریخ جو بتدریج معاشرے میں نفوذ پذیر ہوتی چلی گئی اور مہذب معاشرے بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔

سیکولرزم کے اسباب

سیکولرزم کی تاریخ سمجھتے ہوئے اس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ کن اسباب کی بنیاد پر سیکولرزم ایک طاقتور نظریہ کے طور پر سامنے آیا ہے، ان اسباب کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر سفر الحوالی لکھتے ہیں

- "کلیسا کا دینی، سیاسی اور مالی امور میں اپنی حدوں سے تجاوز کرنا

---

[1] منتخب التواریخ، جلد دوم، ص:255

[2] تہذیبوں کا تصادم، سیموئل ہنٹنگن، مترجم: محمد احسن بٹ، مثال پبلشنگ اردو بازار لاہور، جنوری 2003ء، ص:121

- کلیسا اور جدید علم کے درمیان کشمکش
- انقلاب فرانس
- نظریہ ارتقا"[1]

یہ چار بنیادی نکات ہیں جن کے سبب سے سیکولرزم کا ارتقا ہوا اور آج دنیا کے بیشتر ممالک میں کہیں اعلانیہ اور کہیں غیر اعلانیہ طور پر سیکولرزم اپنی پوری روح کے ساتھ اپنا وجود رکھتا ہے۔

سیکولرزم کے اثرات اور مسلم کردار

سیکولرزم نے نہ صرف انسانی سوچ کو تبدیل کر کے اپنی جانب مبذول کرایا ہے بلکہ اب وہ سوچ معاشرے میں انسانی عمل پر بھی اثر انداز ہوتی دکھائی دیتی ہے اور اس تناظر میں مسلمانون کی جانب سے بھی منفی کردار سامنے آتا ہے

ڈاکٹر محمد امین اپنی کتاب "اسلام اور تہذیبِ مغرب کی کشمکش" میں سیکولرزم کے مسلم معاشروں پر اثرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

> "مغربی سیکولرزم کے اثرات سے مسلم معاشرہ مسٹر اور مولوی میں تقسیم ہو گیا ہے یعنی کچھ لوگ مذہبی ہیں اور کچھ غیر مذہبی یا دنیادار۔۔۔ پھر اسی سیکولرزم کے اثرات 'مسلم معاشرے کے فرد کے نظریات کو اس طرح تبدیل کرتے ہیں کہ وہ اسلامی تعلیمات کے استہزا کی صورت میں سامنے آتے ہیں جیسے

- نماز کے لیے بار بار دفتر / کاروبار سے اٹھ کر مسجد جانا تضیع اوقات ہے
- نماز سے کپڑے خراب ہوتے ہیں مثلاً پینٹ کی کریز، وضو کرتے وقت کوٹ اور ٹائی کو سنبھالنا مصیبت ہے
- گھر مسجد سے دور ہونا چاہیے تا کہ اذان کی آواز اور مولوی صاحب کے وعظ ہر وقت تنگ اور بیزار نہ کریں
- رمضان کے روزے اس لیے رکھنا کہ کچھ وزن کم ہو جائے اور معدہ بھی درست ہو جائے
- زکوٰۃ کو ٹیکس سمجھنا اور ٹیکس سمجھ کر مجبوری اور کراہت سے ادا کرنا
- مسلمان حکومتوں کا سو طرح کے ٹیکس لگانا لیکن زکوٰۃ اور عشر کی وصولی کا موثر انتظام نہ کرنا
- حج اور عمرے پر خرچ کی جانے والی رقم غریبوں، یتیموں اور بیواؤں پر خرچ کرنی چاہیے
- قربانی کا کوئی فائدہ نہیں، یہ رقم غریبوں اور مسکینوں کو دینی چاہیے
- قربانی جانوروں پر ظلم ہے

---

[1] سیکولرزم آغاز، ارتقاء اسلامی زندگی پر اثرات، ڈاکٹر سفر بن عبد الرحمٰن الحوالی، مترجم محمد زکریا رفیق، کتاب سرائے بیت الحکمت لاہور، 2017ء، ص:21

- اہل حرم نے حاجیوں کی خدمت کو کاروبار اور جلب ذر کا ذریعہ بنا رکھا ہے"[1]

مندرجہ بالا گفتگو دراصل عام مشاہدات کا مجموعہ ہے جو کہ مسلم معاشروں میں دکھائی دیتے ہیں اور یہی سیکولرزم کے وہ اثرات ہیں جو غیر محسوس انداز میں مسلم معاشروں میں نفوذ پذیر ہو رہے ہیں اور خود مسلم رویہ اس سیکولر سوچ کو پروان چڑھانے میں معاون و مددگار بن رہا ہے

عطاءاللہ صدیقی اپنے مضمون "سیکولرزم کا سرطان" میں ایک سیکولر احمد بشیر کے بارے میں لکھتے ہیں

> "احمد بشیر کو پاکستان کے اشتراکیوں میں ایک کٹر، باغی اور بزرگ سیکولر دانشور کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ اکتوبر 1996ء میں کل پاکستان موسیقی کانفرنس کے موقع پر احمد بشیر نے کتھک ڈانس کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ "ہمارے مولوی اس تفریح طبع پر مبنی رقص کی خواہ مخواہ مخالفت کرتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ (نعوذ باللہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی رقص دیکھا کرتے تھے آدم اور حوا بھی (نعوذ باللہ) ناچتے ہوئے جنت سے نکلے تھے"[2]

ہونا تو یہ چاہیے کہ اپنے آپ کو سیکولر متعارف کرانے کے بعد کسی بھی مذہب اور اس کے عقائد سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے لیکن عموماً یہی رویہ دیکھنے میں آیا ہے کہ ہر وہ سیکولر جو بظاہر جس مذہب سے تعلق رکھتا تھا اسی مذہب کے استہزا میں فخریہ انداز میں شریک ہوتا ہے

طارق جان کے الفاظ میں

> "سیکولرزم اپنے قبول کرنے والوں سے جو قیمت مانگتا ہے وہ بھی بے حد گراں ہے۔ یہ انسان کو روحانیت سے محروم کر کے اسے محض ایک مادی انسان بنا دیتا ہے۔۔۔ ہمارے ایمان کے مرکزی ستون ٹوٹ کر ہم پر گرنے والے ہیں۔ لگتا ہے قوم فالج کا شکار ہوا چاہتی ہے کیونکہ لادینی فکر و عمل نے اس کا ابتدائی تحرک اور جوش نچوڑ ڈالا ہے۔۔۔ ایک سیکولر ہو یا کوئی سیاستدان، دونوں سمجھتے ہیں کہ دینی روایت کا دور گزر چکا ہے، گویا اب رسم جہاں اور ہے، دستور زماں اور"[3]

الحاد اور سیکولرزم

سیکولرزم اور الحاد دو مختلف نظریات ہیں جن کے درمیان بنیادی فرق درج ذیل ہے

---

[1] اسلام اور تہذیبِ مغرب کی کشمکش، ڈاکٹر محمد امین، کتاب سرائے لاہور، 2006، ص:147

[2] عطاءاللہ صدیقی، سیکولرزم کا سرطان، محدث میگزین، مجلس التحقیق الاسلامی لاہور، اگست 2000ء، ج:33، ش:240، ص:23

[3] سیکولرزم: مباحث اور مغالطے، ص:21

سیکولرزم	الحاد
یہ عقیدہ کہ مذہب کا معاشرے، تعلیم اور دیگر شعبہ ہائے حیات کی تشکیل میں کوئی کردار نہیں ہونا چاہیے	یہ اعتقاد کہ کوئی خدا نہیں ہے
مذہب کی آزادی ہے	مذہب کے انکار کا نام ہے
سائنسی امور اور معاملات زندگی میں مذہب کی مداخلت پر پابندی	مذہب کی مداخلت پر مکمل پابندی
اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے پیروکار بیک وقت سیکولر بھی ہو سکتے ہیں	کسی مذہب کا پیروکار ملحد نہیں ہو سکتا
مذہبی عبادات کی ادائیگی کی مکمل اجازت دی جاتی ہے	مذہبی عبادات کی اجازت نہیں
اسلام میں سیکولرزم کی کوئی گنجائش نہیں	اسلام میں الحاد کی کوئی گنجائش نہیں

ان بنیادی فرق کے باوجود ایک رائے یہ ہے کہ سیکولرزم دراصل الحاد کی جانب پیش قدمی کا پہلا مرحلہ ہے، ابتداً عوام الناس میں بآسانی قبولیت کے لیے سیکولرزم کی سوچ پیدا کی جاتی ہے، رفتہ رفتہ اس سوچ کو الحاد میں تبدیل کیا جاتا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس کے مقالہ نگار جیمس ہیسٹنگ لکھتے ہیں کہ سیکولرزم دراصل دہریت اور کفر والحاد کا متبادل لفظ ہے

"The movement originated in 1849, and was expressly regarded by Holyoke as an alternative to atheism" [1]

اس عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بنیادی طور پر یہ نظریہ الحادی فکر پر مبنی تھا، عصر حاضر میں اس کی جدید صورت سیکولرزم کی شکل میں سامنے آئی ہے، اسی لیے آغاز میں سیکولرزم کی بات کی جاتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ یہی سوچ الحاد کی طرف اپنا رخ کرتی ہے اور اپنے آپ کو سیکولر کہنے والا شخص الحاد کی طرف اپنا سفر شروع کر دیتا ہے

حافظ محمد عبد القیوم بھی اپنے مضمون میں اس کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں

عصر حاضر میں لفظ سیکولرزم اپنے دامن میں ایک نیا پہلو لیے ہوئے ہے۔ لیکن ان سب معانی ومفاہیم کے باوجود سیکولرزم کسی فلسفے کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ دراصل دہریت (Atheism) کو قبول کرنے کا نسبتاً ایک

[1] Encyclopedia of Religion and Ethics، James Hastings, T & T Clark, Edinburgh, 1908, vol:10, P:348

نرم (Soft) لفظ ہے، وگرنہ عہدِ روشن خیالی کے مغربی مفکرین نے تو دہریت کو فروغ دیا تھا، مگر معاشرہ میں عدم قبولیت کی وجہ سے متبادل لفظ سیکولرزم تلاش کیا گیا"[1]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ الحاد کا اگر مقابلہ کرنا ہے تو پہلے بیشتر اسلامی معاشروں میں قابل قبول نظریہ سیکولرزم کو شکست دینی ہو گی ورنہ براہ راست الحاد کو ختم کرنا آسان نہیں ہو گا۔

سیکولرزم کے حوالے سے پیشگوئی

نیگل باربرا اپنے ایک بلاگ "Atheism to Defeat Religion By 2038" میں لکھتے ہیں

"اگر قومیں اپنے سرمائے کو سیکولرائیزیشن کے لیے استعمال کرتی رہیں تو مجموعی آبادی الحاد کی حد سے تجاوز کر جائے گی اور پھر مذہب بھی 2041ء تک غیر اہم تصور کیا جائے گا"[2]

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سیکولر سوچ بھی دراصل الحادی فکر کو ہی تقویت دیتی ہے اور جس رفتار سے سیکولر سوچ دنیا کے بیشتر ممالک خصوصاً اسلامی معاشروں میں پروان چڑھ رہی ہے اس حساب سے 2041ء تک کا یہ تجزیہ درست دکھائی دیتا ہے۔

[1] حافظ محمد عبدالقیوم، سیکولرزم ومابعد سیکولرزم، الاضواء، شیخ زاید مرکز اسلامی، جامعہ پنجاب لاہور، ج:2، ش:3، ص:296

[2] نیگل باربر، بلاگ "Atheism to Defeat Religion By 2038 ،HuffPost "
https://www.huffpost.com/entry/atheism-to-defeat-religion-by-2038_b_1565108
Accessed on 28-08-19, Time: 4:33

مبحث دوم: سیکولرز اور استہزائے اسلام

مبحثِ دوم میں اُن واقعات کا تذکرہ کیا جائے گا جو سیکولر افراد کی جانب سے اسلام کے استہزا کے طور پر سامنے آئے ہیں دنیا بھر کی سیکولر ریاستوں کا حال یہ ہے کہ اپنے آپ کو سیکولر کہنے والے ممالک خود سیکولرزم کی جانب سے دی گئی آزادی کو ریاستی طاقت کے ذریعے سلب کرتے ہیں، بالخصوص اسلامی تعلیمات کا استہزا کرتے ہوئے نشانہ بناتے ہیں

ڈاکٹر محمد سہراب[1] اس حوالے سے اپنے مقالے میں لکھتے ہیں

"یورپ کے ہر ملک کی اپنی ایک خصوصی علامت اور موضوع ہے جسے وہ مسلمانوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں، فرانس میں یہ نقاب، برقعہ، چادر یا سر کا رومال ہے، جرمنی میں مساجد ہیں، ڈنمارک میں کارٹون ہیں، ہالینڈ میں ہم جنس پرستی ہے۔۔۔ سوئزرلینڈ والوں نے ایک برقعہ پوش عورت کی تصویر بنائی، مینار کو ہتھیار کے طور پر دکھایا گیا تھا جو سوئزرلینڈ کے مفتوح جھنڈے پر منعکس تھا، یہ دعویٰ بھی کیا گیا کہ اسلام سوئزرلینڈ کی قدروں سے ہم آہنگ نہیں ہے"[2]

مغربی اقوام کا ریاستی سطح پر اسلام مخالف رویہ ہی انفرادی سطح پر استہزائے اسلام کا سبب بنتا ہے اور بعد ازاں استہزا کے مجرمین کو ریاست کی سرپرستی حاصل ہوتی ہے

اسلامی تہذیب و تمدن کے نگہباں ترکی میں خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ ہوا اور ترکی کو سیکولرزم کے خطوط پر چلانے کی کوشش کی گئی۔ اس تبدیلی کے رہنما مصطفیٰ کمال بھی صراحتاً استہزائے اسلام کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں

ریاست کو سیکولر بنانے کا بل پیش کرتے ہوئے مصطفیٰ کمال نے پارلیمنٹ میں جو تقریر کی تھی اس کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے عرفان اور گا اپنی کتاب اتاترک میں لکھتے ہیں

"اس بنیاد پر خاموشی اور خوبصورتی کے ساتھ عمل کرتے ہوئے مصطفیٰ کمال نے 3 مارچ 1924ء کو ایک بل پیش کیا، اس بل نے ترکی کی ریاست کو سیکولر شکل دیدی اور خلیفہ کے منصب کو ختم کر دیا، بل کو پیش کرتے ہوئے مصطفیٰ کمال نے اس موضوع پر کھل کر بحث کی، اس نے کہا عثمانی سلطنت 'اسلام کے اصولوں پر قائم ہوئی تھی، اسلام اپنی ساخت اور اپنے تصورات کے لحاظ سے عرب ہے، وہ پیدائش سے لیکر موت تک اپنے پیروؤں کی زندگی کی تشکیل کرتا ہے ، اور ان کو اپنے مخصوص سانچے میں ڈھالتا ہے، وہ انکی

[1] جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کی اکاڈمی آف تھرڈ ورلڈ اسٹڈیز میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں، انہوں نے سعودیہ عربیہ سے ایم فل اور پی ایچ ڈی کیا ہے، انہیں اسلامی نظریہ اور امت مسلمہ کی شناخت کے حوالے سے گہری دلچسپی ہے

[2] ڈاکٹر محمد سہراب، اقلیتوں کے حقوق اور مغرب میں اسلام و فوبیا، بعنوان: سرد جنگ کے بعد کی سیاست میں اسلاموفوبیا، گلوبلائیزیشن اور جمہوریت کا درس، ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی، جون 2011، ص:473

امنگوں کا گلا گھونٹ دیتا ہے اور انکی جراءت و اقدام پسندی میں روڑے اٹکاتا ہے، ریاست کو اسلام کے مسلسل باقی رہنے سے خطرہ لاحق ہو گا"[1]

پارلیمنٹ میں کسی ریاست کے سربراہ کے ایسے الفاظ جو کہ نا صرف استہزائے اسلام کی ایک صورت ہیں بلکہ جس سیکولر نظریہ کو وہ اپنی ریاست میں قائم کرنے کا عزم رکھتے تھے خود اس کے بنیادی مفہوم کے برعکس ہیں کیونکہ سیکولرزم کی تعریف کے مطابق ہر شخص کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہے، لیکن اتنے ذمہ دار فورم پر سربراہِ مملکت کے یہ الفاظ خود اسلام پر عمل کرنے کی آزادی کو سلب کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔اور یہ رویہ صرف الفاظ تک محدود نہیں رہا بلکہ عملی طور پر ترکی میں اسلام کو اسی طرح پابند سلاسل رکھا گیا، اذان اور اسکارف پر پابندی اور مساجد پر لگے ہوئے تالے اس نام نہاد سیکولرزم کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں سیکولر خیالات کے حامل افراد کس طرح استہزائے اسلام کرتے ہیں اس کا ایک عکس درج ذیل ہے

بھارت اپنے آپ کو سیکولرزم کا سب سے بڑا چیمپئین کہتا ہے اس کی اپنی ریاستوں کا حال اس رپورٹ سے واضح ہوتا ہے، اور یہاں اسلام کا استہزا اس طریقے سے ہوتا ہے

"Out of 29 states, eight have legislation restricting religious conversion, with laws in force in five of those states out of 29 states, eight have legislation restricting religious conversion, with laws in force in five of those states
On June 9, the Christian community in Ahmedabad, Gujarat, protested the publication of a Hindi language textbook they said characterized Jesus Christ as a “devil” (the textbook used the Hindi word “haivan”) Similarly, another GSSTB textbook defined the Muslim practice of fasting during Ramadan as “cholera" [2]

"29 میں سے 8 ریاستوں میں ایسے قوانین موجود ہیں جو مذہب کی تبدیلی پر پابندی عائد کرتے ہیں اور ان میں سے 5 ریاستوں میں یہ قانون پوری طرح نافذ ہے، 9جون کو گجرات کے شہر احمد آباد میں عیسائی برادری نے ہندی زبان کی ایک درسی کتاب کی اشاعت پر احتجاج کیا جس میں بقول ان کے حضرت عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام کو شیطان ظاہر کیا گیا تھا(درسی کتاب میں لفظ حیوان استعمال کیا گیا تھا) اسی طرح GSSTB کی ایک اور درسی کتاب میں رمضان کے دوران مسلمانوں کے روزہ رکھنے کو"ہیضہ "کے لفظ سے موسوم کیا گیا ہے"

[1] Ataturk, Irfan Orga, Joseph, London, 1962, P:241
[2] India 2017 International Religious Freedom Report Executive Summary, International Religious Freedom Report for 2017 United States Department of State, Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, U.S 2017, P:21

سیکولرزم کے دعوے دار اسلام ہی نہیں عیسائیت کو بھی اپنے طنز و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں

آزادی اظہارِ رائے

سیکولرزم نے سب سے زیادہ جس تحریک پر زور دیا ہے وہ ہے "آزادی اظہارِ رائے" جس کی بنیاد ہی کسی بھی مہذب معاشرے میں غلط تصور کی جاتی ہے، اس تحریک نے معاشروں سے رواداری اور ادب و احترام ہی چھین لیا ہے، بد تمیزی و بد تہذیبی کا وہ کلچر دیا ہے جس سے کوئی محفوظ نہیں ہے۔ استہزا اسلام کی مختلف صورتیں بھی دراصل اسی کلچر کا حصہ ہیں۔ ایک سیکولر معاشرے میں مذہب اور مذہبی شخصیات کا مذاق اڑانا معیوب نہیں سمجھا جاتا جب کہ مسلمان اس تہذیب کے نہ تو عادی ہیں اور نہ ہی اس کا حصہ بننا چاہتے ہیں۔

اسی آزادیٔ اظہار رائے کے دعوے دار فلیمنگ روز نامی صحافی نے چوٹی کے چالیس کارٹون سازوں کو باقاعدہ رسمی طور پر مدعو کیا اور ان سے ایسے خاکے تیار کرنے کو کہا جو اسلام اور اس کی محترم شخصیات کا مذاق اڑانے والے ہوں بالکل اسی طرح کے خاکے جیسے وہ دوسری عام چھوٹی موٹی چیزوں کے بناتے ہیں۔ ان کارٹون سازوں کے بنائے ہوئے خاکوں میں سے 12 کو منتخب کیا گیا اور 20 ستمبر 2005ء کے شمارے میں اس عنوان کے تحت اخبار میں شائع کیا گیا: "پیغمبرِ اسلام کے خاکے کی تصویر"

"Flemming Rose claimed, "I do not regret having commissioned these cartoons" [1]

فلیمنگ روز نے کہا "مجھے ان خاکوں کو شائع کر کے کوئی پچھتاوا نہیں"

"The ambassadors sent a protest letter to Rasmussen, but the Danish Prime Minister, stressing that Denmark recognized freedom of expression, refused to discuss the matter" [2]

"جب مسلم ممالک کے سفیر اپنا احتجاج جمع کرانے کے لیے ڈنمارک کے وزیرِ اعظم راسموسین سے ملاقات کے لیے گئے تو وہ اپنے سرکاری مؤقف پر ڈٹا رہا کہ یہ آزادی اظہارِ رائے ہے اور اس پر بات کرنے سے انکار کیا"

"Jyllands-Posten, the Danish newspaper that first published the cartoons of the prophet Muhammad that have caused a storm of protest throughout the

---

[1] Michael Buchanan, "Cartoon Outrage Bemuses Denmark", BBC News, 1 February 2006, P:7 http://news.bbc.co.uk/2/hi/europe/4669210.stm Accessed on 18-07-19, Time: 13:34

[2] Paul Belien, "Cartoon Case Escalates into International Crisis", The voice of conservatism in Europe, 27 October 2005, P:9 https://www.brusselsjournal.com/node/407 Accessed on 29-08-19, Time: 14:56

Islamic world, refused to run drawings lampooning Jesus Christ, it has emerged today" [1]

"جے لینڈز پوسٹن اخبار جس نے سب سے پہلے نبی ﷺ کے حوالے سے کارٹون شائع کیے تھے اور جس کی وجہ سے پوری مسلم دنیا میں احتجاج برپا ہو گیا تھا اسی اخبار نے عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام کے کارٹون چھاپنے سے انکار کر دیا"

"Morgenavisen Jyllands-Posten will not publish any Iranian Holocaust cartoons, and it will not establish or seek to establish co-operation with any Iranian newspaper on such cartoons" [2]

"پھر اسی اخبار نے ایرانی اخبار میں ہولوکاسٹ پر چھپنے والے کارٹون چھاپنے سے بھی انکار کر دیا"

"اسی طرح 200 ریڈیو اور ٹیلی ویژن چینلز نے "آزادئ صحافت" اور "سیکولر جمہوریت" کے نام پر توہین آمیز خاکوں کو نشر کیا" [3]

"A minister of the Italian Government donned a tea-shirt depicting those cartoons and announced to promote it as a fashionwear" [4]

"اٹلی کی حکومت کے ایک وزیر نے ان خاکوں پر مبنی ایک ٹی شرٹ متعارف کرائی اور اسے فیشن کے پہناوے کے طور پر بڑھا دینے کا اعلان کیا"

اب تو حال یہ ہے کہ ہر سال کوئی نہ کوئی اسی طرح امتِ مسلمہ کے جذبات سے کھیلتے ہوئے توہین آمیز عمل کے ذریعے سے خبروں میں رہنے کی کوشش کرتا ہے اور اسے آزادئ اظہار رائے کا نام دیا جاتا ہے جس کی آڑ میں دراصل اسلام کا تمسخر اڑانے کی جسارت کی جاتی ہے اور اسی سوچ کے دفاع کے لیے سیکولرزم ہر وقت موجود ہوتا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آزادئ اظہار رائے کو بھی دراصل اسلام نے ہی پیش کیا تھا لیکن کچھ قیود و حدود کے ساتھ جنہیں خود عقل بھی تسلیم

---

[1] Danish paper rejected Jesus Cartoons, The Guardians, London, Monday 6 February 2006, P:4
https://www.theguardian.com/media/2006/feb/06/pressandpublishing.politics
Accessed on 28-08-19, Time: 2:33

[2] "No Holocaust Cartoons in Morgenavisen Jyllands-Posten", Jyllands-Posten, Denmark, 10 February 2006, P:9
https://jyllands-posten.dk/uknews/ECE5009013/No-Holocaust-Cartoons-in-Morgenavisen-Jyllands-Posten/ Accessed on 30-08-19, Time: 6:43

[3] خورشید احمد، جمہوری حقوق اور توہین آمیز خاکے، رد عمل کے لیے حکمت عملی، آج کا مغرب اور مسلم دنیا، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، 2010 ، ج:4، ش:3، ص27

[4] "Italy Cartoon Row Minister Quits," BBC News, February 18, 2006, P: 9
http://news.bbc.co.uk/2/hi/europe/4727606.stm Accessed on 28-08-19, Time: 14:44

کرتی ہے اور بین الاقوامی طور پر بھی ان حدود کا نہ صرف خیال رکھا جاتا ہے بلکہ قوانین کا بھی حصہ بنایا جاتا ہے۔ قرآن اظہارِ رائے کی آزادی کو اس طرح بیان کرتا ہے

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾[1]

"اے ایمان لانے والو، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ٹھیک بات کیا کرو"

﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَمَنْ شَاۗءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاۗءَ فَلْيَكْفُرْ﴾[2]

"کہہ دیجیے کہ یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے، اب جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کر دے"

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ﴾[3]

"وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن"

مندرجہ بالا آیات اس ثبوت کے لیے کافی ہیں کہ اسلامی تعلیمات میں اظہار رائے کی مکمل آزادی دی گئی ہے حقیقت یہ ہے کہ اسلام سے قبل انسانی عقل 'تقلید و روایت پرستی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی اور سب سے پہلے اسلام نے ہی ان زنجیروں کو توڑ کر انسانیت کو آزاد کرایا ہے اور سوچنے سمجھنے کی نہ صرف آزادی دی ہے بلکہ قرآن میں جگہ جگہ اس کی ترغیب دی گئی ہے کہ تفکر کیا کرو، خلیفہ وقت کا احتساب ہو یا ظالم بادشاہ کے خلاف کلمہ حق کہنے کا معاملہ 'ان سارے رویہ کو اسلام نے سراہا ہے۔

اسلامی تاریخ میں آزادئی اظہار کا دلچسپ واقعہ اس طرح موجود ہے کہ مصر کے گورنر کے بیٹے نے گھوڑ دوڑ میں ایک غریب کے بچے کو آگے نکلنے پر چھڑی دے ماری۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حج کے موقعے پر تمام بلاد اسلامیہ کے گورنر مکہ میں جمع ہوتے تھے اور وہاں عوامی عدالت لگتی تھی، اس غریب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے شکایت کی، آپ رضی اللہ عنہ نے گورنر اور ان کے بیٹے دونوں کو طلب کر لیا۔ مقدمہ پیش ہوا اور واقعہ ثابت ہو گیا۔ اس موقعے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تاریخی الفاظ ارشاد فرمائے

((متى استعبدتم الناس وقد ولدتهم أمهاتهم أحراراً))[4]

---

[1] سورۃ الاحزاب:70/33

[2] سورۃ الکھف:29/18

[3] سورۃ التغابن:2/64

[4] مقاصد الشریعہ الاسلامیہ، محمد بن محمد طاہر ابن عاشور التونسی، وزارت الاقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، 2004ء، ص384

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آزادئ اظہار کو بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "تم نے کب سے انسانوں کو اپنا غلام بنانا شروع کر دیا جب کہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا"

درج بالا کلام سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ سیکولرزم اس نظریہ کا نام ہے جو مذہب کو انسان کا نجی مسئلہ قرار دیتے ہوئے کہتا ہے کہ ایک سیکولر ریاست میں ہر ایک کو اپنے مذہب اور عقیدے پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہونی چاہیے، سیکولرزم کی بنیادی سفارشات کا خلاصہ یہ ہے کہ مذہب کا' ریاست اور اس کے شعبہ جات سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے، کسی آسمانی ہدایات کے بجائے انسان کو صرف اپنی عقل کو استعمال کرتے ہوئے صحیح اور غلط کا فیصلہ کرنا چاہیے، ہر انسان کو اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہونا چاہیے، سوچنے اور بولنے پر پابندی کی مذمت ہونی چاہیے۔ اس وقت دنیامیں 195 میں سے 96 ممالک کا دعویٰ اپنے بارے میں سیکولرزم کا ہے کہ وہ سیکولر نظریہ کے حامل ممالک ہیں اور اپنے ملک کو سیکولر سوچ کے تحت چلائیں گے، یہ تعداد تو ان ممالک کی ہے جنہوں نے برملا سیکولر ہونے کا اعلان کیا ہے ان کے علاوہ وہ ممالک جو اپنے ملک کو کسی مذہب کا نمائندہ کہتے ہیں وہاں بھی سیکولرزم عملی طور موجود ہے اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں آدھی دنیا سیکولر نظریہ پر ایمان لا چکی ہے۔ لیکن ان میں سے بیشتر ممالک کی حقیقت یہ ہے کہ وہاں اسلام کے حوالے سے ان کا رویہ سیکولرزم کے بنیادی اصول سے متصادم نظر آتا ہے اور اسی قول وفعل کے تضاد کے نتیجے میں اسلام پر عمل کرنا مشکل دکھائی دیتا ہے اور بظاہر آزادئی اظہار رائے کی آڑ میں تسلسل کے ساتھ استہزائے اسلام کی مختلف صورتیں سامنے آتی ہیں جو کہ پوری دنیامیں تصادم اور بدامنی کا باعث بنتی ہیں۔

فصل سوم: نظریہ نسائیت اور استہزائے اسلام

یہ فصل دو مباحث پر مشتمل ہے اس فصل میں نظریہ نسائیت کا تعارف، تاریخ اور اس نظریہ کے پیروکار کی جانب سے اسلام اور اسلامی تعلیمات کے استہزا کے حوالے سے گفتگو کی جائے گی

مبحث اول: نظریہ نسائیت کا تعارف و تاریخ

مبحث اول میں ابتدا میں نظریہ نسائیت کا تعارف بیان کیا گیا ہے

مغرب میں عورتوں کے حقوق کی جدوجہد کی پوری ایک تاریخ ہے، اس جدوجہد یا تحریک کو مختلف نام دیے گئے ہیں، حقوقِ نسواں، سفریجی تحریک، تحریکِ آزادیٔ نسواں، نسائیت یا تحریکِ نسائیت، جدید تحریک نسواں
(Woman's right, Suffrage movement, Woman Liberation movement, Feminism, or feminist movement) کہا گیا ہے۔

آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق

"The belief and aim that woman should have the same right and opportunities as men" [1]

"تحریک آزادئی نسواں یا نسائیت سے مراد ایسا مقصد کہ جس میں عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق اور مواقع دیے جائیں"

ویبسٹر ڈکشنری میں اسے یوں بیان کیا گیا ہے

"The doctrine which declares the equality of the sexes and advocates equal social, political and economic rights for woman" [2]

"ایسا نظریہ جو جنسی برابری کا اعلان کرتا ہے اور خواتین کے سماجی، سیاسی اور معاشی حقوق کی سفارش کرتا ہے"

عورتوں کے حقوق کی اس تحریک کو فیمینزم کا نام دیا گیا ہے، فیمینزم کا مطلب اُن حقوق کو طلب کرنا ہے جو مردوں اور عورتوں کو ہر میدان میں مساوی حیثیت دیں، عورت کو بھی ہر اس کام کا موقع اور آزادی حاصل ہو جو مردوں کو حاصل ہے، مرد کی حاکمیت اور عورت کی محکومیت کا کلچر اب ختم ہونا چاہیے، پھر اسی تحریکِ آزادئی نسواں کی طرف سے "میرا جسم میری مرضی"، "اپنا کھانا خود پکاؤ" جیسے نعرے دیے گئے جس کے ذریعے سے یہ پیغام دیا گیا کہ عورت کو ہر طرح کی آزادی ملنی چاہیے اور اسے ولادت اور پرورشِ اولاد کے ساتھ ساتھ دیگر گھریلو ذمہ داریوں سے بھی استثناء ملنا چاہیے تاکہ

---

[1] Oxford Advanced Learner's Dictionary, P:466
[2] Webster Comprehensive Dictionary, P: 465

عورت بھی اس چار دیواری کی قید سے باہر آکر ملک و قوم کی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکے، مغرب میں تحریک آزادئ نسواں کے حامیوں کو "Feminists" کہا جاتا ہے۔

نظریہ نسائیت کی تاریخ

اس مبحث میں اس نظریہ کی تاریخی حیثیت بیان کی جائے گی کہ اس کا آغاز کب اور کن وجوہات کی بناء پر ہوا اور یہ نظریہ کن ارتقائی مراحل سے گزرتا ہوا موجودہ تحریک میں تبدیل ہوا ہے

تاریخ کے اورق میں عورت 'مظلومیت کی تصویر کے طور پر ہی سامنے آئی ہے، عورت کی ناانصافی اور محرومی کی داستانیں زبان زدعام رہی ہیں۔ مختلف معاشرے اور مذاہب 'ہر جگہ عورت کی سماجی حیثیت کو مجروح کیا گیا ہے۔

مختلف مذاہب میں عورت کی حیثیت

مختلف مذاہب کی اپنی تعلیمات میں عورت کے حوالے سے متشدد رویہ رکھا جاتا تھا تاکہ وہ مرد کے سامنے محکوم بن کر رہے

یہودی مذہب کا رویہ کچھ اس طرح تھا

"یہودی خرافیات میں حضرت حواؑ کو انسانی مصائب کا موجب قرار دیا گیا"[1]

عورت کے حوالے سے عیسائی مذہب کی تعلیمات کو سید ابوالاعلیٰ یوں بیان کرتے ہیں

> "مسیحیت میں عورت کے حوالے سے بنیادی نظریہ کچھ اس طرح تھا کہ عورت گناہ کی ماں اور بدی کی جڑ ہے، مرد کے لیے معصیت کی تحریک کا سرچشمہ اور جہنم کا دروازہ ہے، تمام انسانی مصائب کا آغاز اسی سے ہوا ہے، اس کا عورت ہونا ہی اس کے شرمناک ہونے کے لیے کافی ہے، اس کو اپنے حسن و جمال پر شرمانا چاہیے 'کیونکہ وہ شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے، اس کو دائماً کفارہ ادا کرتے رہنا چاہیے کیونکہ وہ دنیا اور دنیاوالوں پر لعنت اور مصیبت لائی ہے"[2]

ان تعلیمات سے اندازہ ہوتا ہے کہ نیک مرد وہی متصور ہوگا جو عورت کے سائے سے بھی دور رہے ورنہ گناہگار ہو جائے گا اور اس کے نتیجے میں جہنم اس کا ٹھکانہ ہوگا

ہندو مذہب میں تو آج تک عورت کو پاؤں کی جوتی کی طرح سمجھا جاتا ہے

---

[1] پردہ، سید ابولاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، 1940ء، ص:20

[2] ایضاً

"ہندوؤں میں مختلف مقامات پر مختلف خواتین اور ذاتوں کے لحاظ سے تقسیم جائیداد کے مختلف طریقے اور اصول ہیں، جن میں یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ عورت کو جائیداد سے یا تو سرے سے محروم کیا گیا یا پھر مرد سے کم تر حصہ دیا گیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کو ہندو معاشرے میں ہمیشہ سے کم تر درجہ دیا گیا ہے، اس کو ہر صورت میں محکوم رکھنا پسندیدہ سمجھا جاتا ہے"[1]

ہندوؤں کے اسی رویہ نے کسی حد تک مسلمان معاشروں کو بھی متاثر کیا ہے، جائداد میں یہ کہہ کر حصے سے محروم کرنا کہ والدین نے شادی کرادی تھی، ہتک آمیز رویہ رکھنا، محکوم سمجھنا یہ سب مسلمان معاشروں میں بھی موجود ہیں۔

مختلف معاشروں میں عورت کی حیثیت

دنیا کے مختلف معاشروں کا مطالعہ کیا جائے تو ادراک ہوتا ہے کہ بیشتر معاشروں میں عورت کی کوئی سماجی حیثیت نہیں تھی، یونان میں عرصہ دراز تک یہ بحث جاری رہی کہ اس کے اندر روح ہے بھی یا نہیں؟ اہلِ یونان جو زمانہ قدیم میں تہذیب و تمدن اور علم و فن میں اپنی ایک نمایاں پہچان رکھتے تھے ان کے عورت کے بارے میں نظریہ کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے

"ان میں عورت کا مقام و مرتبہ بہت پست تھا، اسے بارِ گراں سمجھا جاتا تھا، لڑکے کی ولادت کے موقعے پر خوشی منائی جاتی اور لڑکی کی ولادت پر اظہارِ غم کیا جاتا تھا، اس دور کے فلسفی سقراط کے نزدیک عورت سے زیادہ فتنہ وفساد کی چیز دنیا میں کوئی اور نہیں"[2]

روم میں عورت کے ساتھ ہونے والے سلوک کو مولانا ابوالکلام آزاد بیان کرتے ہیں

"رومانی مردوں نے اپنی عورتوں پر گوشت کھانا، ہنسنا بولنا اور بات چیت کرنا بھی حرام قرار دے دیا، یہاں تک کہ ان کے منہ پر "موزسیر" نامی ایک مستحکم قفل لگا دیا، تاکہ وہ کہنے ہی نہ پائے۔ یہ حالت صرف عام عورتوں کی نہیں تھی بلکہ رئیس و امیر، کمینے اور شریف، عالم و جاہل سب کی عورتوں پر ہی آفت طاری ہوئی"[3]

عرب کے کچھ قبائل میں زندہ درگور کرنے کی روایت موجود تھی جس کی جانب قرآن نے بھی اشارہ کیا ہے

---

[1] ستیارتھ پرکاش، ص116

[2] تمدن عرب، ڈاکٹر گستاولی بان، اعظم اسٹیم پریس، حیدرآباد دکن، 1936ء، ص:554

[3] مسلمان عورت، ابوالکلام آزاد، مکتبہ اشاعت القرآن دہلی، 1963ء، ص120

﴿وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ﴾[1]

"اور جب زندہ در گور لڑکی سے سوال ہو گا کہ وہ کس قصور میں قتل کی گئی"

پروفیسر آرتھر کرسٹن سین 'ایران میں عورت کے مقام کو اس طرح بیان کرتے ہیں

"بچے کو نظر بد سے بچانا نہایت ضروری سمجھا جاتا تھا، بالخصوص اس بات کی احتیاط کی جاتی تھی کہ کوئی عورت اس کے پاس نہ آئے تاکہ اس کی شیطانی ناپاکی بچے کے لیے بد بختی کا باعث نہ ہو"[2]

ہندوستان میں عورت 'شوہر کی چتا پر جلا کر راکھ کر دی جاتی تھی، عرب میں عورت کے وجود کو ہی نفرت کی علامت سمجھا جاتا تھا، میلوں اور بازاروں میں عورت کی خرید و فروخت معمول کا کام تھا، کچھ قبائل میں تو زندہ در گور کرنے کی روایات تھیں۔

دنیا کے اس منظر نامے میں حقوقِ نسواں کے نظریہ نے جنم لیا اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ تحریک بن گئی

سب سے پہلے یہ نظریہ میری ولٹسن نے اپنی کتاب میں پیش کیا

"If they chose to concern themselves with politics and public affairs, why not if they had the proper knowledge and talents, and were not thereby disqualified as human being and woman?" [3]

"اگر خواتین سیاست اور عوامی معاملات میں اپنی مرضی سے کسی کا انتخاب کرنا چاہیں اور وہ اس حوالے سے صحیح معلومات اور قابلیت بھی رکھتی ہوں تو انہیں انسان اور عورت ہونے کی بنیاد پر کیوں نا اہل قرار دیا جاتا ہے؟"

ڈاکٹر خالد علوی اس تحریک کی ابتدا کے حوالے سے لکھتے ہیں

"ابتدا میں یہ حقوق کی جدوجہد تھی لیکن اس میں تھوڑی سی توسیع کر کے اسے خاندان یا معاشرے میں عورت کے استحصال کے شعور و ادارک سے تعبیر کیا گیا، یہ بنیادی طور پر مغربی یورپ اور شمالی امریکہ کا منظر نامہ ہے، اس کا تصور فرانس میں پیدا ہوا۔1890ء میں عورتوں کے حقوق کی سیاسی تحریک کا پتہ چلتا ہے لیکن انیسویں صدی کے پہلے نصف میں اس کی فکری بنیادیں رکھی جا چکی تھیں"[4]

---

[1] سورۃ التکویر:8/81

[2] ایران بعہد ساسانیان، پروفیسر آرتھر کرسٹن سین، مترجم: ڈاکٹر محمد اقبال، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی 1941ء، ص:432

[3] A vindication of the rights of woman, Mary Wollstonecraft, W. Scott, London,1759, P:28

[4] اسلام کا معاشرتی نظام (اسلام اور جدید معاشرتی نظریات)، ڈاکٹر خالد علوی، الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور، 2004ء، ص: 480

1994ء میں اقوامِ متحدہ کے زیرِ اہتمام قاہرہ میں بہبود آبادی کا نفرنس منعقد ہوئی جس کے ایجنڈے میں ہم جنس پرستی، کنڈوم کا استعمال اور جنسی آزادی جیسے موضوعات زیر بحث تھے، اس کے اگلے سال 1995ء میں تحریک آزادیٔ نسواں کو مزید تقویت پہچانے کے لیے اقوامِ متحدہ کے زیرِ اہتمام خواتین کی چوتھی عالمی کانفرنس بیجنگ میں منعقد ہوئی، 121 صفحات پر مشتمل اس کانفرنس کے ایجنڈے کو بیجنگ ڈرافٹ کا نام دیا گیا، اس کانفرنس کے ایجنڈے کے خلاصے کے حوالے سے ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں

اس ایجنڈے کے نمایاں موضوعات کچھ اس طرح تھے

- "عورت کو اس کے روایتی کردار (ماں، بہن، بیٹی، بیوی) پر مجبور نہ کیا جائے
- معاشرے کے ڈھانچے کو تبدیل کیا جائے تا کہ عورت فطری مساوات حاصل کرے
- منتخب اداروں میں خواتین کی 50 فیصد نشستیں دی جائیں، اسی طرح ملازمتوں میں بھی
- بچے پیدا کرنے کا اختیار عورت کو حاصل ہو وہ چاہے تو کرے اور چاہے تو نہ کرے
- اسقاطِ حمل کو قانونی قرار دیا جائے اور اس کا اختیار بھی عورت کو حاصل ہو
- ہم جنس پرستی اور جسم فروشی کو بھی قانونی تحفظ حاصل ہو"[1]

اس طرح کی کانفرنسیں اور قراردادوں کے انتہائی بھیانک نتائج سامنے آئے جو کسی بھی مہذب معاشرے کے لیے ناقابل قبول ہوتے ہیں۔ اس کانفرنس کے بعد آزادیٔ نسواں کی ایک اور وبا امریکہ میں نظر آئی جسے "کرائے کی مائیں یا متبادل مائیں" کہا جا سکتا ہے۔

ان سے مراد وہ عورتیں ہیں جو تولید کے لیے اپنا بطن کرائے پر دیتی تھیں، یہ ایک طے شدہ معاوضے کے تحت خود کو حاملہ کراتی ہیں، یہ تحریک 'خاندانی نظام اور عورت کی بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت کو ان کے حقوق دلانے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے مطالبات میں اس حوالے سے ہمیشہ گفتگو کی گئی ہے

اسی لیے Dean Koontz اپنے ناول میں ایک ناجائز بچے کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے

> "Be glad that you are illegitimate baby, because that means you are free. Little bastard children don't have as many relatives clinging like psychic leaches and sucking away their souls" [2]

"تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ تم ایک ناجائز اولاد ہو، کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ تم آزاد ہو، حرامی بچوں کے اتنے رشتے دار نہیں ہوتے جو جونکوں کی طرح ان کی روحوں کو چوس لیتے ہوں"

---

[1] ایضاً، ص:503

[2] Intensity, Dean Kontz, Headline UK, 1995, P:382

رشتے داروں کے بغیر انسان کو آزاد گردانا گیا، خاندان بنانا اور اس کے ساتھ زندگی بسر کرنے کو غلامی کی بیڑیوں سے منسوب کیا گیا نتیجتاً خاندانی نظام کے حوالے سے اس طرح کے منفی تصورات معاشرے میں سرایت کر گئے اور نئی نسل نے بغیر خاندان کے زندگی کو فیشن کے طور پر اپنالیا۔

تحریکِ آزادی نسواں کے ادوار

تاریخی اعتبار سے فیمنزم کے بدلتے رجحانات اور تحریکات کی درجہ بندی کے لیے ماہرین نے اسے تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا دور: انیسوی صدی اور بیسوی صدی کے اوائل (اس دور میں خواتین مردوں کے مساوی حقوق کے لیے بر سر احتجاج رہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس عہد کی تحریک بس نسائی تحریک تھی جس میں قانونی اور سیاسی حقوق کے لیے عورتوں نے مزاحمت کی)

دوسرا دور: ۱۹۶۰ سے ۱۹۷۰ تک (اس دور میں عورتوں نے ملازمت کرنے، گھر میں اپنے رول کے تعین، اور جنسیت کے علاوہ سیاسی حقوق کی لیے جدوجہد کی)

تیسرا دور: ۱۹۹۰ سے اکیسویں صدی کے اوائل تک

اب اکیسویں صدی کے دوسرے دہے میں نسائی حقوق کے لیے جس قدر آگہی عام ہو رہی ہے اور سوشل میڈیا کے علاوہ مختلف سرگرمیوں سے حقوق نسواں کے لیے بیداری پائی جاتی ہے اسے چوتھے دور کا آغاز مانا جا سکتا ہے۔

> "۱۶ دسمبر ۲۰۱۲ کو دہلی میں ایک وحشیانہ عصمت دری کے واقعے کے بعد فیس بک، ٹویٹر، انسٹاگرام، ٹمبلر جیسے سوشل میڈیا پلیٹ فارم سے عورتوں کے ساتھ جنسی تشدد اور جنسی استحصال کے خلاف آواز بلند کرنے اور حقوق نسواں کی بحالی کے لیے مہم کے آغاز کو تانیثیت کا چوتھا دور کہا جا سکتا ہے"[1]

حقیقت کی آنکھ سے دیکھا جائے تو سب سے پہلے تحریکِ حقوقِ نسواں کا آغاز 1500 سال پہلے اسلام نے ہی کیا تھا، اسلام نے ہی زندہ در گور کی جانے والی لڑکیوں کو جینے کا حق دیا اور اس ظالمانہ ریت کا خاتمہ کیا، عورت کو وراثت میں اس کا حق دیا، معاشرے کی نظر میں عورت کی گری ہوئی حیثیت کو ایک مقام دیا اور اسکے ماں، بیوی، بہن اور بیٹی کی صورت میں تمام حقوق کو نہ صرف واضح کیا بلکہ ان حقوق کو ادا کرنے پر زور بھی دیا۔ اسی معاشرے کی منظر کشی قرآن نے اس طرح کی ہے

---

[1] محمد حسین، تانیثیت: نظریات، مغربی تناظرات، اردو ریسرچ جرنل، دہلی یونی ورسٹی، اپریل 2018ء، ج:2، ش:14، ص 12:

﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُه مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُه عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّه فِي التُّرَابِ﴾[1]

"جب انہیں بیٹی کی پیدائش کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر کلونس چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے، لوگوں کا سامنا کرنے سے چھپتا ہے، سوچتا ہے کہ بیٹی کو ذلت کے ساتھ رکھے یا مٹی میں دبا دے؟ "

عورتوں کے حوالے سے جو اسلامی تعلیمات قرآن و سنت میں موجود ہیں ان پر ہی مسلم معاشروں میں عمل کیا جائے تو حقوقِ نسواں جیسی تحاریک از خود دم توڑ دیں جائیں اور وہ مسائل ہی پیدا نہ ہوں جن کا حوالہ دے کر پورے اسلامی قانون ہی کو بدنام کرنے اور اسے بدلنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ خواتین کو ان کے جائز حقوق اور فیملی سسٹم کو مضبوط کرنے کے حوالے سے مسلم معاشروں میں کوئی آگاہی نہیں دی جاتی۔ سید جلال الدین عمری کے بقول

"اگر مسلمان خود ہی عورت کے حقوق ادا نہ کریں تو وہ کس منہ سے دوسروں سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ حقوق ان کے لیے پوری طرح واجب الاحترام ہیں، اس میں کسی قسم کی تبدیلی کو وہ گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ ان کی بے عملی خود اس بات کی دلیل بن جائے گی کہ اس کی تقدیس ختم ہو چکی ہے اور اس کی کم از کم عملی اہمیت باقی نہیں رہی"[2]

لیکن یہاں بات صرف خواتین کے حقوق کی نہ رہی بلکہ اس سے آگے بڑھ کر مردوں کی برابری کے مطالبات شروع ہو گئے، پھر یہی مطالبات ایک نظریہ اور تحریک کی صورت میں سامنے آئے جسے آج کی دنیا Feminism کے نام سے جانتی ہے۔

تحریکِ آزادئی نسواں کے اسباب

یہ تحریک بنیادی طور پر رد عمل کی تحریک ہے اور وہ رد عمل عورتوں پر ہونے والے مظالم اور مرد کی نظر میں عورت کی جو حیثیت تھی اس وجہ سے سامنے آیا

عورت کی حیثیت

پروفیسر ثریا بتول اس کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں

"عیسائیت میں عورت سے تعلق رکھنے کو مکروہ خیال کیا جاتا تھا اور اسی کراہت کے تصور نے ان کے ہاں رہبانیت کو فروغ دیا تھا، سولہویں، سترہویں اور اٹھارویں صدی عیسوی میں بھی عورت کو کوئی باوقار مقام

---

[1] سورۃ النحل:16/ 59،58

[2] مسلمان عورت کے حقوق اور اُن پر اعتراضات کا جائزہ، سید جلال الدین عمری، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، 2011ء، ص:15

حاصل نہ تھا۔ ان کے چوٹی کے فلسفی حتیٰ کہ نٹشے تک یہ مشورہ دیتے ہیں کہ "عورت کے پاس جاؤ تو اپنا کوڑا ساتھ لے جانا نہ بھولو"، اسی طرح ہیگل نے بھی عورت کو نا مکمل اور مزور فرد قرار دیا۔ انیسویں صدی میں جہاں انگلستان کا سورج کبھی غروب نہیں ہوتا تھا' عورت اس دور میں بھی انتہائی مظلوم تھی۔ مرد چند ٹکوں کے عوض اسے بازار میں بیچ سکتا تھا۔ وہ جب چاہتا اسے گلے میں رسی ڈال کر بازار لے جاتا۔۔۔ فرانس اور جرمنی کی عورت کا بھی یہی حال تھا، مردانہ تشدد عورتوں پر بے پناہ تھا، جب وہ درد سے چیختیں تو ان کی چیخ و پکار پر مرد قہقہے لگاتے، عورت کی تعلیم کا سرے سے کوئی تصور ہی نہیں تھا، وہ وراثت کے حق سے بھی محروم تھی بلکہ وہ کسی بھی چیز کی ملکیت کے حق سے محروم تھی، وہ اپنے نام سے یا اپنی ذات کے لیے کوئی چیز نہ خرید سکتی تھی، طلاق لینا بھی عیسائیت میں ناممکن تھا، غرض عورت اس دور میں ذلت و بے بسی کا دوسرا نام تھا"[1]

اس تحریک کا سب سے بنیادی سبب عورت پر ہونے والا ظلم ہے، وہ ظلم کسی خاص مذہب یا قوم کی جانب سے نہیں تھا بلکہ جس کا جب اور جہاں بس چلتا اپنی استطاعت کے مطابق عورت پر ظلم کرتا تھا، اس عمل کے رد عمل کے طور پر ہی یہ تحریک وجود میں آئی۔

صنعتی انقلاب

آزادئ نسواں کی تحریک کا ایک بڑا سبب صنعتی انقلاب بھی تھا جس کی وجہ سے بچوں اور عورتوں پر معاش کی جو ذمہ داری آن پڑی تھی، اس سے خاندانی زندگی منتشر ہوئی' آپس کے رشتے کمزور پڑ گئے، اس سارے انقلاب میں سب سے زیادہ مظلوم اور لاچار ہستی عورت تھی، جس کا احترام اور وقار بھی رخصت ہو چکا تھا، اس کو اب پہلے سے کہیں زیادہ محنت کرنی پڑتی تھی، اس کے باوجود نہ وہ نفسیاتی طور پر آسودہ خاطر تھی اور نہ مادی لحاظ سے خوشحال۔ سید قطب کے بقول

"مرد نے نہ صرف یہ کہ عورت کا' خواہ وہ اس کی بیوی تھی یا ماں' مالی سہارا بننے سے انکار کر دیا بلکہ اپنی روزی آپ کمانے کی ذمہ داری بھی الٹا اسی کے سر پر ڈال دی تھی اس کے باوجود وہ کارخانہ دارروں کی بے انصافیوں کا شکار تھی۔ اس کو کام زیادہ کرنا پڑتا تھا مگر معاوضہ مردوں کے مقابلے میں کہیں کم ملتا تھا"[2]

---

[1] جدید تحریکِ نسواں اور اسلام، پروفیسر ثریا بتول علوی، منشورات منصورہ ملتان روڈ لاہور، اکتوبر 1998ء، ص 22

[2] اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، سید محمد قطب، مترجم: محمد سلیم کیانی، البدر پبلیکیشنز اردو بازار لاہور، طبع سوم، مارچ 1981ء، ص: 171

خواتین پر مظالم

یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلم معاشروں میں بھی خواتین پر مختلف انداز میں ظلم ڈھائے جاتے ہیں، انہیں پاؤں کی جوتی سمجھا جاتا ہے

اِن مظالم میں خواتین کے ساتھ جنسی زیادتیاں، گھریلو تشدد، تیزابی حملے، اغواکاری، قرآن سے شادی اور سب سے سنگین مسئلہ غیرت کے نام پر قتل کا ہے، اسمبلیوں میں خواتین کے حقوق کے حوالے سے نام نہاد بلز منظور ہوتے ہیں مگر وہ بھی حکمران طبقے کی ضد اور انا پرستی کا شاخسانہ بن جاتے ہیں ، اسلام کے نام لیوا معاشرے کے باوجود پاکستان میں خواتین پر ہونے والے مظالم عورتوں میں احساسِ محرومی پیدا کرتے ہیں جس کے سبب اس طرح کی تحریک کو قوت حاصل ہوتی ہے۔

خواتین کی حق تلفی

تحریکِ آزادئ نسواں کا ایک سبب خواتین کو بنیادی حقوق سے محروم کرنا بھی ہے، مسلم معاشرے کے بعض افراد کا رویہ بھی خواتین کی حق تلفی کرتا دکھائی دیتا ہے، اس میں لڑکیوں کو تعلیم کا حق نہ دینا، وراثت میں سے حصہ نہ دینا شامل ہے، اس رویہ کو بنیاد بنا کر وہ اسلامی احکامات پر تنقید کرتی ہیں حالانکہ اسلام ہی کی یہ تعلیمات ہیں کہ عورت تعلیم بھی حاصل کرے اور اسے وراثت میں حصہ بھی دیا جائے گا

مزید ستم بالائے ستم روشن خیال عناصر اور ذرائع ابلاغ بھی خواتین کے دل و دماغ کو آزادی اور مساواتِ مرد وزن سے منور کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے یہ تحریک آگے کی جانب اپنا سفر جاری رکھتی ہے

اسلامی تعلیمات کی کم فہمی

اسلامی تعلیمات کی کم فہمی کی وجہ سے مسلم معاشروں میں یہ سارے مسائل موجود ہیں، شریعت نے خواتین کو جو حقوق دیے ہیں خود مسلم معاشرہ بھی اس سے نابلد ہوتا ہے

قرآن میں ارشاد ربانی ہے

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾[1]

"ان کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی بسر کرو، اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناپسند ہو مگر اللہ نے اسی میں خیر رکھ دی ہو"

---

[1] سورۃ النساء:19/4

نبی ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا ازواجِ مطہرات کے ساتھ انتہائی مشفقانہ اور دوستانہ رویہ تھا

((خيركم خيركم لأهله وأنا خيركم لأهلي))[1]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کیلئے بہتر ہے اور میں اپنے گھر والوں کیلئے سب سے بہتر ہوں"

((عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «أكمل المؤمنين إيمانا أحسنهم خلقا، وخيركم خيركم لنسائهم»)) [2]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں میں سے کامل ترین ایمان والا وہ ہے جو اخلاق میں سب سے بہتر ہے اور تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے حق میں اچھے ہیں"

نبی ﷺ کا اپنی ازواج مطہرات سے مثالی تعلق تھا یہ تعلق ہی دراصل پوری امت کے لیے اسوہ حسنہ ہے

((عن عروة بن الزبير، قال: قالت عائشة: «والله لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقوم على باب حجرتي، والحبشة يلعبون بحرابهم، في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم، يسترني بردائه، لكي أنظر إلى لعبهم، ثم يقوم من أجلي، حتى أكون أنا التي أنصرف))[3]

"حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے تھے اور حبشی رسول اللہ کی مسجد میں اپنے نیزوں کے ساتھ کھیل رہے تھے ، آپ ﷺ نے اس غرض سے مجھے اپنی چادر میں چھپالیا تاکہ میں بھی ان کے کھیل کو دیکھوں، پھر آپ ﷺ میری وجہ سے کھڑے رہے یہاں تک کہ میں خود ہی واپس چلی گئی"

---

[1]سنن الترمذي، محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، مصر1395 هـ ،كتاب أبواب المناقب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب في فضل أزواج النبي صلى الله عليه وسلم ،حديث: 3895 ، حسن صحيح ، ص:709/5

[2] سنن الترمذي، كتاب أبواب الرضاع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء في حق المرأة على زوجها، حسن صحيح ،حديث: 1162 ، ص:458/3

[3] المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري، دار إحياء التراث العربي، بيروت، كتاب صلاة العيدين، باب الرخصة في اللعب الذي لا معصية فيه في أيام العيد، حسن صحيح، حديث: 892، ص:609/2

((عن عائشة، رضي الله عنها، أنها كانت مع النبي صلى الله عليه وسلم في سفر قالت: فسابقته فسبقته على رجلي، فلما حملت اللحم سابقته فسبقني فقال: «هذه بتلك السبقة»))[1]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھیں وہ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ پیدل دوڑ لگائی اور میں جیت گئی پھر جب میرا جسم ذرا بھاری ہو گیا تو میں نے آپ ﷺ کے ساتھ پھر دوڑ لگائی اور اس مرتبہ آپ ﷺ جیت گئے اور فرمایا آج کی یہ جیت پچھلی ہار کا بدلہ ہے"

عصر حاضر میں یہ تصور بھی محال ہے کہ کوئی معزز شخصیت محض اپنی بیوی کی دلجوئی کے لیے دوڑ لگاتا ہو

((عن ابن عباس، أن زوج بريرة كان عبدا يقال له مغيث، كأني أنظر إليه يطوف خلفها يبكي ودموعه تسيل على لحيته، فقال النبي صلى الله عليه وسلم لعباس: «يا عباس، ألا تعجب من حب مغيث بريرة، ومن بغض بريرة مغيثا» فقال النبي صلى الله عليه وسلم: «لو راجعته» قالت: يا رسول الله تأمرني؟ قال: «إنما أنا أشفع» قالت: لا حاجة لي فيه))[2]

"ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کا شوہر ایک مغیث رضی اللہ عنہ نامی غلام تھا، گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے روتا ہوا گھوم رہا ہے، آنسو اس کی داڑھی پر گر رہے ہیں، آپ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے عباس رضی اللہ عنہ! کیا تمہیں بریرہ رضی اللہ عنہا سے مغیث رضی اللہ عنہ کی محبت اور بریرہ رضی اللہ عنہا کی مغیث رضی اللہ عنہ سے عداوت پر تعجب نہیں ہوتا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کاش! تو اسے لوٹا لے، یعنی رجوع کر لے، اس نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا (نہیں بلکہ) میں تو صرف سفارش کر رہا ہوں، بریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر مجھے اس کی ضرورت نہیں"

مسلم معاشروں میں عورتوں کی زبردستی کی شادی کرانے والوں کے لیے اس حدیث میں واضح پیغام ہے

---

[1] سنن أبي داود،أبو داود سليمان بن الأشعث، المكتبة العصرية، صيدا، بيروت لبنان، 1410ھ،كتاب الجهاد، باب في السبق على الرجل ،صحيح مرفوع، حديث:2578، ص:29/3

[2] الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه صحيح البخاري، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري، دار طوق النجاة، بيروت لبنان،1422ھ، كتاب الطلاق، باب شفاعة النبي صلى الله عليه وسلم في زوج بريرة، صحيح مرفوع، حديث:5283، ص:7/ 48

تحریک آزادئ نسواں کے اثرات

اس تحریک نے جس رفتار سے آگے کی جانب سفر کیا اس کے ساتھ ساتھ معاشرے پر اپنے اثرات بھی چھوڑتی گئی، اس تحریک کے باعث معاشروں میں خواتین کے حوالے سے نت نئے رجحانات نے جنم لیا اور عورت کی سابقہ حیثیت تبدیل ہوگئی

ڈاکٹر سفر الحوالی اس تحریک کے اثرات کو اس طرح بیان کرتے ہیں

> "1950ء کے بعد یہ تحریک بتدریج آزادی نسواں میں تبدیل ہوئی۔ یعنی مغربی عورت نے خاوند، بچوں کی پیدائش و پرورش اور گھر بار کی ذمہ داریوں سے آزاد ہونے کا اعلان کیا، شادی اور ایک مرد سے مستقل وابستگی کا تصور ختم ہوا، آزاد جوڑے مقبول ہوئے، طلاقیں اور علیحدگی کے رجحانات بڑھے، تنہا ماؤں کا بہت بڑا گروہ وجود میں آیا، ناجائز بچوں کی کثرت ہوئی، خاندانی انتشار سے بچوں کی نگہداشت کے مسائل پیدا ہوئے، سیکس انڈسٹری مستقل طور پر ایک مضبوط صنعت قرار پائی۔ آزادانہ جنسی عمل سے مردانہ ہم جنس پرستی اور زنانہ ہم جنس پرستی ہوئی، حمل عورت کے لیے سب سے بڑی طاقت بھی ہے اور سب سے بڑی کمزوری بھی ہے، لیکن مغربی عورت نے حمل، ولادت اور شیر خوار کی پرورش کو عورت کی آزادی میں خلل قرار دیا۔ تحریک آزادی نسواں کے مطابق عورت کا گھریلو اور ماں کا کردار ختم ہونا چاہیے۔ خواتین کے بعض غالی مکاتبِ فکر ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ بچوں کی پیدائش خواتین کے رحم کے بجائے کسی خارج جگہ ہونی چاہیے تاکہ عورت کو کامل آزادی حاصل ہو سکے کیونکہ رحم کی آزادی ہی اصل آزادی ہے ۔ 1960ء میں مانع حمل گولیاں تیار ہوئیں اور آزادانہ اختلاط کو مزید سہولتیں حاصل ہوئیں"[1]

مسلم معاشروں میں بھی مغرب کی تقلید میں اس تحریک نے سر اٹھایا تو یہاں بھی عورت گھر سے نکل کر میدانِ عمل میں کود پڑی جس کے نتیجے میں فحاشی اور عریانی کو فروغ ملا اور آج میڈیا کی انڈسٹری میں 80 فیصد عورت دکھائی دیتی ہے، بلیڈ کے اشتہار سے لیکر سگریٹ کے اشتہار تک عورت ہی عورت ہے، اس سب کا اثر معاشرے پر یہ ہوا کہ مسلم معاشرے کے خاندان تباہی کا شکار ہو رہے ہیں، طلاقوں کے رجحانات میں اضافہ ہو رہا ہے۔

---

[1] سیکولرزم کا آغاز، ارتقا، اسلامی زندگی پر اثرات، ص:199

مبحث دوم: نظریہ نسائیت اوراستہزائے اسلام

عورت کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کو بنیاد بنا کر اسلام کا استہزا کرنا ایک فیشن تصور کیا جاتا ہے کہ جس میں زمان و مکان کی بھی کوئی قید نہیں ہے، اس مبحث میں ایسی ہی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی جائے گی

نظریہ نسائیت کے حامی افراد کا رجحان اسلامی تہذیب و روایات سے متعلق کچھ بھی ہو لیکن یہ اسلامی تعلیمات کے استہزا کے حوالے سے اپنا کردار ادا کرتے ہیں اور اکثر خواتین اسلام دشمن پالیسیوں کی بدولت اپنی خدمات کے اعتراف میں امریکی ایوارڈ حاصل کر چکی ہیں، بظاہر حقوقِ نسواں کو بنیاد بنا کر وہ اسلام اور پاکستان کے خلاف منفی سرگرمیوں میں ملوث ہیں، شرکت گاہ نامی تنظیم عورتوں کے چھوٹے سے گروپ کے ساتھ 1975ء میں معرض وجود میں آئی اور اپنے ارتقائی مراحل طے کرتے ہوئے آج لاہور، کراچی اور پشاور میں موجود اپنے دفاتر اور چھ مقامی فیلڈ سٹیشنز کے ذریعے پاکستان کے چاروں صوبوں میں عورتوں کے انسانی حقوق کے لئے کام کر رہی ہے۔ شرکت گاہ عورتوں کو "حقوق" کی حقدار کے طور پر مضبوط کرتی ہے اور ان حقوق پر عملدرآمد کروانے کیلئے ان کی صلاحیتوں کو اُبھارتی ہے اور انہیں اس قابل بناتی ہے کہ وہ فیصلہ سازی کا حصہ بن سکیں اور معاشرے کے موجودہ ڈھانچے کی تشکیلِ نو میں اپنا کردار ادا کر سکیں

اس تنظیم کے آغاز میں شرکت گاہ کے زیرِ اہتمام "خبر نامہ" کے نام سے میگزین شائع ہوتا تھا جو کہ تحریکِ آزادی نسواں کی آڑ میں استہزائے اسلام میں پیش پیش ہوتا تھا۔ اسی میگزین میں ریحانہ توفیق کی یہ نظم شائع ہوئی۔

محبوبِ خدا خود جس سے کہے جنت ہے تیرے قدموں کے تلے، اے عقل کے اندھو! سوچو ذرا کیا اس کی گواہی آدھی ہے

جس روز پکارے جاؤ گے تم نام سے اپنی ماؤں کے — اس روز انہیں بھی کہہ دینا' جا تیری گواہی آدھی ہے
یہ موتی علم و دانش کے یہ حدیثیں رحمتِ عالم کی — کیوں تم کو یقین ہے ان پہ اگر عائشہؓ کی گواہی آدھی ہے
قرآن میں گر یوں ہی ہوتا خود شیر خدا کیوں نہ کہتا — قصاص نہیں میں لے سکتا' نائلہ کی گواہی آدھی ہے"[1]

عورت کی آدھی گواہی کی علت اور فہم سے نابلد یہ خواتین قرآن کی تعلیمات کا مذاق اُڑاتی ہیں، پاکستان میں میں اس تحریک میں جو خواتین شامل رہی ہیں ان میں کشور ناہید، فمیدہ ریاض، شرمین عبید چنائے اور عاصمہ جہانگیر اپنا مقام رکھتی ہیں۔ قانون توہین رسالت کو "فتنہ" کہنے کی جسارت کرنے والی عاصمہ جہانگیر کی استہزائے اسلام کے حوالے سے بھی کوششیں سامنے آتی رہی ہیں۔ پروفیسر ثریا بتول لکھتی ہیں

[1] نظم: آدھی ہے، ریحانہ توفیق، خبر نامہ، ج:1، ش:1، نومبر 1990ء، ص20

"عاصمہ جہانگیر نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ اگر مرد چار شادیاں کر سکتا ہے تو عورت چار مرد کیوں نہیں کر سکتی"[1]

عبد الرشید ارشد مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"یہ این جی او ایک ماہوار خبر نامہ "صدائے آدم" کے نام سے شائع کرتی ہے اس نے شمارہ جنوری 2000ء کے سرورق پر قرآن حکیم کی سورۃ النساء کی آیت 34 پر ایک کارٹون شائع کیا ہے جو قرآن حکیم کی آیت کی توہین کے ساتھ سنت رسول ﷺ کی بھی توہین ہے۔ مذکورہ آیت نمبر 34 کے الفاظ یہ ہیں

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ﴾[2]

"مرد عورتوں پر قوّام ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے"

اس آیت کی کارٹون کی شکل میں تشریح کرتے ہوئے ایک ترازو بنایا گیا ہے جس کے اوپر اٹھے پلڑے میں ایک عورت اور اس کا ایک بچہ ہے اور دوسرے خاصے جھکے پلڑے میں ایک مولوی کی داڑھی بھی عورت اور اس کے بچے سے بھاری ہے یہ قرآن کی آیت اور سنتِ رسول ﷺ کی کھلی توہین ہے۔

اس طرح فروری 2000ء کے صدائے آدم کے سرورق پر شائع کارٹون پہلے کارٹون سے بھی بازی لے گیا ہے یہ کارٹون سورۃ الاعراف کی آیت 40 پر مبنی ہے جو یوں ہے

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاۗءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰي يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۭوَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ﴾

"یقین جانو، جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے اور ان کے مقابلے میں سرکشی کی ہے ان کے لیے آسمان کے دروازے ہرگز نہ کھولے جائیں گے۔ ان کا جنت میں جانا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزرنا۔ مجرموں کو ہمارے ہاں ایسا ہی بدلہ ملا کرتا ہے"

"اس آیت پر مبنی کارٹون میں ایک مولوی صاحب اونٹ کی نکیل پکڑے اس میں سوئی پروئے (ڈالے) اونٹ کو اپنی جانب کھینچ کر سوئی کے سوراخ سے گزارنے کی کوشش میں مصروف ہیں"[3]

موسیٰ خان جلال زئی پاکستان میں موجود این جی اوز کے حوالے سے لکھتے ہیں

---

[1] جدید تحریکِ نسواں اور اسلام، ص42

[2] سورۃ النساء:4/34

[3] عبد الرشید ارشد، پاکستان میں این جی اوز کا اسلام دشمن کردار اور عمر اصغر خان، ماہنامہ عرفات، جامعہ نعیمیہ علامہ اقبال روڈ لاہور، اگست، ستمبر 2000، ص:61

"بات اگر صرف مسائل پر بات کرنے کی ہوتی تو ٹھیک تھی، بات اسلامی تعلیمات اور اسلامی آرڈیننس کے خلاف کی جانے لگی، این جی اوز میں شامل بعض خواتین نے تو یہ تک کہا کہ "اگر ہماری دیت آدھی ہے ہماری شہادت آدھی ہے تو پھر ہم نماز بھی آدھی پڑھیں گے روزے بھی آدھے رکھیں گے اور حج بھی آدھا کریں گے"[1]

نظریہ نسائیت کے مساواتِ مرد وزن کے نشے نے عبادات کے استہزا کو بھی اپنا مشن بنالیا ہے

پروفیسر ثریا بتول لکھتی ہیں

"کراچی پریس کلب میں ہونے والے ایک جلسے میں ایک خاتون سعیدہ گزدر نے ایک آزاد نظم پڑھی جس میں زنا کی مرتکب عورت کو مظلوم قرار دیا۔ جناب خالد اسحٰق ایڈوکیٹ نے اس پر اعتراض کیا تو کہنے لگی کہ میری نظم زنا کے حق میں نہیں بلکہ شادی جیسے گھناؤنے فعل کے خلاف تھی"[2]

مشہور فیمینسٹ مصنفہ شیلا کرونن 1970ء میں اپنے ایک مضمون "Marriage" میں لکھتی ہیں

"It became increasingly clear to us that the institution of marriage `protects' women in the same way that the institution of slavery was said to `protect' blacks--that is, that the word `protection' in this case is simply a euphemism for oppression, and proclaimed that "marriage is a form of slavery. She concluded: "Since marriage constitutes slavery for women, it is clear that the Women's Movement must concentrate on attacking this institution. Freedom for women cannot be won without the abolition of marriage" [3]

"یہ بات اب تیزی سے واضح ہوگئی ہے کہ شادی کا ادارہ خواتین کی اسی طرح حفاظت کرتا ہے جس طرح سے غلامی کا ادارہ، کہا جاتا تھا کہ کالوں کی حفاظت کرو یعنی اس معاملے میں 'تحفظ' کا لفظ محض ایک خوش خبری ہے، انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا: "چونکہ شادی عورتوں کے لیے غلامی کی حیثیت رکھتی ہے، اس سے یہ بات واضح ہے کہ خواتین کی تحریک کو اس ادارے پر حملہ کرنے پر توجہ دینی ہوگی، شادی کے خاتمے کے بغیر خواتین کو آزادی نہیں مل سکتی"

شادی اور عائلی قوانینِ اسلام کے استہزا میں مغرب نے بڑی مہارت حاصل کی ہے اور یہ ایک فطری ردعمل ہے جو ان کے معاشرے میں موجود مسائل کی وجہ سے سامنے آیا ہے

---

[1] این جی اوز اور قومی سلامتی کے تقاضے، موسیٰ خان جلال زئی، فیروز سنز لیمیٹڈ لاہور، 2000ء، ص:19

[2] جدید تحریکِ نسواں اور اسلام، ص45

[3] Marriage, Sheila Cronan, Dell publishing, New York, 1970, P:4

طلاق کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے میل کرنٹزلر اپنی کتاب میں شاعرانہ انداز میں لکھتے ہیں

"To say goodbye is to say hello …hello to a new life to a new, freer, more self-assured you. Your divorce can turn out to be the very best thing that ever happened to you" [1]

"طلاق دیکر خدا حافظ کہہ کر رخصت کر دینا دراصل ایک نئی نسبتاً زیادہ آزاد اور خود اعتماد والی زندگی کو خوش آمدید کہنا ہے، تمہاری یہ طلاق تمہاری زندگی کی بہترین چیز ثابت ہو سکتی ہے"

بظاہر مختصر سے اس شعر میں پورا نظریہ بیان کر دیا گیا ہے کہ بغیر شوہر کے زندگی گزارنا ہی دراصل آزادی کی علامت ہے اور یہی زندگی کا حسن ہے

#Metoo

ایک طرف شادی جیسے مقدس اور مضبوط بندھن کے خلاف تحریک چلائی جاتی ہے تو دوسری جانب یہی خواتین اپنے اوپر جنسی ہراساں کی شکایت کو پوری تحریک میں تبدیل کر دیتی ہیں جسے 'می ٹو' کا نام دیا گیا ہے۔ یہ تحریک مغربی ممالک کے علاوہ اسلامی ممالک میں بھی زور پکڑتی ہے۔ اس تحریک کا تعارف پیش کرتے ہوئے نبیلا نورالدین لکھتی ہیں

"The final months of 2017 have witnessed the birth of a movement, the #Metoo movement, which started after several Hollywood actresses have accused famed producer Harvey Weinstein of sexual harassment. The movement is an ongoing prevalent phenomenon on social media where its aim is to demonstrate the frequency and widespread of sexual harassment in all sectors of work, whereas the movement Media has been widely reporting on the movement and has given a platform to several women to speak their truths" [2]

"ہالی ووڈ کی کئی اداکاراؤں نے مشہور پروڈیوسر ہاروی وائنسٹین پر جنسی ہراسگی کے الزام کے بعد 2017ء کے آخری مہینوں میں ایک تحریک #می ٹو کا آغاز کیا۔ یہ تحریک سوشل میڈیا پر ایک مقبول رجحان کے طور پر سامنے آئی جس کا مقصد زندگی کے تمام شعبوں میں جنسی طور پر ہراسگی کے واقعات کو سامنے لانا تھا، یہ تحریک مختلف خواتین کو میڈیا میں حقیقی واقعات بیان کرنے کا ایک پلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے"

---

[1] Creative Divorce, Mel Krantzler, Open Road Media, New York, 2014, p 87

[2] The Representation of the #Metoo Movement in Mainstream International Media, Nabila Nuraddin, JÖNKÖPING UNIVERSITY School of Education and Communication, Sweden, 2018, P 2

اس سے واضح ہوتا ہے کہ آج یہ خواتین نکاح جیسے مقدس عمل کو استہزا کا نشانہ بنانے کے بعد جنسی ہراسگی کا شکار ہو کر دنیا کو ایسے واقعات کے حوالے سے بزبانِ خود آگہی دے رہی ہیں۔

مغربی ورجینیا سے تعلق رکھنے والی سیاہ فام افریقی نژاد ڈاکٹر امینہ ودود حقوقِ نسواں کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کے استہزا میں بھی اپنا ایک تعارف رکھتی ہیں اور اسی استہزا کے سبب عالمی میڈیا میں بھی ان کی شہرت ہے

اسلامیات کی پروفیسر ہونے کی حیثیت سے وہ اسلام کے بارے میں وقتاً فوقتاً نت نئے نظریات پیش کرتی رہتی ہیں اوراسلامی تعلیمات پر نظر ثانی کی دعوت دیتی ہیں، ان کی انہی کاوشوں میں سے ایک جمعے کی نماز کی امامت بھی ہے، 18مارچ2005ء کو نیویارک کے ایک چرچ میں ڈاکٹر امینہ ودود نے جمعہ کی خطابت کی اور اس کے بعد نماز کی امامت کرائی جس میں 120 افراد جس میں مرد اور خواتین دونوں شامل تھے نے شرکت کی، جمعہ جیسے اسلامی شعار کا مذاق اور امامت جیسے منصبِ نبوی ﷺ کا استہزا کچھ اس طرح کیا گیا کہ خطبہ جمعہ اور اس کی نماز ایک چرچ میں ہوئی، اس جمعے کی نماز میں شرکت کے لیے ایک ہفتہ پہلے انٹرنیٹ پر ایک فارم جار کیا گیا جسے پر کرکے جمع کرانے والا ہی اس نماز کا اہل ٹھیرا، پینٹ شرٹ پہنے ایک لڑکی سہیلہ نے اذان دی، ڈاکٹر امینہ ودود نے امامت اور خطابت کی، نماز بھی انگریزی زبان میں پڑھائی گئی، مقتدیوں میں مرد و زن مخلوط صفوں کے ساتھ شامل تھے، تصاویر کے مطابق خواتین ننگے سر اور چست مغربی لباس پہنے ہوئی تھیں۔

> "جمعہ کے خطبہ کے آغاز میں انہوں نے کہا کہ "اس طرح کے اجتماعات کے ذریعے ہم (خواتین) اسلام میں اپنے حقوق کو حاصل کرنے کی طرف پیش قدمی کریں گی، کیونکہ امامت اسلامی عبادات کا اہم منصب ہے، ہم محراب و منبر کو مردوں کے قبضے سے چھڑا کر اسلام کی خدمت کریں گے "[1]

اپنے آپ کو اسلام کا خیر خواہ کہلانے والی ڈاکٹر امینہ اسلام کی بنیادی اقدار وروایات سے بغاوت کا علم بلند کرتے ہوئے دیگر خواتین کو بھی اس حوالے سے ترغیب دیتی نظر آتی ہیں

25مارچ کو کینیڈا میں بھی سلیمہ علاؤالدین نامی ایک عورت نے جمعہ کے ایسے ہی ایک اجتماع کی امامت وخطابت کی، جس میں200 کے قریب مرد وزَن نے شرکت کی،

اسی طرح اسریٰ نعمانی ایک بھارتی نژاد عورت ہیں، تصاویر میں بھی اسریٰ نیویارک میں امامت کے اس واقعہ کی ہدایات دیتی ہوئی نظر آرہی ہیں، مغربی ورجینیا میں چند سال قبل وہ ایک مسجد میں چند عورتیں لیکر گئیں اور مردوں کے شانہ بشانہ

---

1 حسن مدنی، امامتِ زن کے واقعہ کا پس منظر اور مقصد، محدث میگزین، مجلس التحقیق الاسلامی لاہور، جون 2005، ج:37، ش:289، ص7

نماز پڑھنے کی کوشش کی، انتظامیہ کے روکنے پر انہوں نے امریکی عدالت سے رجوع کیا اور امریکی عدالت نے اس کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے اس کو اجازت نامہ عطا کردیا۔ اس کی وضاحت پیش کرتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھتی ہیں

"In Morgantown the cause of islah (reform, making righteous) was wining. In the time since I had first entered the main hall, women had begun to walk through the front door, pray in the main Hall, fill position of leadership and guide community activities" [1]

"میں تو مسجد میں عورت کو اس کے حقوق دلانے کی کوشش کر رہی ہوں، میں پہلی عورت تھی جو سامنے کے دروازے سے داخل ہوئی اس کے بعد عورتوں کے لیے اس کا آغاز ہو گیا، میری جدجہد کا مقصد مین ہال میں نماز پڑھنے کے ساتھ ساتھ خواتین کو قیادت اور معاشرے کی سرگرمیوں میں رہنما کی حیثیت حاصل ہو جائے"

اسریٰ نعمانی اپنے آپ کو برصغیر کے معروف عالم مولانا شبلی نعمانی کی نواسی بتاتی ہیں، اور ایک ناجائز بچے کی ماں ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں، اس بچے کا نام بھی اس نے شبلی رکھا ہے، وہ ایک ناجائز بچے کی ماں ہونے پر شرمندہ نہیں ہیں، اپنی کتاب کے دیباچے میں لکھتی ہیں

"We weren't married when we conceived our baby. Others called me criminal in the name of Islam" [2]

مستشرقین بھی اس میدان میں کسی سے پیچھے نہیں رہے ہیں اور اسلام میں دیے گئے عورت کے حقوق کو بیان کرنے کے بجائے دنیا کو یہ باور کراتے رہے کہ اسلام نے عورت کے حقوق سلب کیے ہیں،
ایڈورڈ ولیم لین نامی انگریز مستشرق نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھا کہ اسلام کا سب سے کمزور پہلو اس کا عورت کو کمتر درجہ دینا ہے۔ اس کے بعد سے اب تک اس بات کو اتنی بار دہرایا گیا ہے کہ نہ صرف اسلام کے کھلے دشمن اس کو دہراتے ہیں بلکہ بعض اوقات خود مسلمان بھی اس کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں جیسے کہ وہ کوئی ثابت شدہ واقعہ ہو، اس کتاب میں قرآن کے منتخب حصوں کا انگریزی ترجمہ تیار کیا تھا جو پہلی بار 1963ء میں لندن سے چھپا تھا، اس الزام کی تردید کرتے ہوئے وحید الدین خان لکھتے ہیں

"حقیقت یہ ہے کہ اس الزام کے بالکل برعکس اسلام نے عورت کے مرتبے کو بڑھایا ہے، زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ انسانی تاریخ میں صرف دو تہذیبیں ہیں جنہوں نے عورت کے مرتبہ کو گھٹایا ہے، ایک قدیم مشرکانہ تہذیب

[1] Standing Alone in Mecca, Asra Q Nomani, HarperCollins India, 2005, P:283
[2] Standing Alone in Mecca (Preface), P:9

دوسرے جدید ملحدانہ تہذیب، اول الذکر نے نظری اور عملی دونوں حیثیت سے اور ثانی الذکر نے عملی حیثیت سے"[1]

جولائی 2017ء کو اسلامی تعلیمات کا تمسخر اڑانے کا ایک اور منظر سامنے آیا کہ جب تحریک آزادیٔ نسواں کے حامیان نے برطانیہ میں پہلی لبرل مسجد کا افتتاح کیا، جسے اسلام میں انقلاب کے نام سے منسوب کیا گیا

"The proposed UK mosque would allow female imams and let men and women pray together and will be open to LGBT[2] members of the Muslim community. All sects of Islam will be welcome, from Sunni to Shia and Sufi. Seyran Ateş, a Turkish-born German lawyer, hopes to open similar mosques all around Europe. Ates received death threats and fatwas were issued after the Berlin Mosque opened in June" [3]

"اس مسجد میں مجوزہ طور پر خواتین امام اور مرد وزن کی ایک ساتھ صفیں بنانے کی اجازت ہوگی، اس مسجد کے دروازے LGBT ممبرز[4] اور شیعہ، سنی اور صوفی سمیت تمام فرقوں کے لیے کھلیں ہوں گے۔ ترک نژاد جرمن وکیل سیرین ایٹیس پر امید ہیں کہ اس طرز کی مساجد پورے یورپ میں بنائی جائیں گی، ایٹیس کو برلن مسجد کے بنانے کے بعد دھمکیاں ملی ہیں اور اس کے خلاف فتویٰ بھی جاری ہوا ہے"

اسی طرح حقوقِ نسواں کی مختلف تحاریک بھی اسلامی تعلیمات اور شعائر کا استہزا کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ حال ہی میں یہ استہزا اس وقت کیا گیا جب 8 مارچ 2019ء کو اسلامی جمہوریہ پاکستان میں خواتین کا عالمی دن منایا گیا جس کے تحت تمام بڑے شہروں میں "آزادئی عورت مارچ" کا انعقاد کیا گیا جس میں خواتین کے پاس موجود پلے کارڈز میں مندرجہ ذیل نعرے درج تھے

1. اگر دوپٹہ اتنا پسند ہے تو خود لے لو
2. ہمارے جسم تمہارے میدان جنگ نہیں ہیں
3. میرا جسم میری مرضی
4. میری شادی نہیں آزادی کی فکر کرو
5. عورت کے کاندھوں پر اپنی عزت / مذہب نہ رکھ

---

[1] خاتونِ اسلام، وحید الدین خان، دار البلاغ، کرناٹک، انڈیا، 1986ء، ص 58

[2] The LGBT community or GLBT community, also referred to as the gay community, is a loosely defined grouping of lesbian, gay, bisexual, transgender

[3] https://www.rt.com/uk/397760-feminist-muslim-liberal-mosque/?fbclid=IwAR3zz23hgYycZ1XYgqzolH0vwscFdbr5YFiuAbQ6T1tsvp6P48ZSdyAxAQQ Accessed on 27-7-2019, Time: 20:48

[4] LGBT stand for Lesbian, gay, bisexual and transgender

6. میں آوارہ۔۔۔میں بد چلن۔۔۔ہم بے شرم ہی سہی

7. میرا وجود تیرے القاب کا محتاج نہیں۔۔۔تو بس اک مرد ہے میرے سر کا تاج نہیں

8. Arrange marches not marriages

جہاں تک عورتوں کے حقوق کی بات ہے تو وہ ہر ایک کو ادا بھی کرنے چاہئیں اور ہر سطح پر اس کے لیے آواز بھی بلند کرنی چاہیے، خواہ وہ مسجد کا منبر ہو، کوئی تعلیمی ادارہ ہو یا کوئی عوامی فورم ہو، خواتین کو وہ تمام حقوق اور عزت دینی چاہیے جو اسلام نے دی ہے لیکن اس طرح کے مارچ اور مطالبات نا صرف اسلامی معاشرے کے لیے خطرے کی علامت ہیں بلکہ نئی نسل کے اذہان کو بھی خراب کرنے کا باعث بنتے ہیں اور یہ مطالبات خواتین کے حوالے سے اسلامی احکامات کا تمسخر اُڑاتے ہیں۔

استہزائے اسلام کا تدارک

اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کی بنیادی ساخت ہی ایک دوسرے سے مختلف بنائی ہے، فیمینسٹ خواتین کو عقلی دلائل کے ذریعے یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ مرد و زن میں جسمانی ساخت اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کے حوالے سے واضح فرق پایا جاتا ہے، اس حقیقت کو نا صرف اسلام نے اپنی تعلیمات میں بیان کیا ہے بلکہ ہر عقل و شعور والا سائنسدان بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہے، اس فرق کو کوئی ماہر نفسیات یا ماہر طب اگر بتائے اور وہ بھی جس کا تعلق مغربی دنیا سے ہو تو اس کی ریسرچ اس لیے زیادہ مؤثر ثابت ہو گی کیونکہ نظریہ نسائیت کے متاثرین بالعموم مغرب کے متاثرین میں سے ہوتے ہیں۔ انسانی نفسیات میں نوبل پرائز حاصل کرنے والے فرانسیسی سائنسدان الکسز کیرل اس حوالے سے اپنا نقطہ نظر یوں بیان کرتے ہیں

> "The differences existing between man and woman do not come from the particular form of the sexual organs, the presence of the uterus, from gestation, or from the mode of education. They are of a more fundamental nature. They are caused by the very structure of the tissues and by the impregnation of the entire organism with specific chemical substances secreted by the ovary. Ignorance of these fundamental facts has led promoters of feminism to believe that both sexes should have the same education, the same powers, and the same responsibilities. In reality, woman differs profoundly from man. Every one of the cells of her body bears the mark of her sex" [1]

"مردوں اور عورتوں کے درمیان جو اختلافات پائے جاتے ہیں وہ بنیادی نوعیت کے ہیں۔ یہ اختلافات ان کے جسم کی رگوں اور ریشوں کی ساخت کے مختلف ہونے سے پیدا ہوئے ہیں، عورتوں کے بیضہ دانی سے جو کیمائی مادے خارج ہوتے ہیں ان کا اثر صنف نازک کے ہر حصہ پر پڑتا ہے، مردوں اور عورتوں کے طبعی اور نفسیاتی اختلافات کا سبب بھی یہی ہے،

[1] Man, The Unknown, Alexis carrel, Harper & Brothers, New York 1939, P:51

ان بنیادی حقائق کو نظر انداز کر دینے کی وجہ سے نسوانی آزادی کے علمبر داروں نے یہ دعویٰ کیا کہ مر دوں اور عورتوں کی ذمہ داریاں اور حقوق بالکل یکساں اور مساوی ہونے چاہئیں حالانکہ حقیقت میں مر دوں اور عورتوں کے درمیان بے حد اختلافات پائے جاتے ہیں، عورت کے جسم کے ہر خلیہ پر اس کی نسوایت کے نقوش پائے جاتے ہیں"

اہم بات یہ ہے کہ دعوتی نقط نظر سے اس موضوع پر کوئی عورت ہی گفتگو کرے اور فیمینیسٹ خواتین کو مدلل انداز میں سمجھانے کی کوشش کرے، کیونکہ موجودہ دور میں اس فکر کی خواتین مرد حضرات کو اپنا دشمن ہی گردانتی ہیں

مریم جمیلہ [1] نے تحریک آزادئ نسواں کے حامیوں کو بہترین انداز میں سمجھانے کی کوشش کی ہے

> "From the Islamic point of view, the question of the equality of men and women is meaningless. It is like discussing the equality of a rose and a jasmine. Each has its own perfume, color, shape and beauty. Men and women are not the same. Each has particular features and characteristics. Women are not equal to men. But neither are men equal to women. Islam envisages their roles in society not as competing but as complimentary. Each has certain duties and functions in accordance with his or her nature and constitution " [2]

" اسلامی نقطہ نظر سے مر دوں اور عورتوں کی مساوات بے معنی ہے۔ یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے گلاب اور چنبیلی میں برابری کرنا، ہر ایک کی الگ خوشبو، رنگ، شکل اور خوبصورتی ہے۔ مر د اور عورت ایک جیسے نہیں ہیں۔ ہر ایک کی امتیازی صورت اور خصوصیات ہیں۔ عورت مرد کے برابر نہیں ہے اور مرد عورت کے برابر نہیں ہے۔ اسلام دونوں کو معاشرے میں مقابلہ جاتی مقام نہیں، بلکہ اعزازی مقام دیتا ہے۔ ہر ایک کی اس کی فطرت کے مطابق خاص ذمہ داریاں اور کام ہیں"

اس نظریہ سے متاثرہ خواتین کو یہ باور کرانے کی بھی ضرورت ہے کہ اس نظریہ مساوات نے حقیقی مساوات کو بھی اپنے مقام سے ہٹا دیا ہے نعیم صدیقی اپنی کتاب میں اس ضمن میں لکھتے ہیں

" عورت پر پرورش نسل کی جو ذمہ داری فطرت نے ڈالی تھی وہ تو اپنی جگہ بر قرار ہے اس کے ساتھ اسے مرد کے تمدنی فرائض کا بوجھ بھی اٹھانا پڑتا ہے اور وہ اپنی جس نسائیت کو پہلے ایک مرد کے لیے سرمایہ

---

[1] 23 مئی 1934ء کو امریکہ کے شہر نیویارک میں آباد جرمن یہودی خاندان میں پیدا ہوئیں، قرآن کے مطالعے نے ان کی زندگی تبدیل کر دی، سید ابوالاعلیٰ مودودی سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا، جس سے اسلام کو سمجھنے میں مدد ملی، 34 کتابیں لکھیں، 31 اکتوبر 2012ء کو انتقال ہوا

[2] Islam and The Muslim Woman Today, Maryam Jameelah, Mohammad Yusuf Khan, Lahore, 1976, P:17

تسکین بناتی تھی 'اب اسی کو وہ دولت کی خاطر صد ہزار مردوں کے لیے استعمال کرتی ہے، یعنی مرد کے اکہرے بوجھ کے مقابلے میں عورت پر تہرا بوجھ پڑ گیا ہے"[1]

درج بالا بحث اس نتیجے کے ساتھ ختم ہوتی ہے کہ نظریہ نسائیت کی ترویج کے بعد اب یہ نظریہ ایک تحریک کی صورت اختیار کر گیا ہے جو تحریکِ آزادئ نسواں سے موسوم ہے، عصر حاضر میں تحریکِ آزادئ نسواں کا فکری چیلنج کہیں ظاہری طور پر اور کہیں باطنی طور پر موجود ہے، اگرچہ یہ تحریک مختلف ناموں اور مطالبات کے ساتھ اپنا وجود رکھتی ہے لیکن اصل میں مقصد ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ عورت کو مغرب کی طرز پر گھر کی چار دیواری سے نکال کر مردوں کے شانہ بشانہ کھڑا کر دیا جائے اور عصرِ حاضر میں مسلم معاشروں میں جو خاندانی نظام اپنی اصل حالت میں موجود ہے اسے بھی تباہ کر دیا جائے اور اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں کہ مسلم معاشروں میں نسبتاً کم پڑھا لکھا اور اسلامی تعلیمات سے نابلد طبقہ عورتوں پر ہونے والے مظالم میں ملوث ہے جسے موضوعِ بحث بنا کر یہ تحریک اپنی آکسیجن حاصل کرتی ہے لہٰذا صورتحال یہ ہے کہ مغرب کی چلائی جانے والی اس تحریک سے اب اسلامی معاشرے بھی تیزی سے متاثر ہو رہے ہیں۔ پہلے پرنٹ میڈیا نے اس میدان میں اپنی کاوشیں دکھائی ہیں اور اب الیکٹرانک اور سوشل میڈیا پر تیزی کے ساتھ یہ تحریک نہ صرف اپنے نظریات کا پرچار کر رہی ہے بلکہ جب اور جہاں موقع میسر آتا ہے اسلام اور اسلامی تعلیمات کے استہزا میں اپنا حصہ شامل کرتی ہے، لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس حقیقت کو باور کرایا جائے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں ہی عورت کی عزت ہے اور اس کی فطرت کے عین موافق ہے، اسلام نے عورت کے سپرد وہی فرائض کیے ہیں جو فطرت نے اس کے سپرد کیے ہیں، اس پر وہ ذمہ داریاں ڈالی ہیں جو فطرت نے اس پر ڈالی ہیں۔ ان کے لیے عزت کا وہی مقام رکھا ہے جو مرد کے لیے ہے، اسلام دراصل مساوات (Equality) کی بات نہیں کرتا بلکہ حقوق (Equity) کی تعلیم دیتا ہے اس لیے مسلمان عورتوں کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ وہ اس معاشرے میں پیدا ہوئی ہیں جس سے بڑھ کر عورتوں کی عزت دنیا کے کسی معاشرے میں نہیں ہے لہٰذا نہ صرف اسلامی اقدار کی حفاظت کے لیے بلکہ اپنی نئی نسل کی اسلامی خطوط پر تربیت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس مسئلے کو سنجیدگی سے لیا جائے اور ہر میدان کو استعمال کرتے ہوئے مدلل انداز میں اس کا مقابلہ کیا جائے۔

[1] عورت معرضِ کشمکش میں، نعیم صدیقی، الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب لاہور، 2003ء، ص:121

فصل چہارم: نظریہ مابعد جدیدیت اور استہزائے اسلام

یہ فصل دو مباحث پر مشتمل ہے کہ جس میں نظریہ مابعد جدیدیت کی تعریف، تاریخ اور اس کے پیروکار کی جانب سے کیے جانے والے استہزاء اسلام کا مطالعہ کیا جائے گا۔

مبحث اول: نظریہ مابعد جدیدیت کی تعریف و تاریخ

مبحث اول میں آغاز میں مابعد جدیدیت کی تعریف بیان کی جائے گی لیکن نظریہ مابعد جدیدیت کی تعریف سے پہلے جدیدیت کی تعریف جاننا ضروری ہے، کیونکہ مابعد جدیدیت دراصل جدیدیت کے رد عمل کے طور پر سامنے آئی ہے۔

جدیدیت کی تعریف

مریم ویبسٹر ڈکشنری کے مطابق

"Something characteristic of modern as distinguished from former or classical time" [1]

"زمانہ جدید کی وہ خصوصیات جو اسے زمانہ قدیم سے ممتاز کرے جدیدیت کہلاتی ہے"

خرم مراد صاحب جدیدیت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں

"مغربی تہذیب اور جدیدت (Modernism) کی بنیاد یہ ہے کہ انسان اب بالغ ہو چکا ہے، کسی ماورائے انسان وجود یا ذریعے سے علم اور رہنمائی لینے کا محتاج نہیں۔ وہ مستغنی ہے خصوصاً خدا اور وحی جیسے ان ذرائع وتصورات سے جن کو اس نے اپنے عہدِ طفولیت میں اپنے سہارے اور تسلی کے لیے گھڑ لیا تھا"[2]

معروف دانشور و محقق مرزا محمد الیاس جدیدیت کی اس انداز میں وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"جدیدت کی اس تحریک کا سب سے پہلا شکار چرچ تھا، اس تحریک نے انسان کے اعتقادی رویوں کو مسترد کر دیا، خدا کی نفی کر دی اور اچھائی و برائی، نیکی و بدی کی جنگ کو مضحکہ قرار دے دیا، چرچ کے علم سے فاصلوں نے اس تحریک کو زیادہ اہمیت دی، زمین کا سورج کے گرد گھومنا چرچ کو منظور نہ تھا لیکن جدیدیت نے اسے سچ ثابت کر دیا، یہ کام اس کی فکری ماں سائنس نے کیا، استدلال کی بنیاد سائنسی تجربہ تھا، سائنسی تجربے کی بات قبول نہ کرنے والے کو جدیدیت کا دشمن قرار دیا گیا۔ اس تحریک کے رہنماؤں کا موقف تھا

---

[1] Webster Comprehensive Dictionary, P:817

[2] مغرب اور عالم اسلام ایک مطالعہ، خرم مراد، منشورات، لاہور، 2006، ص:20

کہ ہر بات اور ہر رویہ، ہر مظہر اور واقعہ سائنس کے دیے استدلال سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ روایت، رواج، تاریخ، فنِ لطیفہ ہر کچھ اور سب کچھ استدلال کا محتاج ہے، استدلال ان کو ثابت کر دے تو درست، اگر استدلال ان کو غلط کہہ دے تو یہ غلط ہوں گے، جدیدیت کا سب سے بڑا نعرہ یہ تھا کہ وہ ایک بہتر اور اچھا معاشرہ بنا سکتی ہے۔ یہ معاشرہ کس طرح سے بنے گا؟ اس کی بنیاد 18 ویں صدی کی روشن خیالی تھی، اس روشن خیال ذہن کو ہی اس قابل سمجھا گیا کہ وہ سچائی کو پا سکے"[1]

دوسرے لفظوں میں روایتی سوچ کے خلاف بغاوت کا نام جدیدیت ہے، یہ نظریہ بھی دراصل ایک ردعمل کے طور پر سامنے آیا تھا اور وہ کلیسا کا یورپ کی عوام پر ظلم تھا کہ جس میں پادریوں نے عیسائی اعتقادات اور یونانی فلسفوں پر مشتمل ایسے اعتقادات بنا رکھے تھے کہ جو خود ان کے علاوہ کسی کے مفاد میں نہیں تھے، شاہی حکومتوں کے ساتھ مل کر عوام کو نہ صرف ہر قسم کی آزادی سے محروم کر رکھا تھا بلکہ روایت پسندی اور دقیانوسیت کے شکنجے میں بھی جکڑا ہوا تھا۔ اسی ظلم کے نتیجے اور ردعمل کے طور پر جدیدیت کی تحریک کا آغاز ہوا۔ اسی لیے اس تحریک نے روایت پسندی، تنگ نظری اور مذہبی عصبیت کو اپنا ہدفِ تنقید بنایا اور ان کے خاتمے کی کوشش کی، اور جدیدیت کے نظریہ کو دنیا میں پھیلایا لہٰذ جدیدیت نے سیاسی میدان میں سیکولرزم کو سامنے رکھا اور جنسی میدان میں فیمینزم کو قوت فراہم کی۔

لیکن جب خلقِ خدا کو اس سے بھی ذہنی آسودگی میسر نہیں آئی تو پھر اس کے ردعمل کے طور پر مابعد جدیدیت نے جنم لیا

مابعد جدیدیت کی تعریف

آکسفورڈ ڈکشنری میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے

"A late 20th-century style and concept in the arts, architecture, and criticism, which represents a departure from modernism" [2]

"مابعد جدیدیت بیسویں صدی کے اواخر کے آرٹ، فن تعمیر، اور تنقید کا نام ہے جو جدیدیت سے مختلف خصوصیات کی نمائندگی کرتا ہے"

مریم ویبسٹر ڈکشنری کے مطابق

"a style of art, architecture, literature, etc., that developed after modernism and that differs from modernism in some important way" [3]

---

[1] محمد الیاس، مرزا، ہفت روزہ آئین لاہور، جون 2005ء، ج:27، ش:179، ص:127

[2] https://en.oxforddictionaries.com/definition/postmodernism Accessed on 26-9-19, 5:43

[3] http://www.learnersdictionary.com/definition/postmodernism Accessed on 26-9-19, 7:43

آرٹ، آرکیٹیکچر، ادب، وغیرہ کی ایک طرز، جسے جدیدیت کے بعد جدیدیت سے مختلف طرز پر تیار کیا گیا

نظریہ مابعد جدیدیت کا بانی لیوٹارڈ اپنی کتاب میں اس فکر کو اس طرح بیان کرتا ہے

"I define postmodern as incredulity toward metanarratives" [1]

"میرے نزدیک مابعد جدیدیت کا مطلب عظیم بیانات پر عدم یقین ہے"

"The point is that there is a strict interlink age between the kind of language called science and the kind called ethics and politics: they both stem from the same perspective, the same "choice" if you will-the choice called the Occident" [2]

لیونارڈ کے مطابق

"سائنس کی زبان اور اخلاقیات اور سیاست کی زبان میں گہرا تعلق ہے اور یہ تعلق ہی مغرب کے تہذیبی تناظر کی تشکیل کرتا ہے"

یعنی سائنس بھی مغرب کی سیاست اور اخلاقی فلسفوں سے آزاد نہیں ہے

جیک گریسی مابعد جدیدیت کی وضاحت اس طرح کرتا ہے

"We can believe anything Or what amounts to the same thing, believe nothing" [3]

"ہم کسی پر بھی یقین کر سکتے ہیں، اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہم کسی پر بھی یقین نہیں رکھتے"

مندرجہ بالا تعریفات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس نظریہ کی باقاعدہ کوئی متفقہ تعریف نہیں ہے، بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ باضابطہ کوئی نظریہ نہیں ہے بلکہ تمام نظریات کا رد ہے۔

نظریہ مابعد جدیدیت کی تاریخ

انیسویں صدی میں اپنی پوری طاقت کے ساتھ برپا کی جانے والی تحریک جدیدیت کی تحریک تھی، جنگِ عظیم دوم کے بعد ۱۹۴۵ء میں اس تحریک کا آغاز ہوا جس کا مقصد یہ تھا کہ مسیحی عقائد کو عقل اور سائنس سے ہم آہنگ کیا جائے لیکن رفتہ رفتہ مسیحی مذہب سے بھی اس تحریک نے جان چھڑا لی اور یہ تسلیم کر لیا گیا کہ حقائق کی تلاش کے لیے کسی مذہب کی مدد کی ضرورت نہیں صرف وہی حقائق قابلِ قبول ہیں جو عقل اور مشاہدے کی کسوٹی پر پورا اتریں۔ پھر اس سوچ کے ذریعے سے ایسا معاشرہ تشکیل دیا گیا جس میں انسان کی مادی اور نفسانی خواہشات کو خدا، تصورِ آخرت اور اخلاقی اقدار سے بالاتر سمجھا

[1] The Postmodern Condition: A Report on Knowledge, Jean-Francois Lyotard, Translation by Geoff Bennington and Brian Massumi, Manchester University Press, Manchester, England, 1984, P: xxiv

[2] The Postmodern Condition: A Report on Knowledge, P:8

[3] Post Modern Humanism, Jack Grassby, TUPS, Washington, 1991, P:13

گیا، اور اس کی روحانی زندگی کو یکسر مسترد کر کے مادیت پرستی کا جال بچھایا گیا، اس جدیدیت کی تحریک نے مفاد پرستی، قوم پرستی، سیکولرزم، مساواتِ مرد وزن، آزادئی اظہار رائے اور سائنسی طرزِ فکر جیسے نظریات کو پروان چڑھایا، جدیدت کے علمبرداروں نے اپنے نظریات کا پرچار کرنے کے لیے کم و بیش طاقت کے وہی حربے استعمال کیے جو یورپ کے کلیساؤں نے نام نہاد مذہب کے پرچار کے لیے استعمال کیے تھے، فکری استبداد کی وہی فضا قائم کی جو اس وقت کے مذہبی عناصر نے کی تھی، نتیجہ وہی برآمد ہوا جو کہ اُس وقت ہوا تھا۔ عوام اس نظریہ سے بددل ہوئے اور ردعمل کے طور پر مابعد جدیت کی تاریخ کا آغاز ہوا

اس حوالے سے معارف فیچر میں کمال اختر قاسمی لکھتے ہیں کہ

"اس کے بعد مابعد جدیدیت (Post Modernism) کا دور شروع ہوتا ہے، جس کا آغاز ۱۹۸۰ء سے مانا جاتا ہے، مابعد جدیدیت دراصل ان حالات اور بحرانوں کا نام ہے جو نہایت ہی کمزور اور غیر مستحکم بنیادوں پر قائم جدید معاشرہ میں معاشرتی، معاشی، اخلاقی اور ذہنی تبدیلی سے پیدا ہوئے اور یہ تبدیلی جدیدیت کے بعد ہوئی، مابعد جدیدیت نے جدیدیت کی بھرپور تردید کی اور معاشرہ میں پیدا ہونے والے سنگین معاشرتی اور معاشی بحرانوں کا ذمہ دار جدیدیت کو ہی قرار دیا گیا، بلکہ ہیومنزم (Humanism) کی بھی شدید مخالفت کی گئی اور مابعد جدیدیت کے مفکرین نے تو اسے فکر و فریب قرار دے کر رَد کرنا شروع کر دیا"[1]

اس فکر کی تاریخ نہ تو زیادہ پرانی ہے اور نہ ہی یہ فکر بہت زیادہ پختہ اور منظم ہے، حقیقت یہ ہے کہ جب جدیدیت' دنیا کو کوئی اخلاقی نظام دینے میں کامیاب نہیں ہو سکی تو مابعد جدیدیت اس نعرے کے ساتھ وجود میں آئی کہ دنیا میں کسی مطلق سچائی کا وجود ہو ہی نہیں سکتا

سید سعادت اللہ حسینی اپنی کتاب میں اس نظریہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"مابعد جدیدیت ان افکار کے مجموعے کا نام ہے جو جدیدیت کے بعد اور اکثر اس کے ردّعمل میں ظہور پذیر ہوئے۔ اس کے علمبردار نہ تو کسی منظم نظامِ فکر کے قائل ہیں اور نہ منظم تحریکوں کے۔ اس لیے یہ فکر اشتراکیت یا جدیدیت کی طرح کوئی مبسوط یا منظم فکر نہیں ہے اور نہ اس کی پشت پر کوئی منظم تحریک موجود ہے، بلکہ مابعد جدیدیت کے علمبردار یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ کسی نظریہ کا نام نہیں ہے بلکہ اس عہد کا نام ہے جس سے ہم گزر رہے ہیں اور ان کیفیتوں کا نام ہے جو اس عہد کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ ظاہر

[1] کمال اختر قاسمی، مغربی معاشرہ ایک جائزہ، معارف فیچر، اسلامک ریسرچ اکیڈمی کراچی، اگست 2016، ج:9، ش:15، ص:6

ہے یہ محض ایک دعویٰ ہے اور چونکہ وہ اپنے خیالات کی تائید میں کتابیں لکھ رہے ہیں، فلسفیانہ مباحث چھیڑ رہے ہیں اور بحثیں کرر ہے ہیں، اس لیے دنیا ان کے خیالات کو ایک آیڈیالوجی ماننے پر مجبور ہے"[1]

لہذا مندرجہ بالا حوالاجات سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ نظریہ مابعد جدیدیت کی تاریخ کا بھی اس وقت آغاز ہوتا ہے جب بالخصوص مغرب کی عوام نظریہ جدیدیت کے فلسفے سے تنگ آگئے تھے، اسی کے رد عمل کے طور پر یہ نظریہ وجود میں آیا۔

[1] مابعد جدیدیت کا چیلنج اور اسلام، سید سعادت اللہ حسینی، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور، 2014ء، ص:8

مبحث دوم: نظریہ مابعد جدیدیت اور استہزائے اسلام

مبحث سوم میں مابعد جدیدیت کی جانب سے اسلامی عقائد اور تعلیمات کے استہزا کے حوالے سے تجزیہ کیا جائے گا۔
مابعد جدیدیت کے بنیادی نظریات بجائے خود کسی بھی مذہب اور آسمانی ہدایات کے استہزا پر مبنی ہیں، ان نظریات میں بھی دراصل کسی حقیقی نظریات یا خود ساختہ نظریات کا رد ہی پایا جاتا ہے جو کہ کسی نہ کسی رد عمل کے طور پر ہی وجود میں آئے ہیں۔

سچائی کی اضافت کا نظریہ

مابعد جدیدیت کے بنیادی نظریات میں سب سے پہلے سچائی کی اضافت کا نظریہ ہے اس نظریہ کے مطابق دنیا میں کسی آفاقی سچائی کا وجود نہیں ہے۔ بلکہ آفاقی سچائی کا تصور محض ایک خیالی تصور (Utopia) ہے۔
جدیدیت کہتی تھی کہ آزادی و مساوات، جمہوریت، سرمایہ دارانہ نظام اور ترقی کے جس راستے پر مغربی دنیا گامزن ہے اس کی حیثیت ایک عالمی سچائی کی ہے اور ساری دنیا کو اپنی قدیم روایات چھوڑ کر اس عالمی اور حقیقی سچائی کو قبول کرنا چاہئے۔
مابعد جدیدیت اس تصور کی ضد کی صورت میں موجود ہے، یہ عالمی یا آفاقی سچائی کے وجود کے ہی منکر ہیں۔ ان کے نزدیک چاہے سچائی ہو یا کوئی اخلاقی قدر، حسن و خوبصورتی کا احساس ہو یا کوئی ذوق، یہ سب اضافی (Relative) ہیں۔ یہی تصور دراصل سچائی کی اضافت پر مشتمل ہے، یعنی ان کا تعلق انفرادی پسند و ناپسند اور حالات سے ہے، ایک ہی بات کسی مخصوص مقام پر یا مخصوص صورتوں میں سچ اور دوسری صورتوں میں جھوٹ ہو سکتی ہے۔ دنیا میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو ہمیشہ اور ہر مقام پر سچ ہو۔
سید سعادت اللہ حسینی اس ضمن میں لکھتے ہیں

> "قدروں کی اضافیت کے نظریے سے سماجی اداروں اور انضباطی عوامل (Regulating Factors) کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ خاندانی نظام اور شادی بیاہ کے بندھنوں کا انکار ہے نہ اقرار۔ عفت، ازدواجی وفاداری اور شادی کے بندھن مابعد جدیدیوں کے ہاں 'عظیم بیانات' ہیں۔ اسی طرح جنسوں کی بنیاد پر علیحدہ علیحدہ رول کو بھی وہ آفاقی نہیں مانتے۔ نہ صرف مرد عورت کے درمیان تقسیم کار کے روایتی فارمولوں کے وہ منکر ہیں، بلکہ جنسی زندگی میں بھی مرد اور عورت کے جوڑے کو ضروری نہیں سمجھتے۔ شادی مرد اور عورت کے درمیان بھی ہو سکتی ہے، اور مرد مرد اور عورت عورت کے درمیان بھی، کوئی چاہے تو اپنے آپ سے بھی کر سکتا ہے۔ مرد اور عورت شادی کے بغیر ایک ساتھ رہنا پسند کریں تو اس پر

بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ایک ساتھ بھی نہیں رہنا ہے تو صرف تکمیل خواہش کا معاہدہ ہو سکتا ہے۔ یہ سب ذاتی پسند اور ذوق کی بات ہے "[1]

اس نظریہ کا گہرائی کے ساتھ تجزیہ کیا جائے تو اس نظریہ کے ذریعے سے نوجوان نسل کو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے دور کرنے کا کام لیا جارہا ہے، اس سے جو اُصول اخذ کیے جارہے ہیں اسمیں ہم جنس پرستی، جیسے چاہو جیو، یہ دنیا ہے دل والوں کی شامل ہیں، جس سے بے راہ روی میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے

سید ابو الاعلیٰ مودودی نے اپنی تحریر میں اُس وقت مابعد جدیدیت کے نظریات کا جواب دیا تھا جب یہ نظریات ٹھیک طریقے سے پھولے پھلے ہی نہیں تھے۔ آپ لکھتے ہیں

"کیا یہ واقعہ نہیں کہ تمام جغرافیائی، نسلی اور قومی اختلافات کے باوجود وہ قوانینِ طبعی یکساں ہیں جن کے تحت انسان دنیا میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ وہ نظامِ جسمانی یکساں ہے جس پر انسان کی تخلیق ہوئی ہے۔ وہ خصوصیات یکساں ہیں جن کی بنا پر انسان دوسری موجودات سے الگ ایک مستقل نوع قرار پاتا ہے۔ وہ فطری داعیات اور مطالبات یکساں ہیں جو انسان کے اندر ودیعت کیے گئے ہیں۔ وہ قوتیں یکساں ہیں جن کے مجموعے کو ہم نفس انسانی کہتے ہیں۔ بنیادی طور پر وہ تمام طبعی، نفسیاتی، تاریخی، تمدنی، معاشی عوامل بھی یکساں ہیں جو انسانی زندگی میں کار فرما ہیں، اگر یہ واقعہ ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ واقعہ نہیں ہے تو جو اصول بحیثیت انسان کی فلاح کے لیے صحیح ہوں، ان کو عالم گیر ہونا چاہیے "[2]

اس بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جدیدیت اور مابعد جدیدیت دونوں ایک انتہائیں ہیں اور اسلامی نظریات دراصل ان دونوں انتہاؤں میں اعتدال کی راہ پر ہے ۔ عملی زندگی میں قانون سازی کے حوالے سے اسلام نے یہی موقف اختیار کیا ہے ، جدیدیت کی طرح نہ تو وہ ہر ضابطے اور اصول کو آفاقی حیثیت دیتا ہے اور نہ مابعد جدیدیت کی طرح ہر آفاقی ضابطہ اور اصولوں کو یکسر مسترد کرتا ہے، للذ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وحی الٰہی سے متعلق ہدایات کے علاوہ تمام امور چاہے وہ سیاسیات و معاشیات کے اصول ہوں یا عمرانیات اور سماجیات سے ان کا تعلق ہو وہ تمام نظریات اضافی ہیں۔اسلام ان اضافی نظریات میں تو اجتہاد کی گنجائش رکھتا ہے لیکن وحی الٰہی سے منصوص حقائق اور اصولوں کو آفاقی حیثیت دیتا ہے اور ان اصولوں کو زمان و مکاں (Time and space) سے ماورا قرار دیتا ہے

قرآن کی مندرجہ ذیل آیات اس معتدل نظریہ کو ثابت کرتی ہیں

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ [3]

---

[1] مابعد جدیدیت کا چیلنج اور اسلام، ص:13

[2] دین حق، سید ابو الاعلیٰ مودودی، نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، 2007، ص:10

[3] سورۃ البقرۃ:2/255

"جو کچھ بندوں کے سامنے ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ ان سے اوجھل ہے، اس سے بھی وہ واقف ہے"

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ﴾ [1]

"زمین اور آسمان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں"

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾[2]

"اور دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھو"

اسی طرح نبی مہرباں ﷺ کا دنیاوی امور کے حوالے سے مشاورت کا طریقہ رہا ہے، بدر میں پڑاوٴ ڈالنے کا معاملہ ہو یا احد میں میدان جنگ کا تعین ہو، خندق میں حکمتِ عملی ترتیب دینی ہو یا حدیبیہ میں اپنی زوجہ سے مشورہ طلب کرنا ہو، آپ ﷺ مشاورت کے طریقے پر ہی کاربند رہے ہیں

"غزوہ بدر کبریٰ کے موقعے پر نبی ﷺ کفار سے پہلے میدانِ بدر کے قریب ترین چشمے پر پہنچ گئے۔اس موقع پر حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے ایک ماہر فوجی کی حیثیت سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا اس مقام پر آپ اللہ کے حکم سے نازل ہوئے ہیں یا آپ کی تدبیر ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ محض جنگی حکمتِ عملی ہے، انہوں نے عرض کیا یہ مناسب نہیں ہے۔ آپ آگے تشریف لے چلیے اور قریش کے جو سب سے قریب چشمہ ہو اس پر پڑاوٴ ڈالیں، پھر ہم بقیہ چشمے پاٹ دیں گے اور اپنے چشمے پر حوض بنا کر پانی بھر لیں گے، اس کے بعد ہم قریش سے جنگ کریں گے تو ہم پانی پیتے رہیں گے اور انہیں پانی نہیں ملے گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے بہت ٹھیک مشورہ دیا ہے"[3]

ردتشکیل (Deconstruction)

مابعد جدیدیت کا ایک اور اہم نظریہ ہے جس سے کوئی اصول یا ضابطہ محفوظ نہیں بلکہ رد کیے جانے کے قابل ہے حتیٰ کہ الہامی اصول بھی، جدیدیت کے مفکرین کا خیال تھا کہ انہوں نے بہت سی سچائیاں تشکیل دی ہیں اور چاہے مذاہب ہوں یا جدید نظریات، ان کی بنیاد کچھ خود ساختہ عالمی سچائیوں پر مبنی ہیں، لہٰذا مابعد جدیدیت کے مفکرین کے لیے ضروری تھا کہ ان تشکیل شدہ سچائیوں کی رد تشکیل کی جائے، یعنی ان مفروضہ سچائیوں کو ڈھا دیا جائے۔

وہاب اشرفی اپنی کتاب میں ایک مابعد جدیدیت کے مفکر کے نظریات یوں بیان کرتے ہیں

---

[1] سورہ آلعمران:3/5

[2] سورہ آلعمران:3/159

[3] الرحیق المختوم، ص:288

"We deconstruct, displace and demystify the logocentric, ethnocentric, phallocentric order of things" [1]

"ہم ایسے تمام نظریات کو رد کرتے ہیں جو مابعد جدیدیت سے پہلے تھے چاہے وہ تصور ثقافت ہو، زبان، علم یا اخلاق و مذہب کے بارے میں ہو یا نسلی بنیادوں ہو، ایسے نظریات کو نئے سرے سے جانچنے اور پرکھنے کی ضرورت ہے"

میری گلیگز 'مابعد جدیدیت کی جانب سے مذہبی عقائد پر کی جانے والی تنقید کے حوالے سے لکھتی ہیں کہ

" In fact, one of the consequences, of postmodernism seems that the rise of religious fundamentalism, as a form of resistance to the questioning of the "grand narratives" of religious truth, this is perhaps more obvious when postmodern books like Salman Rushdie's the Satanic Verses because they deconstruct such grand narratives."[2]

"در حقیقت مابعد جدیدت کا ایک نتیجہ تو مذہبی شدت پسندی اور بنیاد پرستی کی لہر کی صورت میں ظاہر ہے اور مابعد جدیدیت کے ان اعتراضات کے خلاف مزاحمت کا رویہ ہے جو وہ مذہبی صداقتوں کے خلاف کرتی ہے۔ مثلا سلمان رشدی (ملعون) نے جب شیطانی آیات لکھ کر مذہبی متن کی رد تشکیل کی تو اصل میں یہ مذہبی صداقت پر شک کا ہی اظہار تھا"

19 جون 1947ء کو بھارت کے شہر ممبئی میں پیدا ہونے والے سلمان رشدی نے 1989ء میں (The Satanic Verses) "شیطانی آیات" کے عنوان سے کتاب لکھی تو پورے عالم اسلام کی جانب سے رد عمل آیا، 12 فروری 1989ء کو اسلام آباد میں اس کتاب کے خلاف مظاہرے میں 12 افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، 14 فروری 1989ء کو ریڈیو تہران نے آیت اللہ خمینی کی جانب سے سلمان رشدی کے قتل کا فتویٰ دیا اور قتل کر دینے والے کو انعام دینے کا اعلان کیا اور اس کتاب کو عالم اسلام کے خلاف گہری سازش قرار دیا

بھارت سے تعلق رکھنے والا سلمان رشدی بنیادی طور پر ناول نگار ہے جس نے "شیطانی آیات" کے نام سے متنازعہ کتاب لکھی جو بجائے خود استہزائے اسلام کے ایک مجموعے کے طور پر پہچانی جاتی ہے، بعد ازاں آیت اللہ خمینی کی جانب سے دیے گئے واجب القتل کے فتوے کے بعد برطانیہ میں رہائش اختیار کر لی۔

رد تشکیل کو اسلام کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ نظریہ سراسر باطل نظریہ ہے جو معاشرے میں محض انتشار کا باعث بنتا ہے، مابعد جدیدیت محض جدیدیت کی مخالفت میں ہر روایت، ہر صداقت، ہر مرکز اور ہر معنویت کے خلاف ہے۔

احمد ندیم گہلن اپنے ایم فل کے مقالے "مابعد جدیدیت اور اسلام" میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"اس تبدیلی کا ہرگز یہ تقاضا نہیں ہے کہ صدیوں سے طے شدہ اور انسانیت کی آزمودہ صداقتوں کو ڈھا دیا جائے، اصول، اخلاق اور اقدار حیات کو بھی تبدیل کر دیا جائے۔ اگر سپر سونک (Super Sonic)

---

[1] مضمرات و ممکنات، وہاب اشرفی، یورپ اکادمی اسلام آباد، 2007ء، ص:132

[2] Literary Theory: A Guide for the perplexed, Mary Klags, Continuum Press, London, 2007, P:432

طیاروں اور جیٹ راکٹ کے استعمال سے زمین و آسمان کی وسعتیں سمٹ گئی ہیں، اگر میڈیا نے بشمول انٹرنیٹ ہماری آنکھوں اور کانوں کی قدرت کو کائنات کی وسعتوں اور سمندروں کی پہنائیوں تک پہنچا دیا ہے تو اس کے یہ معنیٰ کب ہیں کہ زنا جو کل تک برائی تھی آج مطلوب ہو جائے"[1]

دنیا کے غیر حقیقی ہونے کا نظریہ

مابعد جدیدیت کے نظریات میں سے ایک نظریہ دنیا کے غیر حقیقی ہونے کا ہے

مابعد جدیدیت کے مطابق جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں، اس کی حیثیت سچائی کی نہیں۔اس کے علم برداروں کا خیال ہے کہ ہم وہی دیکھتے ہیں جو دیکھنا چاہتے ہیں اور ہم وہی دیکھتے ہیں جو مخصوص وقت اور مخصوص مقام (Specific time and place) پر مخصوص احوال خود کو دکھانا چاہتے ہیں۔ وہ دنیا کو حقیقی، ٹھوس اشیاء اور مناظر کے بجائے ایسے عکسوں (Images) اور مظاہر (Representation) سے عبارت سمجھتے ہیں جو غیر حقیقی (Unreal) اور غیر محسوس (Un tangible) ہیں

سید سعادت اللہ حسینی اس نظریہ کو یوں بیان کرتے ہیں

"اس کا مطلب ہے کہ دنیا ایک ایسا تھیٹر ہے جس میں ہر چیز مصنوعی طور پر تشکیل کردہ ہے، سیاست عوامی استعمال کے لیے کھیلا جانے والا ایک ڈرامہ ہے، ٹیلی ویژن پر دستاویزی فلمیں تفریحات کے طور پر پیش کی جاتی ہیں، صحافت 'حقیقت اور افسانے کے بیچ فرق کو دھندلا دیتی ہے، افسانوی کردار زندہ انسانوں کی جگہ لے لیتے ہیں، ہر چیز اچانک واقع ہوتی ہے اور ہر شخص عالمی تھیٹر میں واقع ہونے والی ہر چیز کا بر موقع نظارہ کرتا ہے"[2]

جبکہ قرآن میں جابجا اس نظریہ کا رد موجود ہے۔

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ، مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾[3]

"یہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں ہم نے کچھ کھیل کے طور پر نہیں بنا دی ہیں۔ ان کو ہم نے برحق پیدا کیا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں"

---

[1] احمد ندیم گہلن، مابعد جدیدیت اور اسلام، مقالہ ایم فل، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان، 2009، ص:203

[2] مابعد جدیدیت کا چیلنج اور اسلام، ص:70

[3] سورۃ الدخان:44/ 38،39

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾[1]

"ہم نے زمین اور آسمان کو اور ان کی موجودات کو حق کے سوا کسی اور بنیاد پر خلق نہیں کیا ہے"

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾[2]

"ہم نے اس آسمان اور زمین کو، اور اس دنیا کو جو ان کے درمیان ہے فضول پیدا نہیں کر دیا ہے۔ یہ تو ان لوگوں کا گمان ہے جنہوں نے کفر کیا ہے"

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا﴾[3]

"کیا تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ہم نے تمہیں فضول ہی پیدا کیا ہے"

قرآن واضح انداز میں یہ پیغام دے رہا ہے کہ یہ دنیا غیر حقیقی نہیں ہے بلکہ برحق ہے لیکن اس کی حیثیت عارضی ہے اور اسے کسی بھی وقت ختم ہو جانا ہے

محمد ظفر اقبال مابعد جدیدیت کے فلسفے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"یہاں باہم متضاد و متخالف نظریات بہ یک وقت درست سمجھے جاتے ہیں۔ ایک شخص جو خدا، معاد، وحی جیسے مابعد الطبیعی امور پر یقین نہیں رکھتا روحانی سکون کے لیے کسی مذہبی پیشوا سے رجوع کر سکتا ہے، کبھی وہ اس سکون کے لیے سنیاسی جوگی کے پاس جا سکتا ہے، تو کبھی عیسائی راہب کے پاس۔ غرض نظریات و افکار سے لیکر طرزِ زندگی تک کسی مبسوط نظام (Doctrine) کسی شخص یا طبقے کو کسی رویے، عقیدے و نظریے کو رد یا ناپسند کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، ہر چیز کے رد و قبول کا معیار انفرادی پسند و ناپسند پر ہے، اگر ایک طرف تمام مذاہب سچے ہیں تو دوسری طرف مذہب پر یقین نہ رکھنا بھی غلط نہیں ہے"[4]

پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں

"جو حضرات سطحی نظر رکھتے ہیں وہ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں کہ زمانی تغیرات 'اصولوں میں ردوبدل کے مقتضی ہیں۔ درحقیقت تمام ایجادات و انکشافات انسان کے لیے ہیں نہ کہ انسان ان کے لیے۔ یہ قوتیں جو انسان کو حاصل ہوئی ہیں اسی وقت نافع ہیں جب وہ اعلیٰ مقاصد کے تابع ہوں۔ مقاصد و اصول کو ان کے مطابق نہیں بلکہ ان کو مقاصد و اصول کے مطابق بدلنا چاہیے۔ مقاصد اور اصولوں کی حیثیت تو ان

---

[1] سورۃ الحجر:85/15

[2] سورہ ص:27/38

[3] سورۃ المؤمنون:115/23

[4] اسلام اور جدیدیت کی کشمکش، محمد ظفر اقبال، ادارہ علم و دانش، لاہور، 2104ء، ص:175

معیارات کی ہے جن سے تیکنیکی ترقیات کے حسن و قبح کو ناپا جائے گا اگر ان ترقیات کے باوجود انسان پریشان و مظرب ہی رہتا ہے تو پھر ساری مادی ترقی بیکار ہے "[1]

پروفیسر خورشید احمد کے یہ الفاظ مابعد جدیدیت کے بنیادی فلسفے کو آئینہ دکھانے کے مترادف ہیں

مابعد جدیدیت کے عملی اثرات

پروفیسر ڈاکٹر عارفہ فرید تحریک آزادئی نسواں کو مابعد جدیدیت کا خاصہ سمجھتی ہیں، اس حوالے سے لکھتی ہیں

"نسائیت کی تحریک مغرب میں زوروں پر ہے اور پسِ جدید دور کا خاصہ ہے۔ نسائیت سے منسلک نئی فکر کا اثر اسلامی دنیا میں بھی دیکھا جا سکتا ہے، یہاں بھی خواتین کے حقوق پر دھواں دار بحثیں ہو رہی ہیں۔ لیکن مسلم دنیا میں خواتین کا مسئلہ شریعت کے دائرے میں ہی طے ہوتا ہے "[2]

مندرجہ بالا عبارت سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جدیدیت اور مابعد جدیدیت دونوں ہی نے اسلام مخالف تحریکوں کو چھتری فراہم کی ہے چاہے وہ سیکولرزم کی صورت میں ہوں یا فیمینزم کی شکل میں۔

درج بالا بحث کو اس طرح سمیٹا جا سکتا ہے کہ مابعد جدیدیت نے غیر محسوس انداز میں اسلام کا تمسخر اُڑانے میں اپنا کردار ادا کیا ہے، اپنے مختلف نظریات اور فلسفے کے ذریعے سے اسلام کی بنیادی تعلیمات کا رد کرتے ہوئے اسے استہزا کے سانچے میں ڈھالا ہے۔ یہ بظاہر تو ایک فلسفیانہ بحث ہے لیکن یہ بحث انسان کی نفسیات پر گہرے اثر ڈالتی ہے، اس کا سب سے نمایاں اثر یہ ہے کہ افکار، نظریات اور آئیڈیالوجی سے لوگوں کی دل چسپی نہایت کم ہو گئی ہے۔ نظریات چاہے غلط ہی کیوں نہ ہوں لیکن کوئی نہ کوئی نظریہ تو موجود ہوتا تھا جو کہ بحث اور دلائل کے بعد صحیح نظریہ میں تبدیل ہو سکتا تھا لیکن سرے سے کوئی نظریہ ہی نہ ہونا اور تمام نظریات کا انکار کر دینا فطرتِ انسانی کے بھی خلاف ہے اور مذاہب کے فلسفے کے بھی، اس لیے اس عہد کو 'عدم نظریہ کا عہد "Age of No Ideology' قرار دیا گیا ہے، اسلام کا نظریہ اور اسلامی نظام ہی دراصل مابعد جدیدیت کے چیلنج کو قبول بھی کر سکتے ہیں اور اس سے مقابلے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔

---

[1] اسلامی نظریہ حیات، پروفیسر خورشید احمد، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ جامعہ کراچی، 2006ء، ص:110

[2] تہذیب کے اس پار: عصرِ حاضر کے مسائل اور اسلامی فکر مغربی فکر کے تناظر میں، عارفہ فرید کراچی یونیورسٹی پریس، ستمبر 2000ء، ص:149

باب دوم کا خلاصہ کلام

اس باب میں چار بڑے نظریات کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے جن میں الحاد، سیکولرزم، نسائیت اور مابعد جدیدیت شامل ہیں، اور پانچویں فصل میں اس گروہ کو شامل کیا ہے جو مذہبی تعصب کی بناء پر استہزائے اسلام کرتے ہیں۔ انکارِ خدا کا نظریہ رکھنے والے ملحدین اپنے نظریہ کی ترویج کے ساتھ ہی اسلام کے خلاف اپنی صلاحیتیں استعمال کرنے میں بھی تردد سے کام نہیں لیتے، اسی طرح دین و دنیا کی تفریق کے دعوے دار سیکولر حضرات کی جانب سے بھی اسلام کے عقائد کا استہزا معمولی امر ہے، جدید تحریکِ نسواں یا نظریہ نسائیت کی حامل خواتین بھی اسلامی تعلیمات پر تنقید اور استہزا کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں، نظریہ مابعد جدیدیت فلسفے کے میدان میں استہزائے اسلام کا باعث بنتا ہے

ان نظریات کی تعریف، تاریخ اور ان کی جانب سے کیے جانے والے اسلام کے استہزا کے حوالے سے تجزیہ کیا گیا ہے ساتھ ہی مذہبی تعصب کی بنیاد پر استہزا کی کوششوں کو سامنے لایا گیا ہے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ ان نظریات کے حامل افراد اپنے اپنے دائروں میں ان نظریات کا پرچار بھی کرتے ہیں اور یہ ان کا حق ہے۔ مسئلہ وہاں آتا ہے کہ جب ایسے افراد اسلام اور اس سے وابستہ تعلیمات کا کبھی صریح الفاظ میں اور کبھی کسی لبادے کے ساتھ استہزا کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور آزادیٔ اظہارِ رائے کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں جس سے ایک نئی کشمکش کا آغاز ہوتا ہے۔ اس صورتحال میں قانون سازی کے علاوہ جو اخلاقیات کا پہلو ہے اسے بھی دونوں جانب سے مدنظر رکھنا چاہیے۔ اول تو اصولی بات ہے کہ کوئی مہذب معاشرہ کسی کو مذاق اُڑانے کی اجازت نہیں دیتا، دوم یہ کہ اختلافِ رائے اور تمسخر میں موجود فرق کی تمیز رکھنا معاشرے کے امن کے لیے ناگزیر ہے، کسی بات پر اختلاف ہو یا اعتراض' تحقیق کی بنیاد پر سنجیدہ حلقوں میں یہ اختلاف پیش کیا جانا چاہیے اور وہاں سے بھی سنجیدگی اور تحقیق کے ساتھ مدلل جواب آنا چاہیے، یہ رویہ خود نظریات کے لیے بھی اور معاشرے کے لیے بھی صحت مندانہ رویہ متصور ہوگا اور اگر اس پیرائے پر عمل نہیں کیا گیا اور اختلاف برائے اختلاف اور اعتراض برائے اعتراض ہی کی روش کو اختیار کیا گیا تو یہی رویہ استہزا اور تمسخر کے راستوں پر لے جاتا ہے جس سے کشمکش اور انتشار کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

باب سوم

استہزا کی معاصر صورتیں اور سرگرمیاں

فصلِ اول: استہزائے خدا اور ملائکہ

فصلِ دوم: اہانتِ رسول ﷺ و صحابہ

فصلِ سوم: تشکیکِ قرآن و تمسخرِ اسلامی تعلیمات

اس باب میں استہزائے اسلام کی اُن صورتوں کا تذکرہ کیا جائے گا جو عصرِ حاضر میں موجود ہیں

فصل اول: استہزائے خدا اور ملائکہ

فصل اول'دو مباحث پر مشتمل ہے کہ جس میں خدا اور فرشتوں کا مذاق اُڑانے کے حوالے سے عصرِ حاضر میں جو سرگرمیاں جاری ہیں ان کا تذکرہ کیا جائے گا

مبحث اول: استہزائے خدا

اس مبحث میں عصر حاضر میں ہونے والی اُن سرگرمیوں کا تذکرہ کیا جائے جن میں خدا کا تمسخر اڑایا جاتا ہے
قرآن میں مذکور تاریخی واقعات کا مطالعہ کرنے سے اس حقیقت کا ادراک ہوتا ہے کہ خدا کا استہزا اُڑانے کی رسم کوئی نئی نہیں ہے بلکہ مختلف ادوار میں کچھ لوگ اس مذموم حرکت کے مرتکب رہے ہیں، حضرت ابراہیم علیہم الصلاۃ والسلام کا نمرود سے مکالمہ بھی استہزائے خدا کی ایک تمثیل تھی، کہ جب اس نے اللہ تعالیٰ کی حیات و ممات کی صفت کا مذاق اُڑاتے ہوئے ایک شخص کو مار دیا اور ایک کو زندہ چھوڑ دیا تھا
مکی دور میں بھی مشرکینِ مکہ کی جانب سے استہزائے خدا سامنے آتا ہے جس کا حوالہ خود قرآن میں دیا گیا ہے

> ((حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ابو طالب بیمار ہوئے تو قریش اور نبی اکرم ﷺ ان کے پاس گئے۔ ابو طالب کے پاس ایک ہی آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ ابو جہل نبی اکرم ﷺ کو وہاں بیٹھنے سے منع کرنے کے لئے اٹھا اور لوگوں نے ابو طالب سے رسول اللہ ﷺ کی شکایت کی، انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا بھتیجے! اپنی قوم سے کیا چاہتے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ یہ لوگ ایک کلمہ کہنے لگیں اگر یہ لوگ میری اس دعوت کو قبول کرلیں گے تو عرب پر حاکم ہو جائیں گے اور عجمیوں سے جزیہ وصول کریں گے۔ ابو طالب نے پوچھا ایک ہی کلمہ؟ آپ ﷺ نے فرمایاہاں ایک ہی کلمہ۔ چچالَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہہ لیجئے۔ وہ سب کہنے لگے کیا ہم ایک ہی اللہ کی عبادت کرنے لگیں ہم نے تو کسی پچھلے دین میں یہ بات نہیں سنی (بس یہ من گھڑت ہے) راوی کہتے ہیں کہ پھر ان کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں﴿أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾[1]

---

[1] سورہ ص:38/5

"کیا اس نے سارے خداؤں کی جگہ بس ایک ہی خدا بنا ڈالا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے "اور ان میں سے سردار یہ کہتے ہوئے چل پڑے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر جمے رہو۔ بیشک اس میں کچھ غرض ہے۔ ہم نے یہ بات اپنے پچھلے دین میں نہیں سنی۔ یہ تو ایک بنائی ہوئی بات ہے "[1]

اس موقع پر مشرکین مکہ نے استہزا کرتے ہوئے خدا کی صفات میں شک کیا کہ وہ اکیلے پوری دنیا کا نظام نہیں چلا سکتا کیونکہ اسے چلانا کسی ایک خدا کے بس کا کام نہیں ہے بلکہ کئی خدا مل کر یہ ذمہ داری ادا کر سکتے ہیں

اسی طرح سورہ القیامہ کی ایک آیت بھی استہزائے خدا کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ بالعموم مشرکینِ مکہ اور بالخصوص عدی بن ربیعہ 'خدا کو اس سے عاجز سمجھتا تھا کہ اس زندگی کے بعد بھی کوئی دوبارہ سے انسانوں کو زندہ کرے گا

﴿أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَلَّنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ﴾[2]

"کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کر سکیں گے"

اس آیت کے شان نزول کو تفسیرِ مظہری میں اس طرح بیان کیا گیا ہے

"یہ آیت عدی بن ربیعہ کے حق میں نازل ہوئی جس نے نبی ﷺ سے کہا تھا کہ اگر میں قیامت کا دن دیکھ لوں جب بھی نہ مانوں، اور آپ پر ایمان نہ لاؤں، کیا اللہ بکھری ہوئی ہڈیاں جمع کر دے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ کیا اس کافر کا یہ گمان ہے کہ ہڈیاں بکھرنے اور گلنے اور ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں ملنے اور ہواؤں کے ساتھ اڑ کر دور دراز مقامات میں منتشر ہو جانے سے ایسی ہو جاتی ہے کہ ان کا جمع کرنا کافر ہماری قدرت سے باہر سمجھتا ہے۔"[3]

یہ آیت بھی استہزاء خدا کی ایک مثال ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ مشرکین مکہ کے اس استہزا کا جواب دے رہا ہے کہ جس کے تحت وہ اللہ کو مخلوق کی طرح عاجز سمجھتے تھے

﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ﴾[4]

"اب وہ ہم پر مثالیں چسپاں کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے۔ کہتا ہے "کون ان ہڈیوں کو زندہ کرے گا۔ جبکہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہوں"

اللہ رب العالمین اس آیت میں حیات بعد الموت پر اعتراض کرنے والوں کو جواب دے رہے ہیں کہ یہ انسان

---

[1] جامع ترمذی، کتاب: تفسیر قرآن کریم، باب: سورۃ ص سے بعض آیات کی تفسیر، امام ترمذی: حسن، شیخ البانی: ضعیف الاسناد، حدیث:1180، ص:98/2

[2] سورۃ القیامہ:75/3

[3] تفسیر مظہر القرآن، محمد مظہر اللہ شاہ دہلوی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2004ء، ص:435/4

[4] سورہ یسین:78/36

ہمیں مخلوقات کی طرح عاجز سمجھتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ ہم دوبارہ اسے زندہ نہیں کرسکتے،

" یہ بات بھول جاتا ہے کہ ہم نے بے جان مادہ سے وہ ابتدائی جرثومہ حیات پیدا کیا جو اس کا ذریعہ تخلیق بنا اور پھر اس جرثومے کو پرورش کرکے اسے یہاں تک بڑھالائے کہ آج وہ ہمارے سامنے باتیں چھانٹنے کے قابل ہوا ہے "[1]

عصر حاضر میں بھی استہزا کی وہی روش قائم ہے بس انداز اور طریقہ کار تبدیل ہوا ہے، پرنٹ میڈیا میں مختلف کتب کی صورت میں اور سوشل میڈیا میں مختلف پوسٹوں کے ذریعے استہزائے خدا کا ارتکاب کیا جاتا ہے ، ای وون اپنی کتاب میں لکھتے ہیں

"Thus, the government of Allah and the government of the sultan grew apart. Social and political life was lived on two planes, on one of which happenings would be spiritually valid but actually unreal, while on the other no validity could ever be aspired to. The law of God failed because it neglected the factor of change to which Allah had subjected his creatures"[2]

" نتیجتاً اللہ کی حکومت اور سلطان کی حکومت الگ الگ پروان چڑھنے لگیں، سیاسی اور سماجی زندگیاں دو سطحوں پر بسر کی جانے لگیں۔ اللہ کا قانون جو اس نے اپنے بندوں کے لیے وضع کیا تھا، ناکام ہو گیا کیونکہ اس نے تبدیلی کے عنصر کو نظر انداز کر دیا تھا یہ ناکامی آج تک چلی آرہی ہے "

یہ عبارت اللہ اور اس کے قانون کا مذاق اُڑاتی ہے کہ اللہ کا وضع کردہ نظام ناکام ہو گیا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کا تجزیہ دراصل اللہ کے وضع کردہ نظام کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے

سوشل میڈیا کا میدان اس معاملے میں بہت آگے ہے، یہاں بے مہار انداز میں اپنی رائے کا اظہار کیا جاتا ہے اسی لیے اظہر جٹ نامی ملحد فیس بک پر استہزائے خدا کے ضمن میں لکھتا ہے

" مسلمانوں کی نظر میں بس ایک ہی بدحواس سائنسدان ہے جو ان کے لیے مختلف تجربات کیے جارہا ہے اور انہیں حوروں کے خواب دکھائے جارہا ہے اور یہ دنیا کی حوروں کو سجا سنوار کر برقعوں میں چھپائے جارہے ہیں اور انہیں اس بدحواس سائنسدان سے ڈرائے جارہے ہیں۔ جاہلو! یا تو حوروں کو سجانا سنوارنا چھوڑ دو، اور یہ بدحواس سائنسدان کبھی عورت کو مرد کی پسلی سے پیدا کر دیتا ہے کبھی اونٹ کے پیشاب کو اپنی لیبارٹری

---

[1] تفہیم القرآن، ص:4/78

[2] Medieval Islam A study in cultural orientation, Gustave E.Von Grunebaum, The University of Chicago Press, 1946, P:143

میں مشاہدہ کر کے بیماریوں کی دوا تجویز کرتا ہے اور یہ لوگ بد مست سانڈھ کی طرح سبحان اللہ سبحان اللہ کا ورد کر کے زندگی گزارتے ہیں جیسے زندگی پر احسان کر رہے ہوں [1]

شیر گل نامی ملحد پاکستانی فری تھنکرز کے پیج پر اللہ کا اس طرح مذاق اڑاتا ہے

"اللہ گالیاں دیتا ہے.. اللہ دھمکیاں دیتا ہے.. اللہ بازاری الفاظ استعمال کرتا ہے.. اللہ کمال کرتا ہے.. مگر شیطان سے ڈرتا ہے... سیکس سے.. شراب سے.. خوراک سے ورغلاتا ہے.. نیڑے نیڑے آتا ہے" [2]

اس بد زبانی اور گستاخی کا جواب دینے کے بجائے اس کے حوالے سے قانون سازی کی ضرورت ہے تا کہ آزادی اظہارِ رائے کے نام پر اس طرح کا کوئی عمل سامنے نہ آئے۔ یہاں بطور تمثیل دو مثالیں پیش کی گئی ہیں، اس طرح کی پوسٹیں آئے دن سوشل میڈیا کی زینت بنتی رہتی ہیں

انٹرنیٹ پر بلاگرز بھی استہزا کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہتے، جنید مومن 6 فروری 2014ء کو پبلش ہونے والے اپنے ایک بلاگ "حق بجانب" میں اللہ کی مرضی کے عنوان کے تحت اس آیت کے حوالے سے لکھتا ہے

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ﴾ [3]

"اور ہم نے تو اسی طرح ہمیشہ شیطان انسانوں اور شیطان جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے جو ایک دوسرے پر خوش آیند باتیں دھوکے اور فریب کے طور پر القا کرتے رہے ہیں۔ اگر تمہارے رب کی مشیّت یہ ہوتی کہ وہ ایسا نہ کریں تو وہ کبھی نہ کرتے"

"قرانی آیات میں اللہ من مانی کرتا ہے اور اسکا مصنف اسے اللہ کی مرضی کہتا ہے اور کہتا ہے اسکے آگے بندے کو اپنا سر تسلیم خم کر دینا چاہئے. بھلا کیوں؟ ناجائز کو کبھی بھی تسلیم نہیں کرنا چاہئے، بھلے ہی وہ اللہ کیوں نہ ہو. اگر کوئی واقعی اللہ ہے تو ناجائز کو منوائیگا ہی نہیں، دراصل جس ہیولے کو محمدؐ تسلیم کراتے ہیں وہ کوئی طاقت ہے ہی نہیں، وہ تو مفروضہ اللہ ہے

آگے لکھتے ہیں کہ معاشرے میں قسمیں کھانے والا انسان اکثر جھوٹا مانا جاتا ہے، قران میں اللہ انسان سے دس گناہ قسمیں کھاتا ہے اور وہ بھی اپنی تخلیق کی (کہ اسکا تو کوئی خالق ہے ہی نہیں) تو اسکی قسموں کی تلاوت اور عبادت کی جاتی ہے. قرانی اللہ پرلے درجہ کا جھوٹا معلوم پڑتا ہے، کوئی بھی انسان اسکی قسموں کا

---

[1] https://www.facebook.com/photo.php?fbid=1320748158036078&set=pcb.2004732696210909&type=3&theater&ifg=1 Accessed on 31-1-2019, 8: 30

[2] https://www.facebook.com/groups/PakistaniFreethinkers7/ Accessed on 31-1-2019, 8:50

[3] سورۃ الانعام: 112/6

تجزیہ کر سکتا ہے مگر مسلمان نہیں، سچ پوچھیے تو مسلمان جھوٹ کو جیتا ہے۔۔۔دین دیانت کا مرکز ہے محمدی
اللہ دیانت داری ہو ہی نہیں سکتا، اسی طرح قرانی پیغمبر بھی جھوٹ ہے" [1]

سورۃ الانعام کی جس آیت کو موضوع بنا کر جنید مومن استہزائے خدا کر رہے ہیں اس میں اللہ کی مشیت کی وضاحت کرتے ہوئے سید ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں

"یہ بات اور سمجھ لینی چاہیے کہ یہ جو اللہ تعالیٰ دشمنان حق کی مخالفانہ کاروائیوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی مشیت کا بار بار حوالہ دیتا ہے اس سے مقصود دراصل نبی ﷺ کو، اور آپ کے ذریعہ سے اہل ایمان کو یہ سمجھانا ہے کہ تمہارے کام کی نوعیت فرشتوں کے کام کی سی نہیں ہے جو کسی مزاحمت کے بغیر احکام الٰہی کی تعمیل کر رہے ہیں۔ بلکہ تمہارا اصل کام شریروں اور باغیوں کے مقابلہ میں اللہ کے پسند کردہ طریقہ کو غالب کرنے کے لیے جدوجہد کرنا ہے۔ اللہ اپنی مشیت کے تحت ان لوگوں کو بھی کام کرنے کا موقع دے رہا ہے جنہوں نے اپنی سعی وجہد کے لیے خود اللہ سے بغاوت کے راستے کو اختیار کیا ہے، اور اسی طرح وہ تم کو بھی، جنھوں نے طاعت و بندگی کے راستے کو اختیار کیا ہے، کام کرنے کا پورا موقع دیتا ہے"[2]

یہ اعتراض اللہ کی مشیت اور رضامندی کے درمیان فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بھی سامنے آتا ہے، یہ بات ضروری نہیں ہے کہ جو کام اللہ کی مشیت میں ہو رہا ہو اس سے اللہ راضی بھی ہو

اس طرح کے بلاگ استہزا کے ساتھ ساتھ الحادی فکر کی ترویج میں بھی معاون ثابت ہوتے ہیں

ملحدین کی جانب سے اسلام کا تمسخر اڑانے کی جو کوششیں کی جاتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ خدا کی موجودگی کا ثبوت عقل سے مانگتے ہیں، دنیا میں آنے والی آفات سیلاب اور زلزلوں میں مارے جانے والے افراد کے ساتھ اللہ نے کیوں اتنا بڑا ظلم کیا ہے؟ یہ خدا ایسے لوگوں کو کیوں نہیں بچاتا؟ تھیلیسیمیا کا مریض بچپن سے لیکر جوانی تک ماہانہ بنیادوں پر اپنا خون تبدیل کراتا رہتا ہے لیکن پھر بھی تیس سال کے اندر دنیا سے چلا جاتا ہے، خدا کو ایسے شخص پر ترس کیوں نہیں آتا؟ کیا اس دنیا میں کوئی خدا اپنا وجود رکھتا ہے جو افریقہ میں لوگوں کو بھوک سے مرتا ہوا دیکھتا ہو لیکن اس کے سدباب کے لیے کچھ نہ کرتا ہو۔ دنیا میں کمزوروں کے ساتھ ہونے والے ظلم پر خاموشی اور طاقتور کی طرف سے ہونے والی زیادتی سے منہ پھیرتے ہوئے صرفِ نظر کر لینا ہی خدا کی ذمہ داری ہے

جہاں تک اقوام پر آنے والی آفات کا تعلق ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود فرما دیا

---

[1] http://haq-b-janib.blogspot.com/ Accessed on 31-1-2019, 9: 30 am

[2] تفہیم القرآن، ص:1/ 571

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾[1]

"اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقوٰی کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے، مگر انہوں نے تو جھٹلایا، لہٰذا ہم نے اس بری کمائی کے حساب میں انہیں پکڑ لیا جو وہ سمیٹ رہے تھے"

اور جہاں تک انفرادی اموات کا تعلق ہے تو سورہ ملک کی یہ آیت اللہ تعالیٰ کی حیات و ممات کی اسکیم کو سمجھنے کے لیے کافی ہے

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾[2]

"جس نے زندگی اور موت کا نظام بنایا تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون احسن عمل کرتا ہے"

یہ وہ مختلف سرگرمیاں ہیں جن کے ذریعے عصرِ حاضر میں خدا کا استہزا کیا جاتا ہے

---

[1] سورۃ الاعراف:7/96

[2] سورۃ الملک:67/2

مبحث دوم: استہزائے ملائکہ

اس مبحث میں عصرِ حاضر میں ہونے والی استہزائے ملائکہ کے حوالے سے سرگرمیوں کو بیان کیا جائے گا
تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو ملائکہ کا استہزا مشرکینِ مکہ کی جانب سے بھی سامنے آتا تھا، جس کو خود قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے

﴿أَوَمَنْ يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَٰنِ إِنَاثًا أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ﴾[1]

"کیا اللہ کے حصے میں وہ اولاد آئی جو زیوروں میں پالی جاتی ہے اور بحث و حجت میں اپنا مدعا پوری طرح واضح بھی نہیں کر سکتی ؟انہوں نے فرشتوں کو، جو خدائے رحمان کے خاص بندے ہیں، عورتیں قرار دے لیا۔ کیا ان کے جسم کی ساخت انہوں نے دیکھی ہے ؟ ان کی گواہی لکھ لی جائے گی اور انہیں اس کی جوابدہی کرنی ہو گی"

﴿إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيُسَمُّونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةَ الْأُنْثَىٰ﴾[2]

مگر جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ فرشتوں کو دیویوں کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں

مشرکینِ مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہہ کر استہزا کیا کرتے تھے، اور انہیں عورت قرار دیتے تھے، خود اللہ نے ان کے اعتراض کا جواب دیا ہے کہ فرشتوں کو دیکھے بغیر ان کا اس انداز میں مذاق اڑانا کہ انہیں اللہ کی بیٹیاں قرار دیا جائے یہ ایک بڑا جرم ہے، ان کی یہ گواہی لکھ لی جائے گی اور یہ روزِ محشر اس کا جواب دینا ہو گا

اسی طرح سورہ الانعام کی آیت میں بھی مشرکینِ مکہ کا عقید بیان کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا

﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَه بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭسُبْحٰنَه وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾[3]

"اس پر بھی لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک ٹھیرا دیا، حالانکہ وہ ان کا خالق ہے، اور بے جانے بوجھے اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں تصنیف کر دیں، حالانکہ وہ پاک اور بالاتر ہے ان باتوں سے جو یہ لوگ کہتے ہیں"

اللہ رب العالمین کو اولاد کی ضرورت ہی نہیں ہے اس لیے کہ وہ حی قیوم ذات ہے جسے نہ بیماری ہو گی اور نہ ہی موت آئے گی، دنیا میں عموماً اولاد اسی لیے کام آتی ہے کہ بیماری میں خدمت کرلے اور مرنے کے بعد ورثاء کا خیال رکھے، قرآن کہہ رہا ہے کہ اللہ ان سب چیزوں سے بالا ہے

---

[1] سورۃ الزخرف: 43/19،18

[2] سورۃ النجم: 53/27

[3] سورۃ الانعام: 6/100

عصرِ حاضر میں فرشتوں کا مذاق اُڑانے کی روایت کو زندہ کرتے ہوئے مبشر علی زیدی نے 22 جنوری 2019ء کو فیس بک پر اپنی پوسٹ میں لکھا

"میں نے چند دن پہلے خواب دیکھا کہ ایک گنجا فرشتہ میرے کمرے میں کھڑکی کے پاس کھڑا ہو کر آئی پیڈ پر کچھ لکھ رہا ہے، میں چلایا! "اوئے یہ ڈراما بند کرو۔ میں ابراہیم بن ادھم نہیں ہوں" فرشتے نے ناراض ہو کر کہا، ادھم مت مچاؤ، میں ان گناہ گار لوگوں کی فہرست بنا رہا ہوں جنھوں نے گیم آف تھرون سیریز نہیں دیکھی، ان میں سے کسی کو جنت میں نہیں بھیجا جائے گا۔ میں نے منہ چڑایا، جنت کون جانا چاہتا ہے! اچھا یہ بتاؤ وہاں چائے ملے گی؟ فرشتہ بڑبڑایا، "نہیں جنت ٹھنڈا مقام ہے۔ وہاں کچھ گرم نہیں ہو گا" میں نے قہقہہ لگایا، "کتنا مزہ آئے گا جب مولوی محنت کر کر کے تھک جائیں گے اور کوئی حور گرم نہیں ہو گی" میرا قہقہہ درمیان میں رہ گیا۔ فرشتہ شرما کے غائب ہو گیا[1]

اس پوسٹ میں فرشتوں کا استہزا کرتے ہوئے بیہودہ زبان استعمال کی ہے اور ساتھ ہی فرشتوں کی اس مقدس ذمہ داری کا مذاق بھی اڑایا ہے جو اللہ کی جانب سے انہیں تفویض کی گئی ہے

عزیر سالار نامی سوشل میڈیا ایکٹوسٹ فیس بک پر پوسٹ لگاتا ہے

"عورت کے انکار پر فرشتے ساری رات اس پر لعنت کرتے ہیں یعنی وہ بھی عورت کو انسان نہیں سمجھتے جس کا کبھی دل اداس بھی ہو سکتا ہے، طبعیت خراب ہو سکتی ہے، کوئی تکلیف ہو سکتی ہے یا وہ بیچاری کسی بھی وجہ سے پریشان بھی تو ہو سکتی ہے، فرشتوں کو تھوڑا لچکدار ہونا چاہیے اور مردوں کی طرح عورت کا بھی خیال رکھنا چاہیے"[2]

اس پوسٹ میں بھی فرشتوں کا صراحت کے ساتھ مذاق اُڑایا گیا ہے

اسی طرح طاہر شاہ نامی گلوکار نے 8 اپریل 2016ء کو ایک "Angel" کے نام سے ایک گانا ریلیز کیا جس کے الفاظ یہ ہیں

I fall in love.
With you always.
Like Angels.
Love other Angels.

اس میں گلوکار فرشتے کی صورت میں موجود ہے اور ایک پری نما لڑکی کے ساتھ محبت کا اظہار کر رہا ہے، اس گانے میں فرشتوں کا مذاق اُڑایا گیا ہے

---

[1]https://m.facebook.com/story.php?story_fbid=10155722236447172&id=652667171 Accessed on 23-1-2019, 7:25

[2]https://m.facebook.com/story.php?story_fbid=2319061758138050&id=100001027443519 Accessed on 23-1-2019, 17:24

کلامِ سابق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ استہزائے خدا کی سرگرمیاں قرونِ اولیٰ میں بھی موجود تھیں اور عصر حاضر میں بھی نئے ذرائع اور مختلف انداز کے ساتھ استہزائے خدا کیا جاتا ہے اسی طرح ملائکہ کا مذاق اس وقت بھی اُڑایا جاتا تھا اور آج بھی مختلف طُرق کے ساتھ یہ عمل دیکھا جاسکتا ہے

فصل دوم: اہانتِ رسول ﷺ و صحابہ

فصل دوم میں دو مباحث شامل ہیں، مبحث اول میں اُن سر گرمیوں کا تذکرہ کیا جائے گا جو توہینِ رسالت ﷺ سے متعلق ہوں گی اور مبحث دوم میں اہانتِ صحابہ ؓ کے حوالے سے گفتگو کی جائے گی۔

مبحث اول: اہانتِ رسول ﷺ

اس مبحث میں توہینِ رسالت ﷺ کے حوالے سے کی جانے والی سر گرمیوں کا تذکرہ کیا جائے گا اور اس پہلو پر بھی روشنی ڈالی جائے گی کہ آج بھی طریق کار کی تبدیلی کے ساتھ توہینِ رسالت کا ارتکاب کیا جاتا ہے

جب جب پیغمبر اسلام نے دعوتِ دین کا آغاز کیا ہے تو انہیں اس طرح کی صورتحال کا سامنا کرنا پڑا ہے

﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾[1]

مذاق تم سے پہلے بھی رسولوں کا اڑایا جا چکا ہے مگر ان کا مذاق اڑانے والے اسی چیز کے پھیر میں آکر رہے جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے

لیکن ساتھ ہی قرآن میں اس بات کی تسلی دی گئی ہے کہ مذاق اڑانے والوں کا انجام بھی بہت برا ہوا ہے

﴿وَإِذَا رَآكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمَنِ هُمْ كَافِرُونَ﴾[2]

"یہ منکرینِ حق جب تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہارا مذاق بنا لیتے ہیں۔ کہتے ہیں "کیا یہ ہے وہ شخص جو تمہارے خداؤں کا ذکر کیا کرتا ہے؟"

نبی مہرباں ﷺ مشرکینِ مکہ کے اس طرح کے استہزا کا نشانہ بنتے تھے، قرآن میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ اسی تاریخ کو عصرِ حاضر میں بھی مختلف طرق سے دہرایا جاتا رہا ہے

عصر حاضر میں نبی ﷺ کے استہزا کی بنیاد منظم طریقے سے مستشرقین نے ڈالی ہے، مستشرقین کون ہیں اور کیسے کام کرتے ہیں اس کا مختصر تعارف درج ذیل ہے

---

[1] سورۃ الانبیاء: 21/41

[2] سورۃ الانبیاء: 21/36

استشراق کالغوی معنٰی

استشراق عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ ش-ر-ق چونکہ یہ باب استفعال سے ہے اس لیے اس میں طلب کا معنی پایا جاتا ہے، القاموس الوحید کے مطابق

"استشراق کا سہ حرفی مادہ شرق ہے جس کے معنی روشنی اور چمک کے آتے ہیں، اس لفظ کو مجازی معنی میں سورج کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے"[1]

طلب کے معنٰی پائے جانے کا مطلب یہ ہو گا کہ ایسا علم کہ جس میں مشرقی علوم کی طلب پائی جائے

استشراق کا اصطلاحی مفہوم

فاروق عمر فوزی استشراق کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"علم یدرس لغات شعوب الشرق وتراثهم وحضاراتهم ومجتمعاتهم وماضيهم وحاضرهم "[2]

"استشراق سے مراد وہ علم جو جو مشرق کے علمی ورثے، زبانوں، تہذیبوں، معاشروں، ماضی اور حال کے بارے میں بتاتا ہے"

استشراق کا جامع مفہوم یہاں بیان کیا گیا ہے کہ ایسا علم جو مشرق کے ماضی اور حال کے بارے میں بتائے وہ علمِ استشراق کہلائے گا

مستشرق کی تعریف

جامع اللغات میں مستشرق کی تعریف یوں کی گئی ہے

"ماہر شرقیات، وہ فرنگی جو مشرقی زبانوں اور علوم کا ماہر ہو"[3]

یعنی ایسا مغربی شخص جو مشرق کی ثقافت وزبان کا ماہر سمجھا جائے

الرائد کے مطابق

"عالم اجنبی بحیاۃ الشرق وعلومہ وآدابہ و لغاتہ وحضاراتہ ومدنیاتہ"[4]

---

[1] القاموس الوحید، مولانا وحید الزماں قاسمی، ادارہ اسلامیات لاہور، 2001ء، ص:1/859

[2] الاستشراق والتاریخ الاسلامی، فاروق عمر فوزی، الاھلیہ للنشر والتوزیع، عمان 1998ء، ص:30

[3] جامع اللغات، خواجہ عبد الحمید، جامع اللغات کمپنی لاہور، 1988ء، ص:1825

[4] الرائد معجم لغوی عصری، جبران مسعود، دار العلم للملایین، بیروت 1967، ص:1372

"مشرق کی حیات، علوم وآداب، زبانوں اور تہذیب وحضارت کا مغربی عالم"
مختصر اور آسان الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ مغربی میں موجود ایسا شخص جو مشرقی علوم میں مہارت حاصل کرے اُسے مستشرق کہا جائے گا۔

استشراق کی تاریخ

تحریکِ استشراق کی تاریخ بہت قدیم ہے، اس حوالے سے مختلف آراء سامنے آئی ہیں
بعض محققین کی رائے میں "اس کا آغاز نویں صدی عیسوی میں ہوا جب اہلِ مالقہ [1] نے اسلامی ثقافت کو داغدار کرنے کے لیے کلام، ادب اور احکامی کتب کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور اس سلسلے میں اچھا خاصہ زرِ نقد صرف کیا، دوسری رائے کے مطابق اس تحریک کی ابتدا دسویں صدی میں اس وقت ہوئی جب ایک فرانسیسی راہب جریدی اور الیاک (940-1003) اشبیلیہ اور قرطبی کی جامعات میں علومِ اسلامیہ پر دسترس حاصل کرنے کے بعد 999ء سے 1003ء تک پاپائے روم کے عہدہ پر متعین رہا"[2]
اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ استشراق کا آغاز نویں یا دسوی صدی ہجری میں ہو گیا تھا، اس وقت سے لیکر آج تک یہ استشراقی مہم مختلف طرق سے آگے بڑھی ہے، کچھ مستشرقین نے تو مکمل دیانت داری کے ساتھ مشرق اور اسلام کا مطالعہ کیا ہے اور اس موضوع کے حوالے سے کتب لکھی ہیں لیکن کچھ مستشرقین نے دیانت داری سے مشرق پر تحقیق کے بجائے اسلام کو نشانے پر رکھتے ہوئے تحقیق کی ہے اور اس تحقیق کو اسلام کی تضحیک واستہزا میں تبدیل کر دیا ہے جس کی گواہی خود ایک جرمن مستشرق نے یوں دی ہے
جرمن مستشرق روڈولف روڈی پارٹ متوفی 1983ء لکھتا ہے

> "ازمنہ وسطیٰ میں عیسائیوں کی ایک بڑی تعداد اسلامی علوم کی طرف اس لیے متوجہ ہوئی کہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی شخصیت کو مسخ کر سکے، کیونکہ اُن کا خیال تھا کہ جو دین بھی مسیحیت کے خلاف ہے اس میں خیر نہیں ہو سکتی"[3]

اس طرح کے مستشرق خاص عیسائی مشنری کی حیثیت میں اسلام کا چہرہ مسخ کرنے کے لیے اسلام پر تحقیق کی جانب متوجہ ہوئے

---

[1] اسپین کا صوبہ ہے جس کی آبادی ساڑھے پانچ لاکھ سے زائد ہے
[2] اصواء علی الاستشراق والمستشرقین، ڈاکٹر محمد احمد دیاب، دار المنار، قاہرہ مصر، 1999ء، ص:13
[3] الاستشراق بین الحقیقۃ والتضلیل، ڈاکٹر اسماعیل علی محمد، جامعہ الازہر مصر، 1998ء، ص:29

پر منٹنگری واٹ نے پیغمبرِ اسلام کا مذاق اس طرح اُڑایا ہے کہ خود نبی ﷺ کو مخلص متصور کرتے ہوئے انہیں غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور وحی کو ان کے لاشعور کا خیال گردانا ہے، اپنی کتاب میں ان خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے

"To say that Muhammad was sincere does not imply that he was correct in his beliefs. A man may be sincere but mistaken. The modern Westerner has no difficulty in showing how Muhammad may have been mistaken. What seems to a man to come from outside himself' may actually come from his unconscious[1]"

"محمد مخلص تھے لیکن کسی کا خلوص اس پر دلالت نہیں کرتا کہ اس کے عقائد بھی درست ہوں، کوئی شخص مخلص ہونے کے باوجود غلطی پر ہو سکتا ہے، مغربی جدیدیت کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے کہ یہ ثابت کریں کہ کس طرح محمد سے غلطیاں ہوئی ہیں، کسی شخص کو کوئی چیز (وحی) جو باہر سے آتی محسوس ہوتی ہے وہ دراصل اسے کے لاشعور سے آتی ہے"

میکسیم روڈنسن نامی ایک مستشرق اپنے نازیبا الفاظ کے ساتھ توہینِ رسالت ﷺ اس طرح کرتا ہے

"Even so, knowing what we do of his amorous proclivities later on in life, we can scarcely imagine that there were not plenty of times when he, in the Gospel phrase which would probably have astounded him, ' committed adultery in his heart" [2]

"اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ زندگی کے اواخر میں اس میں عشق کا میلان پیدا ہو گیا تھا، ہم بمشکل تصور کر سکتے ہیں کہ ایسے کئی مواقع پیدا نہیں ہوئے ہوں گے جب۔۔۔اس نے دل میں کسی سے زنا کر لیا ہو"

ای وون نامی مستشرق اپنی کتاب میں تضحیک آمیز الفاظ استعمال کرتے ہوئے لکھتا ہے

"In the days of emperor Heraclius, a false prophet arose among the Arabs. His name was Mamed. He became acquainted with the Old and New testaments and later, after discoursing with an Arian monk, “established his own sect”. By feigning piety, he won the hearts of his people. Later he claimed that a scripture had been sent down to him from heaven. The

---

[1] Muhammad prophet and Statesman, Watt, W. Montgomer , Oxford University Press London, 1961, P: 29

[2] Mohammad, Maxime Rodinson, Translated from the French by Anne Carter, Penguin Books, London, 1961, P:55

ridiculous ordinances which he had put into that book he presented to them as their holy doctrine" [1]

"شہنشاہ ہرقل کے زمانے میں ایک کاذب نبی سامنے آیا جس کا نام محمد تھا، اس نے عہد نامہ قدیم و جدید سے واقفیت حاصل کی اور پھر ایک ایرین راہب سے گفتگو کے بعد ایک فرقہ قائم کیا۔ مکارانہ پاکبازی کے ذریعے اپنی قوم کے دل جیت لیے، بعد میں اس نے دعویٰ کیا کہ اس کے اوپر آسمان سے ایک صحیفہ نازل ہوا ہے۔ ان تمام مہمل اور مضحکہ خیز احکام کو، جو اس نے اس کتاب میں تحریر کر رکھے تھے، اپنی قوم کے لیے مقدس تعلیمات قرار دیا"

جنید مومن کے نام سے بلاگ لکھنے والا بلاگر خود اپنا تعارف اس طرح کراتا ہے کہ میرے والدین نے میرا نام محمد جنید خان رکھا تھا، سن بلوغت میں آنے کے بعد میں نے لفظ محمدؐ اور خان کو بے معنی اور غیر ضروری سمجھ کر نکال دیا اس کے بعد جنید مانوماتر کے نام سے لکھتا رہا پھر میں اسلام کا منکر ہو گیا، آپ مجھے ملحد بھی کہہ سکتے ہیں، شکر ہے میں کسی اسلامی ملک میں نہیں ہوں ورنہ اب تک منصور کے انجام کو جا لگتا

اس کے تعارف کے بعد 27 جنوری 2016ء کو پبلش ہونے والے اس کے بلاگ "حدیثی حادثے" کا ایک اقتباس درج ذیل ہے

"محمد کہتے ہیں کہ جمائی شیطان کی حرکت ہے، جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو وہ حتی الامکان اسے روک لے (بخاری 1339)، جمائی اچھی یا بری نہیں ہے بلکہ نیند کی علامت ہے، بار بار آئے تو سو جانا چاہیے، نو زائدہ بس کی بار بار جمائی ہی لیا کرتا ہے، کٹھ ملا جی! اس معصوم میں بھی آپ کو شیطان ہی نظر آرہا ہو گا۔ کاش کہ مسلمان سمجھ سکیں خود آپ کتنے بڑے شیطان تھے۔ چھینک جو ایک لاکھ جراثیم ہوا میں بکھیرتی ہے اور Sorry کی علامت ہے اس پر آپ الحمد للہ پڑھواتے ہیں" [2]

ایسے بودے قسم کے اعتراضات کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جاتی ہے

تھومس فیولر نے بھی اس میدان میں اپنی صلاحیتیں استعمال کی ہیں، وہ لکھتا ہے کہ

"There is no evidence to prove Mahomet a true prophet; many prove him to be a false prophet, and blasphemous, and presumptuous; and his religion to be a wicked, carnal, absurd, and false religion, proceeding from a proud. spirit, and human, subtle, and corrupt invention, and even from the devil, the crafty father of lies, a murderer and man-killer from the beginning" [3]

---

[1] Medieval Islam A study in cultural orientation, P:43

[2] http://hadeesihadse.blogspot.com / Accessed on 24-2-19, 9:30

[3] The works of Henry Smith, Thomas Fuller, Edinburgh, Vol II, James Nichol, London, 1868, P:401

"محمد کے سچے نبی ہونے کے بارے میں کوئی شہادت نہیں ہے جبکہ اس کے جھوٹے نبی، اہانت کنندہ اور حد سے زیادہ خود اعتماد ہونے کی کئی ہیں، اسی طرح سے اس کے مذہب کے گندے، ظالم، مضحکہ خیز اور جھوٹے ہونے کے بارے میں بھی ہیں، جو شیطان کی اعانت سے ایک مغرور روح کی، انسانی، خام اور بد عنوان ایجاد ہے۔ وہ جھوٹ گھڑنے والوں کا باپ، قاتل اور ابتدا سے انسان کش تھا"

اس عبارت میں محض اسلام دشمنی اور محمد ﷺ سے بغض وعداوت ہی شامل ہے

1958ء میں بنیاس[1] میں پیدا ہونے والی وفا سلطان اپنے پیشے کے لحاظ سے سائکاٹرسٹ ہیں، اسلام اور اسلامی تعلیمات کا استہزا کرنا اپنا مشغلہ سمجھتی ہیں اور یہی صفت ان کی وجہ شہرت ہے، وفا سلطان نے 29 مئی 2008 کو الحیات ٹی وی (سائپرس) کو انٹرویو دیتے ہوئے نبی مہرباں ﷺ کا اس طرح تمسخر اڑایا

> "When I examined the Qur'an, the Hadith and the Islamic Books under my microscope, I came to the absolute conviction that it is impossible for any human being to read the biography of Muhammad and believe in it and yet emerge a physiologically and mentally healthy person …Do you remember the way that (the Prophet Muhammad) killed Asma binte Marwan? His follower tore her body apart limb from limb, while she was breastfeeding her child, when they returned to him shouting "Allah Akbar"--- Is this a Prophet of God?" [2]

"جب میں قرآن، حدیث اور اسلامی کتابوں کا اپنی خوردبینی نگاہوں سے مطالعہ کرتی ہوں تو میں اس نتیجے پر پہنچتی ہوں کہ کسی بھی انسان کے لیے ممکن نہیں ہے کہ وہ محمد کی سوانح حیات پڑھ کر اس پر ایمان بھی لے آئے اور نفسیاتی اور دماغی طور پر صحت مند بھی رہے۔۔۔ کیا آپ کو وہ واقعہ یاد ہے جب محمد نے عصماء بنت مروان کو قتل کیا، اس کے ساتھیوں نے اس کے جسم کے اعضا کو اس وقت توڑ ڈالا جب وہ اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ جب اس کے ساتھی واپس آئے تو تکبیر کا نعرہ لگایا۔۔ کیا یہ خدا کا رسول ہو سکتا ہے؟"

عصماء بنت مروان نامی یہ خاتون ایک یہودی ہجو گو شاعرہ تھی، جس کو قتل کرانے کے حوالے سے تاریخ میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اگر اس کے قتل کی تصدیق بھی ہو جائے تو بھی تشدد کا یہ عنصر ثابت نہیں ہو گا، البتہ اہانتِ رسول ﷺ کے بدلے قتل کیے جانے پر کوئی پشیمانی نہیں ہونی چاہیے

[1] بنیاس شام کے ساحل کے کنارے واقع ایک چھوٹا سا شہر ہے جس کی آبادی لگ بھگ پچاس ہزار ہے جو کہ پھلوں اور لکڑی کے کام کے حوالے سے اپنی شہرت رکھتا ہے

[2] https://www.youtube.com/watch?v=yuFJucQUyKY Accessed on 3-3-19, 18:29

توہین آمیز خاکے

توہین آمیز خاکوں کا مقابلہ بھی عصرِ حاضر میں ایک فیشن کے طور پر سامنے آگیا ہے، وقفے وقفے سے اس طرح کے مقابلے کرائے جاتے ہیں یا بغیر مقابلوں کے ہی پبلش کیے جاتے ہیں اور درحقیقت یہ امت مسلمہ کے ٹیسٹ کیس کے طور پر سامنے آتے ہیں، ستمبر 2005ء میں پہلی بار شائع ہونے والے یہ خاکے امریکہ سے تعلق رکھنے والے ڈینیل پائپس نامی یہودی کی پلاننگ کے نتیجے میں منظرِ عام پر آئے تھے۔

یہ خاکے محض نبی مہرباں ﷺ کی توہین تک محدود نہیں تھے بلکہ اسلامی تعلیمات کے بھی استہزا کا باعث بنے، اس میں سب سے شدید ردعمل اس خاکے پر سامنے آیا ہے جس میں نبی ﷺ کے عمامہ میں ایک چھپا ہوا بم دکھایا گیا ہے جس کے ذریعے سے پیغمبرِ اسلام کو دہشت گرد ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اسلام کے تصورِ جہاد کا تمسخر اڑانے والے خاکے بھی شائع کیے گئے، ان خاکوں پر مسلم دنیا کی جانب سے ایک شدید ردّ عمل سامنے آیا جس پر بعض جگہ سے تو معذرت خواہانہ رویہ اپنایا گیا لیکن مجموعی طور پر اسے آزادئ اظہارِ رائے کا نام دیا گیا

لارکس ولکس نامی سوئیڈن کارٹونسٹ بغض اسلام میں سب سے آگے بڑھتے ہوئے انتہائی بیہودہ کارٹون بنا دیا

"The Lars Vilks Muhammad drawings controversy began in July 2007 with a series of drawings by Swedish artist Lars Vilks that depicted the Islamic prophet Muhammad as a roundabout dog" [1]

یہ نیا کارٹون اٹھارہ اگست کو نیر کس الیہندہ نام کے اخبار میں شائع کیا گیا ہے۔ سوئڈن کے وزیر اعظم فریڈرک رائنفیلڈ نے اس معاملے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے بائیس مسلم ممالک کے سفارت کاروں سے ملاقات کی تھی کارٹون بنانے والے کا کہنا ہے کہ یہ ایک فن کا نمونہ ہے اور اس پر ضرورت سے زیادہ ردِ عمل ظاہر کیا جا رہا ہے۔

10 مارچ کو آئرلینڈ میں ان 7 افراد کی گرفتاری کے بعد جو اس سوئیڈش کارٹونسٹ لارس ولکس کو مارنے کا منصوبہ بنا رہے تھے، 11 مارچ کی صبح سوئیڈن کے تمام ہی بڑے اخبارات نے ان کارٹون کو دوبارہ شائع کیا اور اپنے اداراتی نوٹ میں لکھا کہ "ولکس اکیلا نہیں ہے پوری سوئیڈش قوم اس کے ساتھ ہے"

۸ جنوری ۲۰۱۰ء کو ناروے کے اخبار آفتن پوسٹن (Afton Poston) نے ایک مرتبہ پھر نبی ﷺ کے توہین آمیز خاکے دوبارہ شائع کر دیے

[1] https://en.wikipedia.org/wiki/Lars_Vilks_Muhammad_drawings_controversy , Accessed on 23-3-19

توہین آمیز خاکے ایک ایسا معاملہ ہے کہ جس کی صفائی پیش کرتے ہوئے وہ ممالک آزادیٔ اظہار رائے کا حوالہ دیتے ہیں جو خود ہولو کاسٹ پر گفتگو کرنا جرم قرار دیتے ہیں، اپنی ملکہ اور بادشاہ کے خلاف آواز بلند کرنے پر قتل تک کی سزاؤں کی قانون سازی کرتے ہیں لیکن توہینِ رسالت کے معاملے میں غیر جانب داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے آزادیٔ اظہار رائے قرار دیتے ہیں۔ یہی وہ دورخی ہے جس نے تنازعہ پیدا کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام تو وہ مذہب ہے جو کسی عام انسان کی تضحیک اور استہزا کو بھی بڑا جرم قرار دیتا ہے کُجا کہ کسی بھی مذہب کے پیغمبر کی۔ اور یہی انسان کی بھی فطرت ہے جس کے برعکس توہین آمیز خاکے بنائے جاتے ہیں۔

مبحث دوم: اہانتِ صحابہ ؓ

اس مبحث میں صحابہ کرام ؓ کے استہزا کی صورتوں کو بیان کیا جائے گا، عہدِ نبوی ﷺ میں بھی صحابہ کرام ؓ کو اسلام سے بد دل کرنے کے لیے مختلف طرق سے اُن کا استہزا کیا جاتا تھا، عصرِ حاضر میں بھی بغضِ صحابہ ؓ میں یہ کوششیں جاری ہیں مشرکینِ مکہ ہوں یا مدینہ کے منافقین یہ اس کام میں پیش پیش ہوتے تھے، سورۃ البقرہ میں اس کو یوں بیان کیا گیا ہے

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ﴾[1]

"اور جب ان سے کہا گیا کہ جس طرح دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں اسی طرح تم بھی ایمان لاؤ تو انہوں نے یہی جواب دیا کیا ہم بیوقوفوں کی طرح ایمان لائیں؟"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو بیوقوف اور احمق جیسے القابات سے نوازا جاتا تھا، اس سے اگلی آیت میں اس معاملے کی مزید وضاحت ہوتی ہے کہ منافقین کا سردار عبد اللہ بن ابی کس طرح صحابہ کرامؓ کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔

﴿وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ﴾ [2]

"جب یہ اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں، اور جب علیحدگی میں اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ اصل میں تو ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ان لوگوں سے محض مذاق کر رہے ہیں"

اس آیت کا سببِ نزول واحدی اپنی کتاب میں یوں بیان کرتے ہیں

((عن ابن عباس: نزلت هذه الآية في عبد الله بن أبي وأصحابه، وذلك أنهم خرجوا ذات يوم فاستقبلهم نفر من أصحاب رسول الله – صلى الله عليه وسلم – فقال عبد الله بن أبي: انظروا كيف أرد هؤلاء السفهاء عنكم؟ فذهب فأخذ بيد أبي بكر، فقال: مرحبا بالصديق سيد بني تيم، وشيخ الإسلام وثاني رسول الله في الغار الباذل نفسه وماله؛ ثم أخذ بيد عمر فقال: مرحبا بسيد بني عدي بن كعب، الفاروق القوي في دين الله، الباذل نفسه وماله لرسول الله؛ ثم أخذ بيد علي فقال: مرحبا بابن عم رسول الله وختنه، سيد بني هاشم ما خلا رسول الله، ثم افترقوا؛ فقال عبد الله لأصحابه: كيف رأيتموني فعلت؟ فإذا رأيتموهم فافعلوا كما فعلت، فأثنوا عليه خيرا، فرجع المسلمون إلى رسول الله – صلى الله عليه وسلم – وأخبروه بذلك، فأنزل الله هذه الآية)) [3]

---

[1] سورۃ البقرہ:13/2

[2] سورۃ البقرہ:14/2

[3] اسباب نزول القرآن، ص:25

"ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی (یعنی منافقین) وہ اس طرح کہ یہ لوگ ایک دن سفر کے لیے نکلے رسول اللہ کے ایک گروہ کی ان سے ملاقات ہو گئی عبد اللہ بن ابی منافق نے کہا کہ دیکھنا میں ان بے وقوفوں کو تم سے کس طرح لوٹاتا ہوں وہ گیا اور حضرت ابو بکر کا ہاتھ پکڑ کر کہا خوش آمدید ہے صدیق، بنی تیم کے سردار شیخ الاسلام اور رسول اللہ کے غار میں ساتھی اور اپنی جان ومال کو قربان کرنے والے کے لیے خوش آمدید پھر علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا! رسول اللہ کے چچازاد بھائی اور داماد اور رسول اللہ کے بعد تمام بنی ہاشم کے سردار کے لیے خوش آمدید ہے پھر یہ لوگ جدا ہو گئے دریں اثناء عبد اللہ بن ابی منافق نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم نے مجھے کیسا کرتے دیکھا جب تم ان لوگوں سے ملو تو ایسا ہی کر جیسا میں نے کیا اس پر اس کے ساتھیوں نے اس کی تعریف کی"

اسی طرح علامہ باقر مجلسی اپنی کتاب حیات القلوب میں علی بن ابراہیم اور عیاشی سے روایت کرتے ہوئے اس آیت کی بابت لکھتے ہیں

﴿وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ﴾ [1]

"﴿اور یہ معاملہ بھی قابل توجہ ہے کہ﴾ نبی نے ایک بات اپنی ایک بیوی سے راز میں کی تھی۔ پھر جب اس بیوی نے ﴿کسی اور پر﴾ وہ راز ظاہر کر دیا، اور اللہ نے نبی کو اس ﴿افشائے راز﴾ کی اطلاع دے دی، تو نبی نے اس پر کسی حد تک ﴿اس بیوی کو﴾ خبردار کیا اور کسی حد تک اس سے درگزر کیا۔ پھر جب نبی نے اسے ﴿افشائے راز کی﴾ یہ بات بتائی تو اس نے پوچھا آپ کو اس کی کس نے خبر دی؟ نبی نے کہا "مجھے اس نے خبر دی جو سب کچھ جانتا ہے اور خوب باخبر ہے"

> "جب حفصہ رضی اللہ عنہا کو ماریہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اطلاع ہوئی اور وہ حضرت ﷺ پر غضبناک ہوئیں، حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اچھا درگزر کرو، میں نے تمہاری خاطر سے ماریہ کو اپنے لیے حرام قرار دے لیا اور تم سے ایک راز کہتا ہوں اگر تم نے کسی سے کہہ دیا تو تم پر خدا کی لعنت ہو گی اور فرشتوں کا قہر وعتاب اور تمام دنیا کے لوگوں کی طعن، حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا ایسا ہی ہو گا بتایئے وہ راز کیا ہے؟ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ راز یہ ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ میرے بعد ظلم وجور کے ساتھ خلیفہ ہوں گے ان کے بعد تمہارے باپ خلیفہ ہوں گے۔ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ کو کس نے خبر دی ہے؟ حضرت ﷺ نے فرمایا خدا نے مجھے مطلع فرمایا ہے۔ حفصہ رضی اللہ عنہا نے اسی روز عائشہ رضی

[1] سورۃ التحریم: 66/3

اللہ عنہا سے یہ راز کہہ دیا۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہانے اپنے باپ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہہ دیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا عائشہ نے حفصہ سے بات سنی ہے لیکن مجھے اعتماد نہیں ہے تم خود حفصہؓ سے پوچھو کہ یہ خبر صحیح ہے یا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حفصہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور پوچھا کہ یہ خبر کیسی ہے جو عائشہؓ نے تمہارے حوالے سے بیان کی ہے، حفصہؓ نے پہلے تو انکار کیا کہ میں نے عائشہؓ سے ایسی کوئی بات نہیں کی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر یہ خبر سچی ہے تو مجھ سے مت چھپاؤ تا کہ ہم پہلے سے اس کے لیے تدبیر کریں۔ حفصہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا تو کہا ہاں آنحضرت ﷺ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ پھر وہ دونوں عورتوں اور دونوں مردوں نے آپس میں اتفاق کیا کہ آنحضرت ﷺ کو زہر سے شہید کر دیا جائے اُس وقت جبرئیل نازل ہوئے اور وہ راز جو خدا نے کہا ہے یہی وہ راز ہے "[1]

خلفائے راشدین اور ان کی صاحبزادیوں پر اتنا بڑا الزام بجائے خود ایک تضحیک کی مانند ہے، یہ بھی مؤلف کی کتاب کا محض ایک اقتباس ہے اس طرح کے مختلف اقتباس استہزائے صحابہ کے ضمرے میں آتے ہیں جو ان کی کتاب میں درج ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا استہزا کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"ان کی ایک خیانت 'عائشہ رضی اللہ عنہا کا طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ امیر المؤمنین سے جنگ کے لیے بصرہ جانا تھا اور حضرت صاحب الامر عائشہ رضی اللہ عنہا کو بحکمِ خدا زندہ کریں گے اور اس خیانت کے سبب حد جاری کریں گے "[2]

عصرِ حاضر میں اہانتِ صحابہ ؓ

عصرِ حاضر میں بھی صحابہ کرامؓ کے لیے توہین آمیز الفاظ استعمال کر کے ان کی شخصیت کو مجروح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، مستشرقین نے جہاں نبی ﷺ کی شخصیت کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے وہیں آپ ﷺ کے صحابہ کرام ؓ کا بھی تمسخر اڑایا ہے

"We have seen that Muhammad had at his disposal a number of fanatical young henchmen, who were virtually prepared to strike down any opposition whenever necessary" [3]

[1] حیات القلوب، علامہ باقر مجلسی، مترجم سید بشارت حسین، امامیہ کتب خانہ موچی دروازہ لاہور، 1883ء، ص:2/899

[2] حیات القلوب، ص:2/900

[3] Mohammad, P:224

"ہم نے دیکھا ہے کہ محمد کے پاس بعض ایسے دیوانے نوجوان کارندے تھے جو عملاً اس کی انگلیوں پر ناچتے تھے، جو ایسا موقع ملنے کے انتظار میں رہتے تھے کہ جہاں کہیں بھی ضرورت پڑے مخالفت کو کچل دیں"

مستشرقین کی جانب سے صحابہ کرام ؓ کو دیوانے اور انگلیوں پر ناچنے جیسے القابات سے نوازنے کو اسلام پر تحقیق کا نام دیا جاتا ہے

سلمان رشدی نے اپنی کتاب میں صحابہ کرام ؓ کا نام لیکر استہزا کیا ہے

"When he sat at the Prophet's feet, writing down rules, rules, rules, he began, surreptitiously, to change things .Little things at first. If Mahound recited a verse in which God was described as _all-hearing, all-knowing_, I would write, _all-knowing, all-wise_. Here's the point: Mahound did not notice the alterations. So, there I was, actually writing the Book, or rewriting, anyway, polluting the word of God with my own profane language" [1]

"حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ "جب وہ نبی کے پاؤں میں قانون، قانون، قانون قلمبند کرنے بیٹھتا تو اس نے چپکے چپکے خفیہ طریقے سے وحی کو بدلنا شروع کر دیا، پہلے وہ معمولی تبدیلیاں کرتا تھا، اگر محمد نے آیت لکھنے کو کہا جس میں خدا کو سمیع علیم کہا گیا تھا تو میں لکھتا تھا سمیع حکیم، کہنے کا مقصد یہ ہے کہ محمد نے ایسی تبدیلیوں کو محسوس نہ کیا، تو دیکھو میں صحیفہ لکھ رہا تھا یا یوں کہہ لیں کہ میں دوبارہ لکھ کر خدا کے الفاظ کی بے حرمتی کر کے اس کو اپنی بے ادب زبان میں لکھ رہا تھا"

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ وہ نامناسب الفاظ ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے سلمان رشدی نے اپنی کتاب میں لکھے ہیں۔ آگے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنے مذاق کا نشانہ بناتے ہوئے لکھا ہے

"Abu Simbel approaches this area, halts a little way off. In the enclosure is a small group of men. The water-carrier Khalid is there, and some sort of bum from Persia by the outlandish name of Salman, and to complete this trinity of scum there is the slave Bilal, the one Mahound freed, an enormous black monster, this one, with a voice to match his size. The three idlers sit on the enclosure wall" [2]

"ابو سمبل اس علاقے میں پہنچتا ہے، راستے سے ہٹ کر کچھ دیر رکتا ہے، وہاں ایک احاطے میں چند لوگ جن میں پانی بردار خالد، دوسری سرزمین سے تعلق رکھنے والا آوارہ نما سلمان اور گندگی کی تثلیث کی تکمیل کے لیے ایک غلام بلال بھی

---

[1] The Satanic Verses, Salman Rushdie, Viking Penguin, New York, 1988, P:387
[2] The Satanic Verses, P:105

وہاں موجود ہے۔ ایک وہ جسے مہونڈ نے آزاد کیا، ایک نہایت کالی بلا جس کی آواز بھی اس کے جسم کے برابر تھی، تینوں بیکار لوگ احاطے کی دیوار پر بیٹھے ہیں"

بظاہر افسانوی انداز میں لکھی گئی اس کتاب میں سلمان رشدی نے کس طرح صحابہ کرام ؓ کو تضحیک کا نشانہ بنایا ہے درج بالا اقتباس یہ سمجھنے کے لیے کافی ہے

"The two young people had been alone in the desert for many hours, and it was hinted, more and more loudly, that Safwan was a dashingly handsome fellow, and the Prophet was much older than the young woman, after all, and might she not therefore have been attracted to someone closer to her own age? "Quite a scandal," Salman commented, happily .
"What will Mahound do?" Baal wanted to know .
"O, he's done it," Salman replied. "Same as ever. He saw his pet, the archangel, and then informed one and all that Gibreel had exonerated Ayesha"[1]

"صحرا میں دونوجوان افراد کئی گھنٹوں تک اکیلے تھے اور اس بات کی طرف اشارہ بلند آواز میں لوگ کر رہے تھے کہ صفوان بہت ہی من چلا خوبصورت نوجوان تھا جبکہ پیغمبر اس جوان عورت سے عمر میں کافی بڑا تھا، اور کیا یہ ممکن نہ تھا کہ وہ عورت اپنی عمر کے برابر شخص کے لیے کشش رکھتی تھی؟ اب ماہونڈ کیا کرے گا؟ بعل یہ جاننا چاہتا تھا۔ اس نے پھر کر دکھایا، سلمان نے جواب دیا، پہلے کی طرح اس نے اپنے پالتو بڑے فرشتے کو دیکھا اور سب سے کہہ دیا کہ جبرائیل نے عائشہ کو بری الذمہ قرار دے دیا ہے"

سلمان رشدی کے قلم کی نوک سے صحابہ کرام ؓ پر انتہائی گھٹیا انداز میں الزامات عائد کیے اور واقعہ افک کو تضحیک کا نشانہ بنایا، اس کے علاوہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو آوارہ گرد، بدمعاش، غنڈے اور مسخرے کہا گیا ہے

ٹویٹر پر کافرہ کے نام سے چلایا جانے والا اکاؤنٹ آئے روز استہزائے اسلام کے حوالے سے کوئی نہ کوئی ٹویٹ کرتا ہے، اس اکاؤنٹ کے 3289 فالوورز ہیں، 21 جنوری 2019ء کو اس اکاؤنٹ سے یہ ٹویٹ ہوئی ہے

"حضرت عمر کا اصرار تھا کہ محمد اپنی عورتوں کو پردے میں رکھیں۔ جب پردہ کا حکم نہ آیا تو عمر نے رات کو پاخانہ وغیرہ کے لیے باہر جاتی عورتوں کا پیچھا شروع کر دیا اور آوازیں دیتے "سودہ ہم نے تم کو پہچان لیا" تاکہ پردے کا حکم جلدی اترے۔ آخر تنگ آکر محمد پردے والی وحی لے ہی آئے"[2]

---

[1] The Satanic Verses, P:409

[2] https://twitter.com/kafiraxx?fbclid=IwAR3YuXze5gUxIciUrPKzvzbrQXedFC9x9OhlexsNsnRuKQaYErryO1seTt8 , Accessed on 21-6-2019, Time: 17:43

اس پیج سے صراحتاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کی گئی ہے، اس ٹویٹ کو 32 افراد نے پسند کیا ہے اور 11 افراد نے ری ٹویٹ کیا ہے

ٹویٹر پر ہی "ٹھا" کے نام سے ایک اور پیج چل رہا ہے کہ جس نے 17 ستمبر 2020ء کو یہ ٹویٹ کی جسے 26 افراد نے لائک کی ہے اور 4 نے ری ٹویٹ کیا ہے

"عظمتِ صحابہ وغیرہ کوئی چیز نہیں وہ بھی ایسے ہی لوگ تھے جیسے آج ہیں کچھ احمق، کچھ کم احمق کچھ زیادہ احمق، اور کچھ تھوڑے سے نارمل"[1]

اسی طرح 10 محرم 1442ھ کو کراچی میں محرم کے مرکزی جلوس میں صحابہ کرام ؓ کے لیے کھلے عام امام کی جانب سے بد دعا کی گئی جس پر انتظامیہ نے بھی فوری نوٹس لیا

یہ تھیں استہزائے صحابہ ؓ کے حوالے سے چند مثالیں جو کہ عصر حاضر میں مختلف حضرات کی جانب سے وقتاً فوقتاً سامنے آتی ہیں۔

سابقہ کلام سے یہ واضح ہوتا ہے کہ توہینِ رسالت ﷺ کے واقعات آغاز سے لیکر تاحال ایک تسلسل کے ساتھ سامنے آتے ہیں اور عصر حاضر میں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب یہ معاملہ دشمنانِ اسلام کے جانب سے ایک ٹیسٹ کیس کے طور پر ہر چند ماہ کے بعد سامنے آتا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام ؓ کے مذاق اُڑانے کے حوالے سے بھی وقتاً فوقتاً یہ رویہ سامنے آتا ہے

[1] https://twitter.com/rananast/status/1306659445301276674 Accessed on 28-9-2020, Time: 2:23

فصل سوم: تشکیکِ قرآن و تمسخرِ اسلامی تعلیمات

فصل سوم 'دو مباحث پر مشتمل ہے، اس فصل میں مستہزئینِ اسلام کی اُن کوششوں کا تذکرہ کیا جائے گا کہ جس کے تحت قرآن میں شک پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور طریقے طریقے سے اسلامی تعلیمات کا تمسخر اُڑایا جاتا ہے

مبحث اول: تشکیک قرآن

اس مبحث میں عصرِ حاضر کے تناظر میں قرآن کے حوالے سے شک پھیلانے والے عناصر کو ذکر کیا جائے گا۔ تشکیکِ قرآن کے ضمن میں یہ بات اہم ہے کہ آغاز میں قرآن کے حوالے سے شک پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن دوسرے مرحلے کے طور پر یہی رویہ استہزا میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

قرآن کے حوالے سے تشکیک کوئی نئی ریت نہیں ہے بلکہ جب قرآن نازل ہو رہا تھا اس وقت بھی کتاب اللہ کو اسی طرح شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا جیسے اس کے مصنف خود نبی ﷺ ہیں۔ قرآن میں اس کی جانب یوں اشارہ کیا ہے

﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا﴾[1]

"کیا ان کا کہنا یہ ہے کہ رسول نے اسے خود گھڑ لیا ہے؟ ان سے کہو، "اگر میں نے اسے خود گھڑ لیا ہے تو تم مجھے خدا کی پکڑ سے کچھ بھی نہ بچا سکو گے"

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰي عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ﴾[2]

"اور اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹا بہتان گھڑے، یا کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے درآں حالے کہ اس پر کوئی وحی نازل نہ کی گئی ہو"

مکی دور میں بھی یہ عمل محض تشکیک کی حد تک مخصوص نہیں تھا بلکہ ببانگِ دہل قرآن کا استہزا بھی کرتے تھے

﴿وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾ [3]

"وہ جب ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پا لیتا ہے تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے یہی لوگ ہیں جن کے لئے رسوائی کی مار ہے"

عہدِ نبوی ﷺ سے لیکر اب تک قرآن کے حوالے سے اسی طرح کے اعتراضات کیے گئے ہیں

ایک مصنف تھومس کارلائل اپنی کتاب میں قرآن پر اپنا تبصرہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں

---

[1] سورۃ الاحقاف:46/8

[2] سورۃ الانعام:6/93

[3] سورۃ الجاثیہ:45/9

"Toilsome reading as I ever undertook. A wearisome confused jumble, crude, incondite; endless iterations, long-windedness, entanglement; most crude, incondite; —insupportable stupidity, in short! Nothing but a sense of duty could carry any European through the Koranas " [1]

"میری زندگی کی سب سے زیادہ محنت طلب خواندگی، ایک اکتادینے والا، پریشان بے ترتیب مجموعہ، خام، ناپختہ، لامتناہی تکرار، طول طویل گفتگو، الجھاؤ، انتہائی خام اور غیر نفیس، نا قابل دفاع حماقت؛ مختصراً یہ کہ سوائے ادائے فرضی کے احساس کے، کسی یورپین کو کوئی چیز قرآن کو پڑھنے پر آمادہ نہیں کر سکتی"

تعصب اور عناد کی عینک لگا کر قرآن پڑھا جائے گا تو قرآن ایسا ہی نظر آئے گا لیکن کھلے دماغ اور فہم کی نیت سے قرآن کو پڑھا جائے تو قرآن انسان کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے

چارلس کٹلر اپنی کتاب میں کتاب اللہ کو انسان کی تخلیق گردانتے ہوئے لکھتا ہے

"His "Arabic Koran," a work of genius, the great creation of a great man, is indeed built throughout from Arabian materials" [2]

"ان کا عربی قرآن، ایک فطانت کا شاہکار، اور ایک عظیم آدمی کی عظیم تخلیق، بلاشبہ اول تا آخر عرب مواد سے تشکیل دیا گیا ہے"

قرآن کے حوالے سے ہر دور میں یہ الزام لگایا گیا ہے کہ یہ محمد ﷺ کی اپنی تخلیق ہے جو وہ اللہ سے منسوب کرتے ہیں

عصرِ حاضر میں تشکیکِ قرآن

آج عصرِ حاضر میں بھی قرآن کا مذاق ان دونوں صورتوں میں اڑایا جاتا ہے کہ اس کے حوالے سے شک بھی پیدا کیا جاتا ہے اور کتاب اللہ کا مذاق بھی اڑایا جاتا ہے

ریجس بلاشے (Regis Blacher) نام کا ایک فرانسیسی مستشرق یونیورسٹی آف پیرس میں انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز کا ڈائریکٹر رہا ہے، اس کی اسلام پر مختلف کتب شائع ہوئی ہیں، 1956ء میں The Quran کے نام سے کتاب شائع ہوئی Introduction au Coran کے نام سے قرآن کا ایک مقدمہ شائع ہوا جس میں موصوف لکھتے ہیں

---

[1] On Heroes, Hero-Worship, and the Heroic in History, Thomas Carlyle, Yale University Press New Haven and London, 1841, P:56

[2] The Jewish Foundation of Islam, Charles Cutler Torrey, Jewish Institute of Religion Press, New York, 1933, P:54

"پیغمبرِ اسلام ﷺ پر یہودیت کا بہت اثر تھا اور آپ ﷺ ان سے متاثر ہو کر اپنے دین'دین اسلام کے لیے ایک کتاب مرتب کرنا چاہتے تھے ، لہٰذا آپ نے اپنے متبعین کے لیے ایک کتاب تیار کی جس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی نظر ثانی کی گئی"[1]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مستشرقین کے اہداف میں سے ایک ہدف قرآن کو نبی ﷺ کی تصنیف ثابت کرنا بھی ہے ابن وراق[2] نے بھی قرآن کے استہزا میں اپنا کردار ادا کیا ہے، اپنی کتاب میں لکھتا ہے

"یہ ایمان رکھنا کہ قرآن کلامِ الٰہی ہے سراسر غیر منطقی اور خلافِ عقل ہے، تھوڑا سا بھی غورو فکر کرنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن میں بہت سے الفاظ اور پیرگراف ایسے ہیں جن میں خود خدا کو مخاطب کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ قرآن تاریخی غلطیوں اور تنازعات سے بھرا پڑا ہے"[3]

اول تو کوئی اپنے کلام میں اپنے آپ کو مخاطب کرے تو یہ کسی بھی لحاظ سے قابلِ اعتراض نکتہ نہیں ہے، دوم غلطیوں اور تنازعات والا الزام ابن وراق سے پہلے بھی بہت سے مستشرقین نے لگایا ہے لیکن آج تک اسے کوئی ثابت نہیں کر سکا لہٰذا یہ اقتباس محض قرآن کا مذاق اُڑانے کے سوا کچھ نہیں ہے اور ابن وراق کا ارتداد قبول کرنے کے بعد مقصدِ زندگی محض استہزائے اسلام ہی رہ جاتا ہے

جنید مومن اپنے بلاگ "امی کا دیوان، قرآن حرف غلط" میں قرآن کو مشکوک بناتے لکھتا ہے

"قرآن اللہ کا کلام نہیں، رسول کی زبان ہے اور انہی کا انداز بیان بھی، میں نے محسوس کیا ہے کہ قرآن کی کچھ سورتیں رسول کے پڑھے لکھے معاونین کی طرف سے پیش کی گئی ہیں، اس سلسلے میں سورہ قصص پہلی سورت ہے، قاری بڑی آسانی سے محسوس کر سکتے ہیں کہ قصہ سلیمان اور قصہ موسیٰ کے انداز بیان میں کتنا فرق ہے، بیچ بیچ میں نہ تبلیغ ہے نہ قوائد کی لغزش، مگر افسوس کہ قرآن اور زبان کے کیڑے اپنی آنکھوں پر عقیدت کا پردہ ڈال کر انسانیت کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ سورہ قصص مکمل طور پر رسول نے کسی خواندہ اور سلیقہ مند صحابی سے لکھوائی ہے"[4]

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سورہ قصص کا بڑا حصہ موسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام کے واقعے پر مشتمل ہے، اس سورۃ کا اسلوب بھی قرآن کی بیشتر سورتوں کی طرح ہے، اس کے آغاز میں مقدمہ پیش کیا جاتا ہے جس میں مرکزی مضمون کی جھلک بھی ہوتی ہے، درمیان میں موسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام کے بچپن سے لیکر آخر تک کی تفصیل ہے اور اختتام پر دوبارہ مرکزی مضمون کا

---

[1] آراء المستشرقین حول القرآن الکریم وتفسیرہ، عمر بن إبراهیم رضوان، دار طیبہ، ریاض، 1992ء، ص: 1/ 113

[2] پاکستانی نژاد یورپین باشندہ 1946ء کو بھارت کے شہر راجکوٹ میں پیدا ہوا، 1989ء میں سلمان رشدی سے متاثر ہو کر مرتد ہو گیا

[3] Why I Am Not A Muslim, Ibn Warraq, Prometheus Books, New York 1995, P:56

[4] http://ummi-ka-diwan.blogspot.com/ Accessed on 26-4-19, 19:38

اعادہ کیا جاتا ہے۔ اس سورۃ کا مرکزی مضمون بھی علو فی الارض اور فساد فی الارض سے بچنا ہے جس کا ذکر آغاز میں آیت نمبر 4 اور اختتام پر آیت نمبر 83 میں ہوا ہے

﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ﴾[1]

"واقعہ یہ کہ فرعون نے زمین میں سرکشی کی

یہاں فرعون کو علو فی الارض کا مجرم بتایا گیا ہے

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا﴾[2]

"وہ آخرت کا گھر تو ہم ان لوگوں کے لیے مخصوص کر دیں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں"

لہٰذا جنید مومن کا مندرجہ بالا تبصرہ بلاشبہ عقل و شعور سے عاری، غیر مدلل اور اسلام دشمنی پر مبنی ہے، سورہ قصص بھی دیگر سورتوں کی طرح بہترین اسلوب پر نازل ہوئی ہے، نہ تو یہ رسول ﷺ نے خود لکھی ہے اور نہ ہی صحابی سے لکھوائی ہے، جب یہ نظریہ ثابت نہیں کیا جاسکا کہ قرآن رسول کا لکھا ہوا ہے تو عصر حاضر میں ایک اور نیا فلسفہ سامنے آیا جو کہ امجد حسین نامی صاحب نے اپنی کتاب میں پیش کیا۔ ان کے مطابق

> "کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ قرآن 'محمد کی تصنیف ہے، میں اس بات کو کلیتاً تسلیم نہیں کرتا۔ قرآن میں ایسے اجزاء بہت تھوڑے ہیں جو محمد کی تصنیف ہیں کیونکہ قرآن اول تا آخر ایک ہی اسلوب پر نہیں ہے۔ قرآن مختلف لوگوں کا کہا ہوا مختلف درجوں کا کلام ہے، کہیں چست ہے تو کہیں سست، کہیں تیکھا ہے تو کہیں پھیکا۔ گویا قرآن ایک ایسے کشکول کی مانند ہے جس میں سینکڑوں متقدمین کا کلام اکٹھا کیا گیا ہے اگرچہ مصنفوں کے نام ناپید ہو گئے اور سب کا سب ایک ہی سے منسوب کر دیا گیا لیکن اس کے باوجود کلام کی اندرونی و بیرونی ساخت میں وہ امتیاز باقی ہے جس سے مختلف مصنفوں کا کلام جدا جدا معلوم ہوتا ہے۔ میرے نزدیک قرآن کی بیشتر آیات ان تحریروں پر مشتمل ہے جو ورقہ نے جمع کی تھیں اور اس سے منسوب کی جاتی تھیں جن کی نسبت مسلم وغیرہ لکھتے ہیں کان یکتب الکتاب العربی ویکتب الانجیل بالعربیہ۔ محمد کے لیے اس کتاب کو پڑھنا یا اس کی نقل کرنا یا وقتاً فوقتاً اس کے مضامین یاد کر کے لوگوں کو سنا دینا کچھ مشکل نہ تھا"[3]

---

[1] سورۃ القصص:28/4

[2] سورۃ القصص:28/83

[3] قرآن اور اس کے مصنفین، سید امجد حسین، جرات تحقیق، لاہور، 2016، ص:37

امجد حسین نے وہی پرانا طریقہ اپنایا ہے جو آج سے پہلے مستشرقین کی جانب سے اپنایا جاتا تھا، پرانی کتابوں اور کہانیوں کو قرآن سے جوڑنا، واقعات کو توڑ موڑ کر اپنے مطلب سے پیش کرنا، عرب کی قدیم شاعری کو قرآنی عبارت سے منسوب کرنا۔ جبکہ مستشرقین کی جانب سے ان سب اعتراضات اور تشکیک کا محققینِ اسلام نے مدلل جواب دے دیا ہے لیکن اب بدلتے دور میں سوشل میڈیا کو استعمال کرتے ہوئے دوبارہ قرآن میں تشکیک کے ان پہلوؤں کو از سرِ نو زندہ کیا جارہا ہے تاکہ نسلِ نو کے ذہن میں قرآن کے حوالے شک پیدا کیا جاسکے۔

قرآن میں تشکیک کی ایک کوشش ڈاکٹر انیس شورش کی کتاب الفرقان الحق کی صورت میں سامنے آئی ہے، اس کتاب میں مقدمہ ،بسملہ اور خاتمہ کے علاوہ 77 سورتیں۔ جبکہ اس میں صفحات کی کل تعداد 367 ہے، اسے 'اکیسویں صدی کا قرآن 'قرار دیا گیا ہے اور مسلم کمیونٹی میں بھی اس کتاب کو تقسیم کیا جارہا ہے جس میں اس نے دعویٰ کیا ہے کہ قرآن کا چیلنج قبول کرتے ہوئے پہلی مرتبہ قرآن کی طرز پر برحق قرآن لکھا گیا ہے
جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب میں بس قرآنی آیات میں معمولی سی تبدیلی اپنے مطلب کے حساب سے کی گئی ہے مثال کے طور پر سورہ آلعمران میں اللہ رب العالمین نے فرمایا

﴿هَاأَنْتُمْ أُولَاءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ﴾[1]

اس کے مقابلے میں شورش لکھتے ہیں

"یاایھا الذین آمنوا من عبادتنا انتم اولاء تحبون الذین یعادونکم ' وھم لا یحبونکم' واذا لقوکم قالوا: آمنا بما آمنتم واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ'وان تمسسکم حسنۃ تسوء ھم وان تصبکم سیئۃ یفرحوابھا'وان تصبروا وتتقوالایضرکم کیدھم شیئا' ولا یضرون الا انفسھم وما یشعرون"[2]

قرآن کا مذاق اڑاتے ہوئے آندریو بوردے (Andrew Borde) نے اپنی کتاب "Introduction to knowledge" میں لکھا ہے

[1] سورہ آلعمران:3/ 119, 120

[2] الفرقان الحق، ڈاکٹر انیس شورش، سورہ الخاتم، وائن پریس پبلیشنگ، واشنگٹن، 1999ء، ص:67

"اس نبی نے اس مقصد کے لیے ایک اونٹ پالا تھا، اس اونٹ کی گردن سے ایک کتاب باندھی گئی اور اسے ایک نواحی جنگل میں پہنچا دیا گیا، جب لوگ ایک بڑے معجزے کی توقع میں جمع ہو گئے تو اس اونٹ کو چھوڑ دیا گیا، یہ اونٹ سیدھا اس نبی کے پاس پہنچا اور دوزانو ہو گیا، اس نبی نے اونٹ کی گردن سے کتاب کھولی، چند اسباق پڑھے اور پھر استعجاب سے کہا، یہ اونٹ تو ہمارے لیے ہمارا قانون (شریعت) لایا ہے تاکہ ہم اس پر کاربند ہوں"[1]

یہ قرآن کا مذاق اڑانے کا نیا اور مختلف انداز تھا کہ جس میں قرآن کو ایک جانور سے منسوب کیا گیا ہے کہ وہ قانونِ شریعت لیکر آیا ہے۔

کینیڈا سے تعلق رکھنے والی خاتون ارشاد منجی یوگنڈا میں پیدا ہوئیں اور اس وقت نیویارک یونیورسٹی میں لیکچرر ہیں اور اسلام کے حوالے سے نت نئے نظریات پھیلانے میں اپنی پہچان رکھتی ہیں، اپنی کتاب میں لکھتی ہیں

"Since the Koran is a bundle of contradictions, at least when it comes to women, we have every reason to think. I had to see whether there's a pattern to the Koran's blatant inconsistencies. Put simply, is Islam's scripture also vague or conflicted about other human rights issues" [2]

"میں نے قرآن میں واضح تضادات دیکھے ہیں بالخصوص جہاں خواتین کا ذکر آتا ہے، ہمارے پاس اس خیال کی تمام وجوہات موجود ہیں کہ قرآن کا طرزِ تحریر یقیناً غیر متواتر ہے۔ اسلام کے اس صحیفے میں انسانی حقوق کے حوالے سے غیر واضح اور تضادات سے بھرپور احکامات پائے جاتے ہیں"

یہ خاتون بھی دراصل حقوقِ نسواں کے لیے کام کرتی ہیں اسی لیے اپنی دیگر متحرک خواتین کی طرح قرآن کی کم فہمی کی بنا پر قرآن اور اس کی تعلیمات کا استہزا کرتی ہیں

شیر گل نامی ملحد پاکستانی فری تھنکرز کے فیس بک پیج پر قرآن کے حوالے سے اپنا تجزیہ پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے

"قران سورہ نمبر ۲.. سورت گائے.. کافر اندھے ہیں.. ان کا میں حلیہ بناونگا.. دوزخ میں پھینکوں گا.... ان کے لیے میں نے وہ سزا تجویز کی ہے.. کہ انکے رونگھٹے کھڑے ہو جائیں گے.. تمام سورت ایک سے لیکر ۱۷ تک بے ہودہ گالیاں.. اور دھمکیاں.. آگے چلتے ہیں.. سورت ۳.. عمران کا خاندان.. میں ان کافروں کو آگ میں جلاونگا.. ان کی بوٹی بوٹی کرونگا.. ان کی چہروں کو بگاڑوں گا.. گندگی سے لتاڑوں گا.. ایک سے ۱۵

[1] Introduction of Knowledge, Andrew Boorde, Hardwar College, 1789, P:215
[2] The Trouble with Islam, Irshad Manji, St. Martin's Press New York, 2003, P:36

سورتیں..مار دھاڑ سے بھرپور..سورت..چار..عورت..اس میں مسلمان کا اللہ...دشمنوں سے نبٹنے کی دھمکی دیتاہے..وہ بازاری زبان استعمال کرتاہے..۔سورت سات..اونچائی..اللہ مسلمان کی تعریف کرتا ہے..اور کافروں کو کوستاہے...قرآن کی تمام آیات میں ۵۹ سورت تک گالیاں ہیں..قرآنی گالیاں محمد کی گالیاں ہیں..قرآن نفرتوں اور تخریب کاری کی مینوفسٹوہے..قران ایک نفرت انگیز کتاب ہے..جس کی زبان گالیاں ہیں"[1]

اصولی طور پر اس بیہودہ اور بلا ثبوت الزام کا کوئی جواب نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے

[1] https://www.facebook.com/groups/PakistaniFreethinkers7/ Accessed on 4-2-19, 16:34

مبحث دوم: اسلامی تعلیمات کا تمسخر

اس مبحث میں ان سرگرمیوں کا تذکرہ کیا جائے گا جو عصرِ حاضر میں اسلامی تعلیمات کے تمسخر کے طور پر سامنے آتی ہیں جب نبی ﷺ نے دعوتِ اسلام کا آغاز کیا تو اس وقت بھی مشرکینِ مکہ کی جانب سے اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑایا گیا جس کو خود قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

نماز کا مذاق

﴿وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ﴾[1]

"جب تم نماز کے لیے منادی کرتے ہو تو وہ اس کا مذاق اڑاتے اور اس سے کھیلتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عقل نہیں رکھتے"

اس آیت کے شانِ نزول کے حوالے سے کلبی سے منسوب کرتے ہوئے واحدی لکھتے ہیں

"قال الكلبي: كان منادي رسول الله ﷺ إذا نادى إلى الصلاة، فقام المسلمون إليها، قالت اليهود: قاموا لا قاموا، صلوا لا صلوا، ركعوا لا ركعوا. على طريق الاستهزاء والضحك فأنزل الله تعالى هذه الآية"[2]

کلبی کا قول ہے کہ جب نبی ﷺ کا مؤذن اذان کے لیے آواز دیتا تو مسلمان اس کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے تو یہودی مذاق اُڑاتے ہوئے کہتے قاموا لا قاموا، صلوا لا صلوا، رکعوا لا رکعوا

آج بھی وقتاً فوقتاً امامتِ زن کے ذریعے سے نماز کا مذاق اڑایا جاتا ہے

وضو کا تمسخر

عصرِ حاضر میں اسلامی تعلیمات کا تمسخر کرنے کے لیے غیر مسلم کے ساتھ ساتھ مسلمان حضرات بھی ذمہ داری سمجھ کر اس کو ادا کر رہے ہیں۔ سلمان رشدی اس دوڑ میں سرِ فہرست نظر آتے ہیں،

سلمان رشدی نے محض فرشتوں اور رسول کا مذاق اُڑانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسلام کی بنیادی تعلیمات کا بھی استہزا کیا

"Ablutions, always ablutions, the legs up to the knees, the arms down to the elbows, the head down to the neck. Dry-torsoed, wet-limbed and damp-headed, what eccentrics they look! Splish, splosh, washing and praying. On their knees, pushing arms, legs, heads back into the

---

[1] سورۃ المائدہ: 5/58

[2] اسباب نزول القرآن، ص: 200

ubiquitous sand, and then beginning again the cycle of water and prayer" [1]

"وضو، ہر وقت وضو سے رہو، ٹانگیں گھٹنوں تک، بازو کہنیوں تک اور سر گردنوں تک۔ خشک جسم، گیلے اعضاء اور گیلا سر، یہ لوگ کتنے پاگل نظر آتے ہیں، غسل اور نماز ادا کرتے، اپنے گھٹنوں پر، اپنے بازوؤں، ٹانگوں اور اپنے سروں کو ہر جگہ موجود ریت کے اندر دھنستے اور اس کے بعد دوبارہ پانی اور نماز کے دور کو دوبارہ شروع کر دیتے ہیں"

آج سائنسی تحقیق اسی وضو کی افادیت کو ثابت کرتی ہے جس کا موصوف مذاق اُڑا رہے ہیں

مولانا عبد الحق ہاشمی لکھتے ہیں

"اطباء کی تحقیق اور عام تجربہ یہ بتاتا ہے کہ پانی خواہ ٹھنڈا ہو یا گرم، وہ جسم کے درجہ حرارت پر ایک خاص اثر کرتا ہے۔ جسم کے مقابلے میں گرم ہو تو خون کی نالیوں کو پھیلاتا ہے، ٹھنڈا ہو تو بدن کی رگوں کو سکیڑتا ہے، اس سے خون کی نالیوں میں ایک قسم کی لچک پیدا ہوتی ہے، سکڑنے اور پھیلنے کا یہ عمل خون کی گزرگاہوں کے لیے ایک ایسی لاجواب ورزش ہے جس کے نتیجے میں اُن کے اندر نہ صرف گردش خون کا عمل زیادہ رواں اور بہتر ہو جاتا ہے بلکہ وہ فاضل غذائی مادے جو نسوں میں جم جانے کی وجہ سے مضر ثابت ہو سکتے ہیں دوبارہ خون میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ یہ بات منطقی ہے کہ بدن میں دورانِ خون بلا کسی رکاوٹ کے جاری رہے اور زہریلے غذائی فضلات گردشِ خون کے ذریعے صاف ہو کر خارج ہوتے رہیں تو انسانی صحت ایک اعلیٰ درجے پر قائم رہتی ہے، جلد تر و تازہ اور رنگت شاداب رہتی ہے" [2]

اس سائنسی تحقیق کے علاوہ عقل اور فطرت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ انسان کے بدن کی صفائی کے لیے اتنا حصہ دھونا ضروری ہے جتنا وضو میں دھویا جاتا ہے۔

نکاح کا تمسخر

زہرہ حیدر پاکستان سے تعلق رکھنے والی مصنفہ ہیں، لڑکیوں کی جنسی آزادی کے حوالے سے لکھتی ہیں، زہرہ کا ایک انٹرویو ٹائمز آف انڈیا میں 11 مئی 2016ء کو شائع ہوا جس میں وہ کہتی ہیں

[1] The Satanic Verses, P:109

[2] حدیثِ نبوی ﷺ اور سائنسی علوم، عبد الحق ہاشمی، اسلامک ریسرچ اکیڈمی، کراچی، 2009ء، ص:13

"میں نے محسوس کیا ہے کہ جنسی لذت و شوق خدا کی دین ہے اسے کم عمری سے دبا دینا سراسر جہالت اور عورتوں کے نجی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ لڑکیوں اور نوجوان عورتوں کو مکمل طور پر جنسی آزادی دلاؤں تا کہ زندگی بھر وہ اپنی جنسی خواہشات کو آزادی سے شادی سے قبل یا شادی کے بغیر یا شادی کے بعد پورا کر سکیں۔ عورتوں کے لیے وقت آگیا ہے کہ گھر گھر جنسی آزادی کا علم بلند کریں اور جنسی اصول وضوابط، قید وبند کی زنجیروں کو توڑ دیں"[1]

یہ کسی ایک عورت کی رائے نہیں ہے بلکہ اب یہ ایک تحریک کی صورت میں موجود ہے جو حقوقِ نسواں کی آڑ میں قبل از وقت جنسی حقوق دلانے کی تحریک ہے اور عصرِ حاضر میں اسلامی تعلیمات کو راستے کا پتھر سمجھ کر اس کا استہزا کرتی ہیں

اسلامی تہوار کا مذاق

عہدِ حاضر میں اسلامی تہوار کا مذاق اُڑانے کی بھی ریت چل پڑی ہے جس میں عید الاضحیٰ کا تہوار سب سے زیادہ نشانے پر ہوتا ہے کہ جس میں نہ صرف ذبح ہونے والے جانوروں سے اظہارِ ہمدردی کیا جاتا ہے بلکہ عید کے موقعے پر ہی پڑوس کی بچی کا جہیز تیار کرنے، پانی کا کنواں کھدوانے، کسی غریب کی مدد کرنے کا جذبہ بھی جوش مارنے لگتا ہے۔ حالانکہ قربانی کے ان تمام مراحل کا تجزیہ کیا جائے تو اس سنت پر عمل کے ذریعے سے ہر مرحلے پر غریب کو ہی فائدہ پہنچتا ہے۔ مویشیوں کے اتنے بڑے کاروبار سے لیکر جانور اور گوشت سے وابستہ ہر طرح کا کاروبار چمکتا ہے جس سے ہر موقع پر غریب ہی مستفید ہوتا ہے اور قربانی کے گوشت کی تقسیم بھی سنت طریقے سے کی جائے تو ایک تہائی حصہ غرباء میں تقسیم کیا جاتا ہے

اس حوالے سے الیاس انصاری اپنا فلسفہ استہزائیہ انداز میں پیش کرتے ہیں

"ہم ہر سال بقر عید پر لاکھوں جانور سنتِ ابراہیم علیہم الصلاۃ والسلام کے نام پر ضائع کر دیتے ہیں ایک تو یہ نہایت درجہ کی بے رحمی اور شقاوت کی بات ہے دوسرے جو غلاظت اور گندگی پورے ملک میں تین دن تک طاری رہتی ہے وہ قومی معیشت کی بربادی سے بھی زیادہ افسوس ناک ہے۔۔۔ اسی طرح شراب کا مسئلہ ہے۔ غضب خدا کا ان ملاؤں نے اسے بھی حرام کر رکھا ہے۔ مذہب میں شراب کی خرابیوں کا ذکر ان لوگوں کے لیے کیا گیا جو ہوش وحواس کھو بیٹھتے ہیں یا نالیوں میں جا گرتے ہیں مگر بتائیں میرے لیے کیسے حرام ہو سکتی ہے جو اس کے بغیر تخلیقی کام سرانجام نہیں دے سکتا وہ تو ایک توانائی پیدا کرتی ہے"[2]

---

[1] عالمی تحریک مقننات، ابو العزم، انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز اینڈ ریسرچ، انڈیا، 2016، ص: 59

[2] ڈاکٹر زاہد الحق قریشی، وڈیو جنریشن، بحوالہ الیاس انصاری، ماہنامہ تحریک اصلاح معاشرہ، اگست 94، فیروز سنز لاہور، 1997 ص: 27

برقعے کا تمسخر

اسلام میں پردے کے احکامات کا مذاق اُڑانا بھی نہ صرف غیر مسلم معاشرے میں بلکہ مسلم معاشرے میں بھی ایک فیشن بن گیا ہے۔ پولین ہینسن نامی ایک سینیٹر آسٹریلیا کی سیاست میں سب سے زیادہ متنازعہ اور متعصب خاتون سمجھی جاتی ہیں، 1997ء میں انہوں نے ون نیشن کے نام سے ایک سیاسی پارٹی تشکیل دی تھی ، پولین ہینسن کے ایجنڈے میں سفید فام آسٹریلوی باشندوں کی بالا دستی بر قرار رکھنا اور بیرونِ ملک سے آنے والوں کو روکنا تھا، ان میں بھی ایشیائی باشندے خاص نشانے پر رہے ہیں۔ آسٹریلیا کی سینیٹر نے اچھوتے انداز میں برقعے کا مذاق اڑاتے ہوئے اس پر پابندی کا مطالبہ کیا۔

"The leader of Australia's rightwing One Nation party has been rebuked by the Turnbull government for entering the Senate chamber wearing a black burqa. Pauline Hanson caused a commotion by arriving at the Senate chamber for the daily question time session dressed in a black burqa, which was designed to underscore a call she intended to make to ban the religious garment, citing national security concerns" [1]

"آسٹریلیا کی دائیں بازو کی ون نیشن پارٹی کی لیڈر کو ترنبل حکومت کی طرف سے اس وقت ملامت کا سامنا کرنا پڑا جب وہ سینیٹ کے سوال جواب کے سیشن میں کالا برقعہ پہن کر داخل ہوئیں اور قومی سلامتی کی وجہ سے اس مذہبی لباس پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کیا"

17 اگست 2017ء کو استہزائے اسلام کے حوالے سے "دی گارجین" نامی اخبار میں مندرجہ بالا خبر لگی اور اسی دن یوٹیوب پر بھی یہ ویڈیو وائرل ہوگئی جسے بیس لاکھ سے زائد افراد نے دیکھا

یہ واقعہ آسٹریلیا جیسے سیکولر ملک کی سینیٹ میں پیش آیا ہے، جبکہ سیکولرزم کے مطابق تمام مذاہب کا احترام کیا جانا چاہیے۔

عصرِ حاضر میں "اسلاموفوبیا" بھی استہزائے اسلام کا بڑا سبب ہے۔ فوبیا سے مراد (ڈر جانا یا خوفزدہ ہونا) ہے، یہ اصطلاح غیر مسلم 'اسلامی تہذیب یا مسلمانوں سے خوفزدہ ہونے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

سب سے پہلے یہ اصطلاح 1976ء میں استعمال ہوئی لیکن اس کی تشہیر نائن الیون کے بعد ہوئی ہے۔ آج اسے اسلام کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے۔

[1] The Guardian, Thursday 17 August 2017, https://www.theguardian.com/australia-news/2017/aug/17/pauline-hanson-wears-burqa-in-australian-senate-while-calling-for-ban Accessed on 5-2-19, 13:22

تلاوت کا تمسخر

اسی اسلاموفوبیا کے متاثر ڈیوڈ جی لاسن 'امریکہ کی ریپبلک پارٹی کے ممبر کی حیثیت سے سینیٹ کے ممبر ہیں، اسلام کی مخالفت ان کی شناخت ہے، استہزائے اسلام کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ مندرجہ ذیل خبر ان کے استہزا کی عکاسی کرتی ہے

"Senator Lawson has chosen to become the champion of Islamophobia and anti-Muslim bigotry in Delaware. Only last year, he gave a demonstration of his deeply felt hatred and contempt for Muslims, when he walked out of Legislative Hall at the recitation of a Muslim prayer, calling it "despicable"[1]

"امریکی ریاست ڈلاویر میں سینیٹر لاسن کو اسلاموفوبیا اور مسلمانوں کی مخالفت کے تعصب کا چیمپئین سمجھا جاتا ہے، گذشتہ سال ہی انہوں نے مسلمانوں کی دل آزاری کا ایک مظاہرہ کیا جب وہ مسلمانوں کی نماز کی تلاوت کے بارے میں یہ کہتے ہوئے باہر آئے کہ یہ ایک گھناؤنا فعل ہے"

حلال رزق کا استہزا

اسلاموفوبیا کا شکار مغرب کی عوام ہی نہیں بلکہ ملکی ارباب و اختیار بھی ہیں جو موقع ملنے پر استہزائے اسلام میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ مندرجہ ذیل اقتباس اس کی نشاندہی کرتا ہے

"Utah's politicians stand out against many of those whose statements BuzzFeed News chronicled, like an Oklahoma state representative named John Bennett, who in 2014 called Islam "a cancer,". A Nebraska state senator, Bill Kintner, proposed that Muslims be required to eat pork if they wished to enter the United States. A state senator in Rhode Island, Elaine Morgan, wrote in an email that "Muslim religion and philosophy is to murder, rape, and decapitate anyone who is a non-Muslim" [2]

"یوتھا کے سیاستدان ان بہت سارے بیانیوں کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے نکلے جنہیں بز فیڈ نیوز نے محفوظ کیا جیسا کہ اوکلاہاما ریاست کے نمائندے جون بینیٹ نے 2014 میں اسلام کو کینسر قرار دیا تھا

[1] Muqtedar Khan and Michael Beals, Delaware should reject Islamaphobic bill on sharia law, The News Journal (Wilmington, Delaware), May 16, 2018 https://www.delawareonline.com/story/opinion/contributors/2018/05/16/sharia-law-bill-islamaphobic-delaware/610860002/ Accessed on 8-1-19, 11:23

[2] Asma Uddin, What Islamophobic politicians can learn from Mormons, Deseret News opinion, May 23, 2018, Deseret News Publishing Company https://www.deseretnews.com/article/900019489/op-ed-what-islamophobic-politicians-can-learn-from-mormons.amp Accessed on 6-4-19, 7:23

نبراسکا[1] کی ریاست کے سینیٹر بل کنٹشر نے یہ تجویز دی کہ مسلمانوں کے لیے امریکہ میں داخلہ کے لیے سور کا گوشت کھانا لازمی قرار دیا جائے۔روڈ آئس لینڈ میں ریاست کے ایک سینیٹر ایلائن مورگن نے اپنی ایک ایمیل میں لکھا کہ مسلمان مذہب اور فلسفہ ہر غیر مسلم کا قتل،زنا بالجبر اور سر قلم کرنے کا درس دیتا ہے"

یہ بیانات اور مطالبات آزادی اظہار رائے کے لبادے میں اسلام دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہیں

اسلامی سزاؤں کا استہزا

خواتین کو ان کے حقوق دلانے کی دعوے دار اسریٰ نعمانی اپنی کتاب میں اسلامی تعلیمات کی اپنی من پسند تشریح کرتے ہوئے لکھتی ہیں

> "My personal inquires allowed me to meander in a history that helped me understand that the Muslims who wanted to stone women in the modern day for zina weren't part of my Islam and they weren't part of every bodie's Islam" [2]

"میری تاریخ میں ذاتی تحقیق اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ میری سمجھ کے مطابق آج کے دور میں کوئی مسلمان کسی خاتون کو زنا کے الزام میں پتھر مرنا چاہتا ہے تو یہ میرے اسلام کا حصہ نہیں ہے اور وہ کسی کے اسلام کا حصہ بھی نہیں ہے"

اسلام کی حدود و تعزیر کے حوالے سے تعلیمات پر تنقید اور استہزا مختلف فورمز پر کیا جاتا ہے اور اس میں مرد وزن دونوں شامل ہوتے ہی

الحاج محمد سعید ماہنامہ الحق میں قرآنی احکام سے استہزا کے عنوان سے لکھتے ہیں

> "4مارچ1988 کے اخبار جنگ(لاہور)میں ویمن ایکشن فورم(خواتین محاذ عمل)کی طرف سے چند فاحشہ عورتوں کی تصاویر کے ساتھ ان کی طرف سے بیان جاری ہوا جس میں مطالبہ کیا گیا کہ حدود آرڈیننس وفاقی شرعی عدالت کو ختم کیا جائے، طلاق کا حق عورت کو دیا جائے، سزائے موت، سنگسار کرنا،چور کے ہاتھ کاٹنے جیسی سزائیں منسوخ کی جائیں"[3]

جبکہ یہ اتنا نازک معاملہ ہے کہ احکاماتِ قرآنی پر عمل نہ کرنا فسق وفجر کے ضمرے میں آئے گا لیکن ان احکامات کی منسوخی کا مطالبہ کرنا صرحتاً کفر ہے

---

[1] امریکا کی ایک ریاست ہے جس کا صدر مقام لنکلون ہے،اس کی آبادی تقریباً بیس لاکھ ہے

[2] <u>Tantrika:</u> Traveling the Road of Divine Love, P:280

[3] محمد سعید،ماہنامہ الحق،جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ پاکستان،مئی1988ء،ص:55

داڑھی کا مذاق

داڑھی جس کا شمار شعائر اسلام میں ہوتا ہے اکبر بادشاہ کے زمانے میں اس کا سرکاری سطح پر استہزا کیا جاتا تھا چنانچہ منتخب التواریخ میں بدایونی لکھتے ہیں

"جو لوگ داڑھی منڈواتے تھے بادشاہ ان کو زیادہ پسند کرتا تھا اس وجہ سے داڑھی منڈوانے کا عام رواج ہو گیا، داڑھی منڈوانے کے متعلق بڑی عجیب وغریب دلیلیں پیدا کی گئیں کہ داڑھی کا تعلق اصل میں مرد کے خصیوں سے ہے۔ چناچہ خواجہ سراؤں کی داڑھی نہیں ہوتی کیونکہ ان کے خصیے ناکارہ ہوتے ہیں اس لیے اس کے رکھنے یا نا رکھنے میں ثواب وعذاب کا کوئی دخل نہیں ہو سکتا۔ پچھلے زمانے میں ملامتی فرقے کے عبادت گزار لوگ داڑھی کو ایک طرح کی ریاضت سمجھ کر رکھا کرتے تھے، ان کی دیکھا دیکھی داڑھی رکھنے کا رواج ہو گیا اب اس زمانے میں ریاضت اور ملامت داڑھی رکھنے میں نہیں بلکہ منڈوانے میں ہے۔ کیونکہ اب اگر داڑھی منڈوائی جائے تو نادان فقیہہ اور عالم ناراض ہوں گے اور ملامت کریں گے "[1]

آج عصرِ حاضر میں اگرچہ داڑھی رکھنے والوں کا تناسب بہت بڑھ گیا ہے لیکن اس کا استہزا ابھی کیا جاتا ہے جس کا ثبوت 30 جون 2018ء اس وقت سامنے آیا جب عمران خان کی سابق اہلیہ ریحام خان نے دعویٰ کیا ہے کہ انہیں ایک سیاسی جماعت میں شمولیت دعوت دی گئی جس پر انہوں نے جواب دیا کہ وہ نقاب نہیں کر سکتیں۔ سماجی رابطوں کی ویب سائٹ ٹوئٹر پر جاری پیغام میں ریحام خان نے کہا کہ کچھ دنوں پہلے انہیں ایک سیاسی جماعت نے شامل ہونے کا کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ نقاب نہیں لے سکتی، داڑھی رکھ لوں؟ ریحام نے فرضی داڑھی کے ساتھ اپنی ایڈٹ شدہ تصویر بھی شیئر کر دی ساتھ ہی مزاحیہ تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ دیکھیں داڑھی مجھ پر کیسی جچ بھی رہی ہے

"So a while ago I was offered to join a party. I said I might not be able to cover my face, but I could grow a beard. looks rather fetching on me "[2]

اس واقعے کے بعد مختلف علمائے کرام کی جانب سے تجدیدِ اسلام کا مشورہ دیا گیا اور گوجرانوالہ کے تھانے گرجاکھ میں اس عمل کے خلاف درخواست بھی جمع کرائی گئی تھی۔

شعائر اللہ کا مذاق

نذر الحفیظ استہزا کی مزید صورتیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

---

[1] منتخب التواریخ، ص:498

[2] https://twitter.com/RehamKhan1/status/1012795712076156928 Accessed on 28-9-20, 6:21

"لندن میں مشہور ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں مارک اسپنسر نے مردوں اور عورتوں کے اندرونی لباس (انڈرویر) پر کلمہ لا الہ الا اللہ لکھوایا، لفظ اللہ کو مخصوص جگہ پر رکھا گیا (نعوذ باللہ)۔ امریکہ کے مشہور جنسی رسالے پلے بوائے اور لندن کے جنسی رسالوں میں برہنہ لڑکیوں کی تصویر کو قرآنی آیات کے ہالے میں دکھایا گیا۔ امریکہ، یورپ اور برطانیہ کے دوسرے شہروں میں برہنہ کلب کی عمارت مسجد کی طرح بنا کر اس کے اوپر برقی الفاظ سے مکہ لکھا گیا"[1]

مندرجہ بالا استہزا کی صورتیں محض شیطانی دماغ میں ہی آسکتی ہیں جسے کوئی بھی آزادئ اظہارِ رائے کا نام نہیں دے سکتا فیس بک پر ایک اور ملحد حاجی مست علی کے نام سے اپنا مقام رکھتے ہیں، ان کے حوالے سے محمد سلیم صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں

"ایک ملحد حاجی مست علی صاحب کی ایک تحریر قسط وار سلسلے کے طور پر ملحدوں کے گروپ میں چل رہی ہے، یہ تحریر دھماکہ خیز انکشاف پر مبنی ہے، اس تحریر کا موضوع یہ ہے کہ جس مکہ میں نبی ﷺ پیدا ہوئے وہ یہ مکہ ہی نہیں ہے جسے آج مسلمان مکہ سمجھتے ہیں نہ ہی یہ خانہ کعبہ وہ خانہ کعبہ ہے جو نبی کریم ﷺ کے دور میں موجود تھا بلکہ خانہ کعبہ پترہ نام کے ایک مقام پر کہیں موجود تھا مگر اب یہ مکہ میں موجود ہے، انہوں نے اسے تاریخ کا سب سے بڑا فراڈ قرار دیا"[2]

یہ انکشاف الحاد کے علمبردار حاجی مست علی کی جانب سے شعائر اللہ کے واضح استہزا پر مشتمل ہے

اسلامی تعلیمات کا استہزا

عرب امریکن سائیکاٹرسٹ وفا سلطان نے 29 مئی 2008ء کو الحیات ٹی وی (سائیپرس) کو انٹرویو دیتے ہوئے اسلامی تعلیمات کا اس طرح تمسخر اڑایا

"The Islamic teachings have become dreadful in the skulls of the Muslims, I see no alternative but to upon up these skulls and to clean the life-threatening cancerous cells in these brains " [3]

"اسلامی تعلیمات مسلمانوں کے دماغ کو خوفناک بنا دیتی ہیں، میرے پاس اس کے علاوہ کوئی حل نہیں ہے کہ ان کے دماغ سے اس خطرناک کینسر کے سیلز ہی نکال دیے جائیں"

---

[1] سیکولر میڈیا کا شر انگیز کردار، نذر الحفیظ ندوی، عوامی میڈیا واچ کمیٹی، لاہور، 2004ء، ص:141

[2] اسلام الحاد اور سائنس، محمد سلیم، الفرقان پبلشرز لاہور، 2018ء، ص:407

[3] https://www.youtube.com/watch?v=yuFJucQUyKY Accessed on 17-5-19, 6:21

اس طرح کی گفتگو اسلامی تعلیمات کی کم فہمی کی بنا پر ہوتی ہے یا پھر جانتے بوجھتے استہزا اور بدنام کرنے کے ارادے سے ہوتی ہے۔

ویڈیو گیمز

عصرِ حاضر میں ویڈیو گیمز بھی اسلام کے استہزا کا بہت بڑا ذریعہ ہیں جو بچوں اور نوجوان نسل کو غیر محسوس انداز میں اسلامی شعائر کے استہزا کا عادی بنا رہے ہیں، 11 جنوری 2005ء کو ریلیز ہونے والا ویڈیو گیم Resident Evil 4 میں مختلف مرحلوں پر استہزا کیا گیا ہے، کہیں مسجد نبوی ﷺ کا دروازہ دکھایا گیا ہے جس پر شیطان کی تصویر لگائی گئی ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مسجد نبوی ﷺ نعوذ باللہ شیطان کا گھر ہے تو کہیں قرآن پاک کو زمین پر گرا ہوا دکھایا ہوا ہے

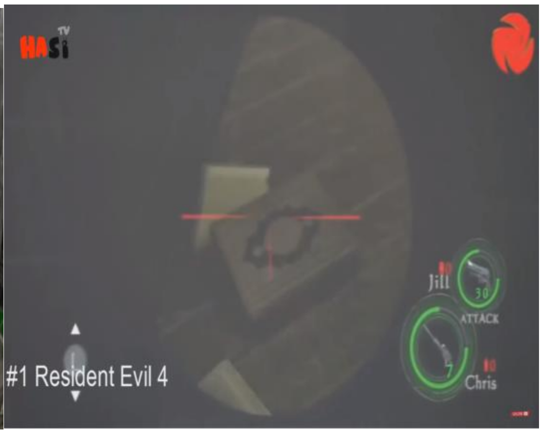

29 اکتوبر 2003 کو ریلیز ہونے والا ایک اور ویڈیو گیم Call of Duty ہے کہ جس میں ایک مرحلے پر کھیلنے والا قرآن پاک کو گولی مار کر گراتا ہے

ویڈیو گیمز جو بظاہر ایک معمولی چیز ہے لیکن چونکہ بچوں اور نوجوان نسل کا اس سے تعلق جنون کی حد تک ہوتا ہے لہٰذا اس میڈیم کو بھی استہزا کے لیے استعمال کیا جارہا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح باریک منصوبہ بندی کے ساتھ تمام ممکنہ ذرائع استعمال کرتے ہوئے اسلام کے مختلف عناصر کا استہزا کیا جاتا ہے۔

سابقہ کلام سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآن میں تشکیک پیدا کرنا بھی استہزائے اسلام کی ایک صورت ہے اور یہ بھی کوئی نیا اقدام نہیں ہے بلکہ عہدِ نبوی ﷺ میں بھی مشرکینِ مکہ نے قرآن کو انسانی کلام اور عربی شاعری سے ماخوذ کلام قرار دیا

تھااور آج بھی قرآن میں تشکیک پیدا کرتے ہوئے قرآن کو کلام اللہ کے بجائے انسانی کلام قرار دیا جاتا ہے، اسی طرح اسلامی تعلیمات کا استہزا آج بھی عصر حاضر کے تناظر میں کیا جاتا ہے اور اس کے لیے ہر طرح کے وسائل اور ذرائع کا استعمال کیا جاتا ہے

خلاصہ کلام

اس باب میں استہزائے اسلام کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں، یہ وہی صورتیں ہیں جو آج سے 1500 سو سال پہلے بھی موجود تھیں اور آج بھی پوری شدت کے ساتھ موجود ہیں بس فرق یہ ہے کہ انداز اور طریقِ کار تبدیل ہوا ہے۔ خدا کا مذاق مشرکینِ مکہ اپنی استعداد کے مطابق اُڑاتے تھے اور آج کے ملحدین خدا کے انکار کے ساتھ ساتھ استہزا کے جرم میں بھی شریک ہوتے ہیں، ملائکہ کو اس وقت خدا کی بیٹیاں سمجھا جاتا تھا اور آج بھی مختلف الفاظ میں اُن کا مذاق اُڑایا جاتا ہے اسی طرح توہینِ رسالت کا ارتکاب یہودیوں کی جانب سے مدینہ میں بھی کیا جاتا تھا، شاعری کے ذریعے ہجو کی جاتی تھی، آج انداز بدل گیا ہے۔ خاکے، کیری کیچرز اور کارٹونز کے ذریعے توہین کی جاتی ہے۔ صحابہ کرام ؓ کو مذاق کا نشانہ بنا کر اس زمانے میں بھی اُن کے حوصلے پست کیے جاتے تھے اور آج بھی مختلف طرق سے صحابہ کرام ؓ کی شان میں گستاخی کی جاتی ہے، قرآن کو انسانی کلام اس وقت بھی کہا جاتا تھا اور آج بھی اس میں شک پیدا کر کے قرآن کے نئے والیم سامنے لائے جاتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں بھی نکاح، برقعہ، داڑھی، اسلامی سزاؤں، حلال رزق اور شعائر اسلام کا بھی تمسخر کیا جاتا ہے۔ ان سب استہزا اور تمسخر کو آزادیٔ اظہارِ رائے کی اصطلاح کے ذریعے سے جواز فراہم کیا جاتا ہے۔ خدا، ملائکہ، رسول، صحابہ، قرآن اور اسلامی تعلیمات کا استہزا بڑا ہو یا چھوٹا اعلانیہ ہو یا خفیہ یہ سب انسان کے اعمال ضائع کرنے کا سبب بنتا ہے۔ سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾[1]

"کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو"

---

[1] سورۃ الحجرات:49/2

باب چہارم

عصرِ حاضر میں استہزائے اسلام کے مستعمل ذرائع اور ان کے اثرات

فصلِ اول: پرنٹ میڈیا پر استہزائے اسلام اور اس کے اثرات

فصلِ دوم: الیکٹرانک میڈیا پر استہزائے اسلام اور اس کے اثرات

فصلِ سوم: سوشل میڈیا پر استہزائے اسلام اور اس کے اثرات

باب چہارم: عصرِ حاضر میں استہزائے اسلام کے مستعمل ذرائع اور ان کے اثرات

عصر حاضر میں اسلام کے استہزا کے لیے میڈیا ہی مؤثر ذریعہ ہے، میڈیا کی مختلف اقسام انسانی سوچ اور رویہ پر تیزی سے اثر انداز ہوتی ہیں۔ یہ اثرات مثبت بھی ہیں اور منفی بھی، میڈیا کی حقیقت سے نہ تو انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس سے مفر ممکن ہے۔ اس باب میں میڈیا کو استعمال کرتے ہوئے جو استہزائے اسلام کی سعی کی جاتی ہے اس کا تذکرہ کیا جائے گا اور اس پہلو کو بھی اُجاگر کیا جائے گا کہ میڈیا کی کونسی قسم زیادہ اثر انداز ہوتی ہے

عصر حاضر میں میڈیا کی تین اقسام مستعمل ہیں، پرنٹ، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا

فصلِ اول: پرنٹ میڈیا پر استہزائے اسلام اور اس کے اثرات

فصلِ اول دو مباحث پر مشتمل ہے، اس فصل میں پرنٹ میڈیا کی تعریف، تاریخ اور استہزائے اسلام کی اُن سرگرمیوں پر گفتگو کی جائے گی جو پرنٹ میڈیا کی وساطت سے سرانجام دی جاتی ہیں۔

مبحث اول: پرنٹ میڈیا کی تعریف و تاریخ

مبحث اول میڈیا اور پرنٹ میڈیا کی تعریفات اور تاریخ پر مشتمل ہو گا۔

پرنٹ میڈیا کی تعریف سے پہلے میڈیا کی تعریف سمجھنا ضروری ہے

میڈیا کی تعریف

آکسفورڈ لرنرز ڈکشنری کے مطابق

"The main ways that large numbers of people receive information and entertainment, that is television, radio, newspapers and the internet" [1]

اردو میں میڈیا کا ترجمہ ابلاغ سے کیا جاتا ہے

ابلاغ کا لفظ عربی زبان سے نکلا ہے جس کا معنیٰ "پہنچانا" کے ہیں، اسی سے بلیغ، مبلغ، تبلیغ کے الفاظ نکلے ہیں

ترقی اردو بورڈ کراچی کے زیر اہتمام شائع کردہ اردو لغت کے مطابق

---

[1] Oxford Advanced Learner's Dictionary, P:178

"ابلاغ کے معنیٰ بات، پیغام، خیالات، عقائد یا علوم وغیرہ دوسروں تک بھیجنے کا عمل، تقریر، تحریر یا علامات واشارات کے ذریعے تبلیغ کرنا ہیں"[1]

اپنے نظریات، خیالات اور مافی الضمیر کو کسی بھی انداز میں بیان کرنے کا نام ابلاغ ہے اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابلاغ کے لیے محض زبان کا استعمال ضروری نہیں ہے۔ پروفیسر مہدی حسن[2] ابلاغ کی وضاحت یوں کرتے ہیں

"دوسروں تک اپنے خیالات پہنچانے، ان پر اپنا مطلب واضح کرنے اور بات چیت کرنے کے عمل کو ابلاغ کہتے ہیں' تاہم ابلاغ کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کے لیے الفاظ ہی استعمال کیے جائیں' آرٹسٹ اپنے خیالات کا اظہار رنگوں کے ذریعے کرتا ہے، عکاس اپنا نظریہ دوسروں تک پہنچانے کے لیے سلو لائیڈ اور کیمرے کا سہارا لیتا ہے اور ایک اداکار اپنے جذبات کے اظہار کے لیے چہرے کے تاثرات کو ذریعہ اظہار بناتا ہے، سڑک پر جاتے ہوئے سرخ بتی کا نظر آنا ٹھرنے کا اشارہ ہے جبکہ سبز بتی کا روشن ہونا راہداری کا پروانہ سمجھا جاتا ہے"[3]

ابلاغ کی اہمیت کے پیش نظر قرآن نے بھی ابلاغ کے الفاظ کو متعدد مقامات پر استعمال کیا ہے۔

سورہ یٰسین میں ارشاد باری ہے

﴿وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾[4]

"اور ہم پر محض صاف صاف پیغام پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے"

سورہ ابراہیم میں ارشاد ہے

﴿هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ﴾[5]

"یہ ایک پیغام ہے سب انسانوں کے لیے"

اسی طرح نبی مہرباں ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقعے پر آخر میں یہ الفاظ استعمال کیے

---

[1] اردو لغت، ص:39

[2] پاکستان کے نامور صحافی، مبصر، سیاسی تجزیہ کار، ماہر تعلیم اور ہیومن رائٹس کمیشن کے سابق چیئرمین، 27 جون 1937 میں پانی پت میں پیدا ہوئے،، جدید ابلاغ عام، اور تصویری صحافت سمیت چار کتابوں کے مصنف ہیں

[3] جدید ابلاغِ عام، پروفیسر مہدی حسن، مقتدرہ، قومی زبان اسلام آباد، 1990ء، ص:15

[4] سورہ یٰسین:17/36

[5] سورہ ابراہیم:52/14

((فليبلغ الشاهد الغائب))[1]

"اب جو یہاں موجود ہیں وہ ان تک بات پہنچادیں جو یہاں نہیں ہیں"

پرنٹ میڈیا کی تعریف

پرنٹ میڈیا 'میڈیا کی پہلی قسم تصور کی جاتی ہے، کیمبرج ایڈوانس ڈکشنری کے مطابق

"Communications a way of referring to newspapers and magazines" [2]

پرنٹ میڈیا میں ان تمام ذرائع کو شمار کیا جاتا ہے جو باقاعدہ چھاپہ خانے (Printing Press) سے چھپ کر مارکیٹ میں آتے ہیں۔ پرنٹ میڈیا میں ناشر ایک ہوتا ہے اور قاری لاتعداد ہوتے ہیں۔ اخبارات، کتب، مجلے، جرائد اور رسائل وغیرہ یہ سب پرنٹ میڈیا کی مثالیں ہیں۔

پرنٹ میڈیا کی تاریخ

ابلاغ کی تاریخ تو انسان کی تاریخ کے ساتھ ہی شروع ہو گئی تھی، تخلیق آدم علیہم الصلاۃ والسلام کے بعد انسان کسی نہ کسی صورت میں اپنے خیالات کا اظہار کرتا رہا ہے، کاغذ اور تحریری زبان کے وجود میں آنے سے پہلے انسان اپنا مطمع نظر بیان کرنے کے لیے خاکوں اور تصاویر کا سہارا لیا کرتا تھا، پھر تحریری زبان کے وجود میں آتے ہی انسان نے چمڑے، درخت کی چھال اور کپڑے کا استعمال شروع کیا۔ اجمل ملک اس کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

> "مطبوعہ صحافت سے پہلے خبروں کی ترسیل اور فراہمی کے لیے طرح طرح کے ذرائع استعمال کیے جاتے تھے عہد فراعنہ کے مصریوں نے تصویری رسم لخط کے ذریعے یہ ضرورت پوری کی 'جب دستاویزات کی ایک نقل پتھر پر کندہ کر کے معبد کے دروازے کے باہر رکھ دی جاتی تھی"[3]

صلح حدیبیہ کے بعد 6 ہجری کے آخر میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو امن کا ماحول نصیب ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کے لیے اپنے تجربے کار قاصدوں کے ذریعے مختلف بادشاہوں کے نام خطوط بھیجے تھے یہ بھی اس وقت کے پرنٹ میڈیا کی ایک صورت تھی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ڈاک کا باقاعدہ نظام قائم کر کے اسے تقویت پہنچائی۔ پرنٹ میڈیا میں کاغذ کی ایجاد کے ساتھ ہی انقلاب برپا ہو گیا، کاغذ کا موجد ملک چین نے اس کی بنیاد رکھی۔

---

[1] صحيح بخاری ، كتاب الحج ، باب الخطبة ايام منى ، صحيح مرفوع،حديث: 1766، ص:189/1

[2] Cambridge Advanced Learner's Dictionary, Cambridge University Press, 2003, P:287

[3] صحافت صوبہ سرحد میں، اجمل ملک، قومی پبلشر انار کلی، لاہور، 1980ء، ص:20

پروفیسر مہدی حسن کے بقول

"دوسرا انقلاب آج سے تقریباً بارہ سو سال قبل اس وقت رونما ہوا جب چھپائی کا طریقہ دریافت ہوا' طباعت کی ایجاد کا سہرا ابھی چینیوں کے سر ہے، طباعت کے ذریعے ابلاغ کے میدان میں انقلاب رونما ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس ذریعے سے تمام علوم و فنون کو محفوظ کرنا آسان ہو گیا جو آنے والی نسلوں کے لیے بیش بہا خزانہ ثابت ہوتا ہے"[1]

چھپائی کا طریقہ دریافت ہونے کے بعد سب سے پہلے "ہسٹری آف ٹرائے"(History of Troy) کتاب 1471ء میں شائع ہوئی، اور حقیقت یہ ہے کہ آج بھی پرنٹ میڈیا کا نعم البدل کوئی نہیں ہے

[1] جدید ابلاغ عام، ص:42

مبحث دوم: پرنٹ میڈیا پر استہزائے اسلام اور اثرات

اسلام کے استہزا کے حوالے سے پرنٹ میڈیا کا استعمال کوئی نئی بات نہیں ہے، جس وقت اپنا مدعا بیان کرنے کے لیے کسی اور میڈیا کا استعمال بہت عام نہیں تھا اس وقت بھی پرنٹ میڈیا کو اس کام کے لیے استعمال کیا جاتا تھا

مستشرقین اور استہزائے اسلام

مستشرقین نے بھی پرنٹ میڈیا کا میدان استعمال کرتے ہوئے استہزا کیا ہے اور بالخصوص نبی ﷺ کی شخصیت کو مجروح کرنے کی کوشش کی ہے، منٹگو مری واٹ ایک مشہور مستشرق اپنی کتاب میں لکھتا ہے

"Mohammad was a deliberate propagator of false doctrine, thinking only of increasing his own power" [1]

"محمد صرف اپنی طاقت میں اضافے کے خیال سے، دانستہ جھوٹے عقائد کو پھیلاتے تھے"

میکسیم روڈنسن نامی مستشرق اپنا بغض وعناد اپنی کتاب "محمد" میں اس طرح لکھ کر نکالتا ہے

"For the Christians in particular, he became the arch-enemy, an object of execration, an epileptic fraud. The accounts given of him by 301 MOHAMMED his disciples were taken and twisted to make a hideous portrait of a cruel and lascivious individual, steeped in every kind of viciousness and crime" [2]

"بالخصوص عیسائیوں نے اسے اپنا پکا دشمن بنالیا، بول وبراز کا ڈھیر، مرگی کے مریض کا فراڈ، اس کے مریدوں نے اس کی جو باتیں پیش کی تھیں اسے توڑ مڑوڑ کر پیش کیا گیا تاکہ اس کی بد نما تصویر پیش کی جائے جس سے وہ ایک ظالم، نفس پرست کی حیثیت سے نظر آئے جو ہر قسم کی بدی اور جرم میں ملوث ہو"

انگریزی زبان میں لکھی گئی یہ کتاب 416 صفحات پر مشتمل ہے، اس متنازعہ کتاب پر قاہرہ میں موجود امیریکن یونیورسٹی نے پابندی عائد کی تھی

ڈاکٹر عبد القادر جیلانی مستشرقین کے انداز تحقیق پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"پیغمبر اسلام ﷺ اور ان کی تعلیمات کے بارے میں مستشرقین کی تحریریں بے لوث یا علمی نوعیت کی نہیں تھیں بلکہ قومی اور علاقائی اغراض و مقاصد کے تحت وجود میں آئی تھیں۔ غرض مفاد یا عصبیت سے

---

[1] What is Islam, Montgomery Watt, One world Publications, London, 1980, P:2
[2] Mohammad, P:302

آلودہ تحریریں مسخ بالعمد کا شکار ہوتی ہیں، ان میں دیانت اور نیک نیتی کا وجود نہیں ہوتا۔ ایسا علم جو بددیانتی پر مبنی ہو فریب ہے جس پر انسانیت اعتماد نہیں کر سکتی"[1]

خود مستشرقین کی کتب اس دعوے کا ثبوت ہیں کہ ان کا علم اور تحقیق سب بددیانتی پر مشتمل دکھائی دیتی ہے

تاریخ دان اور استہزائے اسلام

تاریخ دان حضرات نے بھی استہزا کے میدان میں پرنٹ میڈیا کا ذریعہ بخوبی استعمال کیا اور مختلف کتب کے ذریعے بظاہر تاریخ لکھی لیکن پسِ پردہ نبی مہرباں ﷺ کی ذاتِ گرامی کو استہزا کا نشانہ بناتے رہے۔ برطانوی تاریخ دان آرنلڈ جوزپ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں

"Instead of sealing his prophetic message with his blood by becoming Caesar's victim, it was Mohammad's ironic destiny to compromise and debase his prophetic message by becoming an Arabian Caesar himself" [2]

"بجائے قیصر کا مقہور بن کر اپنی پیغمبرانہ تعلیمات پر اپنے خون سے مہر ثابت کرنے کے، یہ محمد کی بدنصیبی ہی تھی کہ انہوں نے مفاہمت کی اور خود عرب کے قیصر بن کر اپنی تعلیمات کو گراوٹ سے ہمکنار کیا"

انگریزی زبان میں لکھی جانے والی یہ کتاب 12 جلدوں پر مشتمل ہے جو تاریخ کی کتب میں اہمیت کی حامل ہے

اسی طرح برطانیہ میں پیدا ہونے والے بریان ٹرنز 'عمرانیات کے ماہر سمجھے جاتے ہیں، انگریزی زبان میں شائع ہونے والی ان کی کتاب 222 صفحات پر مشتمل ہے، 4 مرتبہ طبع ہونے والی اس کتاب میں مصنف لکھتے ہیں

"Mohammad was an opportunist and that the original adherents to Islam were motivated solely in terms of prospects of booty and conquest"[3]

"محمد ایک موقع پرست شخص تھے اور اسلام کے ابتدائی ماننے والے صرف اور صرف مالِ غنیمت اور فتوحات کی لالچ میں ان کے ساتھ شامل ہوئے تھے"

اس طرح کا تمسخر اور الزام محمد ﷺ پر کوئی نیا نہیں ہے اس سے پہلے بھی بغیر تحقیق کے ایسے بیہودہ الزامات لگائے گئے ہیں"

---

[1] اسلام 'پیغمبرِ اسلام اور مستشرقینِ مغرب کا انداز فکر، ڈاکٹر عبد القادر جیلانی، کتاب سرائے لاہور، 2005، ص:358

[2] A Study of History, Toynbee, Arnold J, Vol. 3, Oxford University Press London, 1935, P:470

[3] Weber and Islam, Bryan S.Turner, Routledge Kegan & Paul, London,1978, P:23

حقوقِ نسواں کی علمبر دار خاتون اسرا نعمانی جہاں عملی طور پر استہزا میں شامل رہتی ہیں وہیں پرنٹ میڈیا کا استعمال کرتے ہوئے اپنے مشن کو آگے بڑھاتی ہیں اس لیے اپنی کتاب تانتریکا میں زنا کی سزا کا مذاق اڑاتی ہوئے لکھتی ہیں

"نبی کریم ﷺ نے ایسی زانیہ کو رجم کیا جس نے سچی توبہ کی تھی اور وہ پتھروں کے ذریعے مار کر ہلاک کردی گئی، ایک معصوم بچہ اپنی ماں اور ماں کی ممتا سے محروم ہوگیا۔۔۔مجھے پاکستان میں ایک عورت نے بتایا تھا کہ محمد ﷺ کی حدیث ہے "جب عورت ماں بنتی ہے تو وہ مجاہدہ کا درجہ حاصل کرلیتی ہے" آج میں بھی اپنے حرام مقدس بچے کی ولادت پر مجاہدہ بن گئی"[1]

روزنامہ پاکستان لاہور کی خبر کے مطابق

"امریکہ کے ایک جریدے ہفت روزہ "ہیومن ایونٹس" نے اعلان کیا ہے کہ وہ جناب نبی ﷺ کے بارے میں ایک کتاب مفت تقسیم کرنے کا پروگرام بنا رہا ہے جس کے بارے میں مسلمان حلقوں کا کہنا ہے کہ یہ توہین آمیز کتاب ہے"[2]

خبر کے مطابق اس دل آزار کتاب کا نام "The Truth About Muhammad: Founder of the World's Most Intolerant Religion"

" دنیا کا عدم برداشت پر مبنی مذہب اور اس کے بانی محمد کی حقیقت" بتایا جاتا ہے۔ اس کا مصنف رابرٹ اسپنسر ہے۔ یہ کتاب ہفت روزہ "ہیومن ایونٹس" نے شائع کی ہے اور اسے پورے امریکہ اور یورپ میں مفت تقسیم کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔

اس کی ایک اور کتاب "Did Muhammad Exist? An Inquiry into Islam's Obscure Origins" کے نام سے بھی شائع ہوئی ہے

نائیجیریا کے ایک بڑے اخبار 'دس ڈے' نے مقابلہ حسن کے حوالے سے شائع ہونے والے ایک مضمون میں نبی ﷺ کے حوالے سے گستاخانہ الفاظ کا استعمال کیا تھا، دسمبر 2002ء میں شائع ہونے والے اس مضمون کی اِشاعت پر نائیجیریا میں احتجاج کا سلسلہ شروع ہوگیا جس کی زد میں آکر 200 سے زائد افراد کی ہلاکت ہوئی۔

بوکو ہرام نامی تنظیم نے "دس ڈے" اخبار پر حملہ بھی کیا اور اس حملے کی ذمہ داری قبول بھی کی

"In the nearly 18-minute video, Boko Haram said that This Day newspaper was attacked in relation to the Miss World beauty pageant held in Kaduna in November 2002.

[1] Tantrika: Traveling the Road of Divine Love, P:233

[2] روزنامہ پاکستان لاہور، 20مارچ 2008ء، ص:3

"We attacked This Day because we will never forget or forgive anyone who abused our prophet," the video says" [1]

"تقریباً 18 منٹ کی ویڈیو میں، بوکو حرام نے کہا کہ 'دس ڈے اخبار' پر نومبر 2002 میں کدوونا میں منعقدہ مس ورلڈ کی تقریب کے سلسلے میں حملہ کیا گیا تھا۔ ویڈیو میں کہا گیا ہے، "ہم نے اس دن حملہ اس لیے کیا کیونکہ ہم کسی بھی ایسے شخص کو نہ تو بھولیں گے اور نہ ہی معاف کریں گے جس نے ہمارے نبی ﷺ کی توہین کی ہو"

توہین آمیز خاکے

پرنٹ میڈیا کے ذریعے استہزا کی ایک نسبتاً آسان صورت توہین آمیز خاکے ہیں جس کا اظہار آئے دن مختلف ممالک میں ہوتا ہے۔ خورشید احمد کے بقول

"توہین آمیز خاکوں کا یہ متنازعہ سلسلہ ڈنمارک کے اخبار جے لینڈز پوسٹن کی نبی کریم ﷺ کے خلاف خطرناک مہم سے شروع ہوا جب اس نے درجن بھر توہین آمیز خاکے شائع کیے اور آپ ﷺ کو دہشت گردی کا ذریعہ اور علامت قرار دیا۔۔۔بظاہر اس مسئلے کو بھڑکانے اور سلگتی آگ پر تیل ڈالنے کے لیے جنوری 2006ء میں یورپ کے 22 ممالک کے 75 مختلف اخبارات اور میگزینز نے یہ اشتعال انگیز خاکے شائع کیے" [2]

جے لینڈز پوسٹن کے ایڈیٹر نے ان خاکوں کو چھاپنے کے بعد معذرت خواہانہ رویہ اپنانے کے بجائے ببانگ دہل یہ کہا کہ احتجاج کرنے والے وہ لوگ ہیں جو ہماری تہذیب واقدار سے واقف نہیں ہیں، اس نے نیوز ویک کو بتایا کہ اسلام میں تنقید برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں ہے اور ہم عدم برداشت کے اس رویہ کو برداشت نہیں کرسکتے، یہ وہ رویہ ہے کہ غلطی بھی کی جائے اور اس پر معذرت کے بجائے نہ صرف اس پر قائم رہا جائے بلکہ اس کی مزید تشہیر کے لیے کام کیے جائیں اسی لیے اس طرح کے کارٹونسٹ کا مدّعا یہ ہوتا ہے

"توہین آمیز خاکے بنانے والے ایک کارٹونسٹ نے گلاسکو میں ہیرالڈ کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ یہ خاکے دہشت گردی کو ذہن میں رکھ کر بنائے تھے کیونکہ اسے روحانی اسلحہ اسلام سے ملتا ہے، ڈنمارک کے تعلیمی

---

[1] Nigeria's Boko Haram militants claim This Day attacks, BBC News, May 2, 2012 https://www.bbc.com/news/world-africa-17926097, Accessed on 17-8-2019, Time: 21:23

[2] خورشید احمد، جمہوری حقوق اور توہین آمیز خاکے، ردعمل کے لیے حکمتِ عملی، آج کا مغرب اور مسلم دنیا، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، 2010ء، ص:27

شعبے کے پبلشر نے کہا کہ خاکوں کو تعلیمی نصاب میں شامل کیا جائے گا اور میوزیم میں نمائش کے لیے رکھا جائے گا"[1]

دیگر ممالک اپنے کارٹونسٹ کے افعال کا کس طرح دفاع کرتے ہیں اس کو حافظ عبد الواحد اس طرح بیان کرتے ہیں

"2 فروری کو جرمنی کے اخبار Welt Die نے صفحہ اول پر یہ سرخی لگائی "توہین کا حق جمہوری آزادیوں میں سے ایک ہے" اسی طرح اٹلی کے اخبار Lastampa اور اسپین کے Tiperidico نے بھی انہی خاکوں کی اشاعت سے آپ ﷺ کی شخصیت کی تضحیک کی جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یہ ایک منصوبہ بندی کا حصہ ہے[2]

"توہین آمیز خاکوں کو یورپ سے باہر بھی پھیلایا گیا اور امریکہ، آسٹریلیا حتیٰ کہ بھارتی اخبارات نے بھی یورپی ذرائع ابلاغ میں ان کی اشاعت کے بہانے کے حوالے سے انہیں شائع کیا"[3]

توہین آمیز خاکوں کا یہ سلسلہ وقتاً فوقتاً پوری منصوبہ بندی کے ساتھ شروع کیا جاتا ہے اور اس پر معذرت خواہانہ رویہ کے بجائے ببانگ دہل ڈٹ جانے کی ریت اُن کے ارادوں کی غمازی کرتی ہے۔

بالی وڈ کی مشہور اداکارہ زائرہ وسیم نے فلمی دنیا کو اس وقت خیر آباد کہا کہ جب وہ اپنے کیریر کے عروج پر تھیں سری نگر[4] سے تعلق رکھنے والی زائرہ نے سوشل میڈیا کے ذریعے خیر آباد کہنے کی وجوہات بتاتے ہوئے کہا کہ وہ اپنی زندگی میں ایمان اور برکت کھو رہی تھی اور اس کا اپنے مذہب کے ساتھ رشتہ خطرے میں پڑ گیا تھا۔

زائرہ کے اس اعلان پر اسلام کے استہزا میں شہرت پانے والی تسلیمہ نسرین نے یوں تبصرہ کیا

"ممبئی۔30 جون۔ بنگلہ دیش کی مصنفہ تسلیمہ نسرین نے فلم "دنگل" کی اداکارہ زائرہ وسیم کے بالی وڈ چھوڑنے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ باصلاحیت اداکارہ یہ سوچ کر فلمی دنیا چھوڑ رہی ہے کہ اداکاری

---

[1] ناموس رسالت ﷺ کے خلاف مغرب کی شر انگیزیاں، ملک احمد سرور، علم و عرفان پبلشر لاہور، 2012، ص:297

[2] خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی، حافظ عبد الواحد سجاد، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، 2012، ص:145

[3] Viewpoints, "Muslims Voice Anger Over Muhammad Cartoons," Worldpress, February 7, 2006, http://www.worldpress.org/Europe/2261.cfm Accessed on 14-2-2019, Time: 1:43

[4] سرینگر ریاست جموں و کشمیر کا سب سے بڑا شہر اور سرمائی دار الحکومت ہے۔ یہ دریائے جہلم کے کنارے پر واقع شہر اپنے جھیلوں، آبشاروں اور مغلیہ باغات کے لیے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اس کے علاوہ یہ اپنی روایتی دستکاری کے لیے بھی دنیا بھر میں مشہور ہے، آبادی تقریباً پندرہ لاکھ ہے

کے کیریئر نے اللہ پر اس کے ایمان کو متزلزل کر دیا، اس کا فیصلہ بچکانہ اور احمقانہ ہے، کتنی باصلاحیت مسلمان عورتیں جن کو مجبوراً حجاب پہننا پڑتا ہے وہ اس تاریکی سے باہر نکلنا چاہتی ہیں "[1]

پینٹنگ کے ذریعے استہزا

پرنٹ میڈیا پر استہزا کی ایک صورت پینٹنگ بھی ہے اگرچہ اس کا استعمال نادر صورتوں میں ہوتا ہے لیکن یہ بھی مستعمل ہے

سویڈن کے شہر گوٹنبرگ[2] کے مولنڈل میوزیم میں 2005ء میں ایک نمائش منعقد کی گئی جس کا عنوان ایڈز بیماری تھا اس نمائش میں الجزائر کی خاتون لوزلا دارابی کی جانب سے ایسی برہنہ پینٹنگ پیش کی گئی جس پر سورہ فاتحہ کی آیات لکھی ہوئی تھیں، بعد ازاں اسے مسلمانوں کے شدید احتجاج کے بعد ہٹا دیا گیا۔

مولنڈل میوزیم کی ڈائیریکٹر کاسجا لیگرویسٹ نامی خاتون ہیں ان کے مطابق

"The exhibition contained two paintings from the series Scene d'Amour by Algerian artist Louzla Darabi in the section Desire. They were chosen for their celebration of erotic love, in an exhibition where much else concerns sorrow, fear, denial and death. When the museum received the paintings, one of them turned out to have the Quranic verse, Surat Al-Fatiha, written on it, in combination with the image of lovemaking couple (already known to the Museum). Staff members signaled that this could be controversial. In the hectic process of preparing for the opening the decision was made to put it up anyway" [3]

پرنٹ میڈیا پر استہزا کے اثرات

ابلاغ کے مختلف ذرائع مختلف افراد پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ پرنٹ میڈیا کے اثرات نسبتاً اس لیے بھی کم ہیں کیونکہ پرنٹ میڈیا سے استفادہ کرنے والے افراد وہی ہوتے ہیں جو پڑھنا جانتے ہوں، اخبارات ہوں یا کتب ان کا دائرہ کار پڑھے لکھے افراد پر ہی محیط ہوتا ہے اور پھر ان کتب سے فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ قاری کو وہ زبان بھی آتی ہو جس میں کتاب لکھی گئی ہے۔ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مستہزئین نے پرنٹ میڈیا میں کام تو بہت کیا ہے لیکن اس کے اثرات دیگر

---

[1] ممبئی اردو نیوز، یکم جولائی 2019ء، جلد نمبر 9، شمارہ نمبر 180، ص:12

[2] سویڈن کے جنوب میں واقع دوسرا بڑا شہر ہے جس کی آبادی 60 لاکھ کے قریب ہے

[3] Cajsa Lagerkvist, Empowerment and anger: learning how to share ownership of the museum, museum and society, July 2006. 4(2) 52-68 © 2006, Cajsa Lagerkvist ISSN 1479-8360, P:60

ذرائع کی بنسبت کم ہیں، لیکن چونکہ یہ سنجیدہ اور پڑھے لکھے افراد کا مستعمل میڈیم ہے اس لیے معاشرے کا بااثر طبقہ اس کے زیرِ اثر ہوتا ہے اور معاشرے کا یہ طبقہ استہزائے اسلام کے نتیجے میں اگر اسلام سے نفرت اور عداوت کے اثرات قبول کرتا ہے تو یہ سراسر امتِ مسلمہ کے لیے ضرر کا باعث ہے۔

درج بالا کلام کا خلاصہ اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ پرنٹ میڈیا' استہزائے اسلام کے لیے ایک اہم ذریعہ متصور کیا جاتا ہے جو کہ میڈیا کی انواع کا سب سے قدیم ذریعہ تھا اور آج بھی اس کی مختلف صورتیں کہ جس میں اخبار، جرائد، مجلات، خاکے اور پینٹنگز شامل ہیں اور ان تمام ذرائع کو اسلام کے استہزا کے لیے استعمال کیا جاتا ہے

فصلِ دوم: الیکٹرانک میڈیا پر استہزائے اسلام اور اس کے اثرات

فصلِ دوم'دو مباحث پر مشمل ہے ،اس فصل میں الیکٹرانک میڈیا کی تعریف، تاریخ اور الیکٹرانک میڈیا پر استہزائے اسلام کی کوششوں کو سامنے لاتے ہوئے اس کے اثرات کے حوالے سے گفتگو کی جائے گی

مبحث اول: الیکٹرانک میڈیا کی تعریف و تاریخ

یہ مبحث الیکٹرانک میڈیا کی تعریف اور تاریخ پر مشتمل ہے

کیمبرج ایڈوانس ڈکشنری کے مطابق

"Ways of communicating information that are electronic rather than using paper, for example, television and the internet " [1]

الیکٹرانک میڈیا میں وہ تمام ذرائع شامل ہیں جن کو استعمال کرنے کے لیے بجلی کی ضرورت ہو

اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے

1- سمعی: اس میں صرف وہ آلات شامل ہوں گے جو محض سماعت کے ساتھ ہی استعمال ہوتے ہیں جیسے ریڈیو، ٹیلیفون اور وائرلیس وغیرہ کہ جن سے ہر وہ شخص استفادہ کر سکتا ہے جو سماعت رکھتا ہو

2۔ سمعی بصری: سمعی و بصری سے مراد وہ میڈیا ہو گا جس میں ایسے آلات شامل ہوں جن کا تعلق سماعت و بصارت دونوں سے ہوتا ہے، جیسے ٹیلی ویژن۔

پھر الیکٹرانک میڈیا کی ایک تعریف یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس میں ناشر ایک ہوتا ہے جبکہ سامعین اور ناظرین بیشمار ہو سکتے ہیں جیسے ٹیلیویژن اور ریڈیو وغیرہ

الیکٹرانک میڈیا کی تاریخ

الیکٹرانک میڈیا کی تاریخ کا آغاز انیسویں صدی میں ہوا، اس سے پہلے پرنٹ میڈیا کو ہی ابلاغ کے ذریعے کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا، ہمایوں ادیب الیکٹرانک میڈیا کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"19ویں صدی کے نصف آخر میں ذرائع مواصلات کو بڑی ترقی نصیب ہوئی ، پہلے گھوڑا اور بادبانی جہاز تیزترین مواصلاتی ذریعہ تھے ان کی جگہ ریل گاڑی، ذخانی جہاز، بحری تار اور ٹیلی فون نے لے لی،

[1] Cambridge Advanced Learner's Dictionary, P:98

موٹر سائیکل، کاریں، بسیں وغیرہ چلنے لگیں۔ بیسویں صدی کا ربع اول ریڈیو اور ٹیلی ویژن لایا اور مصنوعی سیارے کمپیوٹر اور ایسے مواصلاتی آلات ایجاد ہو گئے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے"[1]

ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے آنے کے بعد ہی دراصل الیکٹرانک میڈیا میں انقلاب رونما ہوا ہے۔ ٹیلی ویژن کی تاریخ محمد وسیم اکبر شیخ اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے بعنوان "اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کا کردار" میں لکھتے ہیں

"1888ء میں ڈبلیو ہال واکز (W. HALL WAKES) نے ایک تجربے سے تصویر کو برقی لہروں میں تبدیل کیا، 1925ء میں جان ایل برڈ نے مزید تحقیقات کیں اور یوں 1928ء میں پہلی مرتبہ ٹیلی ویژن نشریات ایک پردے پر دیکھی گئیں، 1930ء میں باقاعدہ طور پر لندن میں ٹیلی ویژن نشریات کا آغاز ہوا، 1936ء میں پہلی بار لندن میں تجارتی بنیادوں پر ٹیلی ویژن کی نشریات کا دائرہ وسیع کر دیا گیا، پہلے پہل یہ نشریات بلیک اینڈ وائٹ تھیں مگر 1953ء میں رنگین نشریات کا آغاز کر دیا گیا"[2]

آغاز میں جب نشریات بلیک اینڈ وائٹ ہوتی تھی اس وقت ٹیلی ویژن کی جانب رجحان بھی کم تھا لیکن کلر اسکرین آنے کے بعد اس کے استعمال میں بھی اضافہ ہوا ہے

---

[1] تفتیشی خبر نگاری، ہمایوں ادیب، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، 1995ء، ص: 27

[2] محمد وسیم اکبر شیخ، اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کا کردار، پی ایچ ڈی مقالہ، شعبہ ابلاغیات، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ص: 97

مبحث دوم: الیکٹرانک میڈیا پر استہزائے اسلام اور اثرات

اس مبحث میں الیکٹرانک میڈیا پر اسلام کے استہزا سے متعلقہ کوششوں اور اس کے اثرات کو بیان کیا جائے گا میڈیا کی اقسام میں ابھی بھی الیکٹرانک میڈیا ہی سب سے مؤثر ذریعہ ہے اسی لیے اسلام کے استہزا کے حوالے سے کوئی بڑا کام کرنا ہو تو الیکٹرانک میڈیا کو ہی زیرِ استعمال لایا جاتا ہے تاکہ اس کے زیادہ سے زیادہ اثرات رونما ہو سکیں۔ الیکٹرانک میڈیا کے استعمال میں اخراجات بھی زیادہ آتے ہیں اور منصوبہ بندی بھی سوچ سمجھ کر کی جاتی ہے جس کے لیے افرادی قوت بھی زیادہ مستعمل ہوتی ہے، عصر حاضر میں اس حوالے سے سبمیشن کے نام سے فلم ریلیز کی گئی تھی

"29 اگست 2004ء میں ہالینڈ کے شہر ہیگ[1] میں Submission نامی فلم ریلیز ہوئی جس میں بیہودہ انداز میں اسلامی احکامات کا مذاق اُڑایا گیا اور اس میں خاتون کی برہنہ پشت دکھائی گئی جس پر کوڑوں کے نشانات تھے اور ان نشانات کے اوپر قرآنی آیات تحریر کی گئیں"[2]

فلم کے اس کلپ کو تادم تحریر 595100 افراد نے دیکھا، 2600 افراد نے اسے پسند کیا جبکہ 696 افراد نے اسے ناپسند کیا۔ یہ وہ اثرات ہیں جو صرف یوٹیوب کے صارفین پر اثرانداز ہوئے ہیں

یہ ایک ایسی مسلمان لڑکی کی کہانی تھی جسے اس کے والدین نے زبردستی شادی پر مجبور کیا، اس فلم میں بار بار قرآن کا حوالہ دیکر بتایا گیا کہ مسلمان اپنی بچیوں کی شادیاں ان کی مرضی کے بغیر کر دیتے ہیں اس فلم کے ذریعے ناظرین کو یہ باور کرایا گیا ہے کہ قرآن میں خواتین کے حوالے سے جو احکام آئے ہیں وہ ظلم اور ناانصافی پر مبنی ہیں انگریزی زبان میں بنائی جانے والی اس فلم کے ڈائریکٹر کا نام تھیو وان گوغ تھا اس فلم کے ریلیز ہونے کے بعد ہالینڈ میں فسادات شروع ہو گئے بالآخر نومبر 2004ء میں ایک مراکش کے نوجوان محمد بوہیری نے قرآن کی بے حرمتی کرنے والے تھیو وان گوغ کو اس کے انجام تک پہنچایا، اس فلم کی رائٹر نائجیریا کی سیاہ فام مرتد عورت ایان ہرسی علی ہے۔

گریٹ ورلڈرز

ہالینڈ کا پارلیمنٹیرین گریٹ ورلڈرز 1963ء میں کیتھولک گھرانے میں پیدا ہوا لیکن اب وہ ایک دہریہ ہے، وہ مغرب میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت پر بہت پریشان ہے، وہ یہودی نہ ہونے کے باوجود اسرائیل سے گہرے مراسم ہونے کی وجہ

---

[1] ہیگ کا شمار نیدرلینڈز کے بڑے ساحلی شہروں میں ہوتا ہے۔ یہ شہر صوبہ شمالی ہالینڈ کا صدر مقام ہے۔ ملک کا دارالحکومت ایمسٹرڈیم ہے لیکن نیدرلینڈز حکومت کے تمام اہم سرکاری ادارے ہیگ میں موجود ہیں، بین الاقوامی عدالت انصاف کا مرکزی دفتر بھی ہیگ میں واقع ہے۔ اس کی آبادی 70 لاکھ کے قریب ہے

[2] https://www.youtube.com/watch?v=aGtQvGGY4S4, Accessed on 4-4-2019, Time: 4:23

سے یہودی ذہنیت کا مالک ہے، اس کے مطابق اسلام انتہائی خاموشی اور تیز رفتاری سے مغرب میں بڑھتا جارہا ہے اور اگر صورتحال یونہی رہی تو وہ دن دور نہیں جب ہالینڈ میں مسلمان اقلیت سے اکثریت میں بدل جائیں گے، وہ کہتا ہے کہ قرآن انتہائی ناقابل برداشت کتاب ہے، یہ خون خرابے اور قابل نفرت مواد پر مشتمل ہے، محمد خود بھی دہشت گرد تھے اور یہ کتاب بھی دہشت گردی کا سبق دیتی ہے لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ کم از کم نصف کتاب کو ختم کر دیں۔ قرآن کو دہشت گرد ثابت کرنے کے لیے اس نے "فتنہ" کے نام سے ایک فلم بنائی، پندرہ منٹ کی اس فلم کی ابتدا میں نبی ﷺ کا وہ توہین آمیز خاکہ دکھایا گیا ہے جو اس سے پہلے مختلف ممالک کے اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ پھر سورہ انفال کی آیت 60 کی تلاوت کی جاتی ہے "اپنی استعداد کے مطابق زیادہ سے زیادہ طاقتور اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے مہیا رکھو تاکہ اس کے ذریعے سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسروں دشمنوں کو خوفزدہ کرو" اور ساتھ ہی نائن الیون کا حادثہ دکھایا جاتا ہے تاکہ دیکھنے والے کے ذہن میں یہ تاثر اُبھرے کہ یہ حادثہ اسی قرانی آیت کا نتیجہ ہے جو مسلمانوں کو جہاد کی تیاری پر اُبھارتی ہے۔

اس کے بعد یہ الفاظ لکھے آتے ہیں

"Allah is happy when non-Muslims get killed…Allah count them and kill them to the last one and don't leave even one"

اسی طرح پوری فلم میں جہاد سے متعلق قرآنی آیات کی تلاوت کی گئی ہے اور ساتھ ہی مختلف جگہوں کی تباہی کی مناظر دکھائے گئے ہیں

فلم کے اختتام پر قرآن کا صفحہ پلٹنے کا منظر ہے لیکن آواز صفحہ پھاڑنے کی سنائی جاتی ہے اس کے ساتھ ہی سکرین پر یہ الفاظ ابھرتے ہیں 'یہ آواز فون بک کے ایک صفحے کی ہے، پھر لکھا آتا ہے کہ یہ مجھ پر نہیں بلکہ خود مسلمانوں پر ہے کہ وہ قرآن سے ایسی دل آزار آیات کو نکال دیں، اور اسلامائیزیشن بند کرو، ہماری آزادی کا دفاع کرو' پاکستان میں یوٹیوب پر بھی یہ فلم موجود نہیں ہے جبکہ ہالینڈ کے پینل کوڈ (تعزیرات) کے آرٹیکل 137 کے تحت بھی توہین آمیز تحریروں کے ذریعے نفرت اور تعصب پھیلانا ممنوع قرار دیا گیا ہے

مسلمانوں کی معصومیت

مسلمانوں کی معصومیت (Innocence of Muslims) کے عنوان سے 2012ء میں انگریزی زبان میں ایک واہیات فلم نشر کی گئی جس کا ہدایت کار الان روبرٹس تھا" اس فلم کو پادری ٹیری جونز نے بعض مصری تارکین وطن کے تعاون

سے عربی میں بھی براءۃ المسلمین کے نام سے ڈب کیا ہے۔ ان تارکین وطن میں نقولا باسیلی نقولا (Sam Bacile) کا نام سامنے آرہا ہے جو ایک قبطی الاصل مصری امریکی ہے "[1]

اس فلم کی شوٹنگ لاس اینجلس[2] کے قریب ایک گرجے میں 2011ء کی گرمیوں میں ہوئی تھی، اس فلم کے بنانے میں 50 کے قریب اداروں نے حصہ لیا تھا، 120 منٹ دورانیہ کی اس فلم میں نبی ﷺ کی کردار کشی کی گئی ہے اور ایک حوس زدہ غلام کے روپ میں دکھایا گیا ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کردار بھی منفی انداز میں دکھایا گیا ہے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اس حال میں دکھایا گیا ہے کہ وہ توریت کے ذریعے قرآن کو ترتیب دے رہی ہیں

اتنی غیر اخلاقی فلم کے بعد جب دنیا بھر کے مسلمانوں نے اپنا ردعمل دیا تو خود وائٹ ہاؤس نے گوگل کمپنی سے درخواست کی کہ اس متنازعہ فلم کو یوٹیوب سے ہٹا دیا جائے لیکن انہوں نے یہ کہہ کر درخواست مسترد کر دی کہ یہ ویڈیو ہمارے رہنما اصولوں کے دائرے میں ہے چناچہ ہم اسے یوٹیوب سے نہیں ہٹا سکتے

جنگ اخبار کے سینیر صحافی حامد میر مذکورہ فلم کے حوالے سے اپنے ایک کالم "اللہ کا واسطہ، ہوش کے ناخن لو!" کے عنوان سے لکھتے ہیں

> "جیسے ہی میں نے فلم دیکھنی شروع کی تو مجھے ایسے لگا کہ کسی نے میرے دل و دماغ پر ہتھوڑے برسانے شروع کر دیئے ہیں۔ میں خود کو بہت مضبوط اعصاب کا مالک سمجھتا ہوں لیکن سام بیسائل کی طرف سے "مسلمانوں کی مظلومیت" کے نام سے بنائی گئی یہ فلم اس دور کی سب سے بڑی دہشتگردی تھی کیونکہ اس فلم کے مناظر اور ڈائیلاگ مسلسل بم دھماکوں سے کم نہ تھے۔ گیارہ ستمبر 2001ء کو نیویارک اور واشنگٹن میں القاعدہ کے حملوں سے تین ہزار امریکی مارے گئے تھے لیکن گیارہ ستمبر 2012ء کو یوٹیوب پر جاری کی جانے والی اس فلم نے کروڑوں مسلمانوں کی روح کو زخمی کیا۔ میں اس فلم کو چند منٹ سے زیادہ نہیں دیکھ سکا۔ اس خوفناک فلم کی تفصیل کو بیان کرنا بھی میرے لئے بہت تکلیف دہ ہے۔ بس یہ کہوں گا کہ اس فلم کے چند مناظر دیکھ کر سام بیسائل کے مقابلے پر اسامہ بن لادن بہت چھوٹا سا انتہا پسند محسوس

---

[1] https://ur.wikipedia.org/wiki/%D9%85%D8%B3%D9%84%D9%85%D8%A7%D9%86%D9%88%DA%BA_%DA%A9%DB%8C_%D9%85%D8%B9%D8%B5%D9%88%D9%85%DB%8C%D8%AA_(%D9%81%D9%84%D9%85) , Accessed on 24-8-2019, Time: 7:43

[2] لاس اینجلس بلحاظ آبادی امریکہ کی ریاست کیلیفورنیا کا سب سے بڑا اور ریاستہائے متحدہ امریکا کا دوسرا سب سے بڑا شہر ہے۔ شہر تقریباً 40 لاکھ کی آبادی کا حامل ہے اور 498 مربع کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے

ہوا۔ یہ اعزاز اب امریکہ کے پاس ہے کہ اس صدی کا سب سے بڑا دہشتگرد سام بیسائل اپنی انتہائی گندی اور بدبودار ذہنیت کے ساتھ صدر اوباما کی پناہ میں ہے "[1]

اس نقولا باسیلی سے امریکی فوج نے تفتیش کی حد تک باز پرس کی تھی لیکن اس کے مطابق اسے گرفتار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس نے کوئی غلط کام نہیں کیا، کیونکہ یہ آزادیٔ اظہار رائے ہے

اقبال نے اسی لیے کہا تھا

"اس قوم میں ہے شوخیٔ اندیشہ خطرناک — جس قوم کے افراد ہوں ہر بند سے آزاد
گو فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ — آزادیٔ افکار ہے ابلیس کی ایجاد"[2]

ماجد ماجدی کی اہانتِ نبوی ﷺ پر مبنی فلم "Muhammad: The Messenger of God" بھی الیکٹرانک میڈیا پر استہزائے اسلام کی ایک صورت ہے جس پر بیشتر اسلامی ممالک میں پابندی عائد ہے۔

ٹالک شوز میں استہزا

اسلام سے متعلقہ عنوانات کا استہزا مختلف ٹالک شوز میں بھی کیا جاتا ہے 14 مئی 2014ء کو استہزا کی ایک صورت اس وقت سامنے آئی کہ جب جیو نیوز کے مارننگ شو میں اداکارہ وینا ملک اوران کے شوہر اسد خٹک کی شادی کی رسومات کو دکھاتے ہوئے یہ قوالی پڑھی گئی ہے

لڑکا ہے خدا کے گھر کا، — لڑکی ہے نبیؐ کے گھر کی
وہ ارض و سامان کا مالک، — یہ ملکہ بحر و بر کی
زمین رقصاں، ہے رقصاں آسمان بھی — علیؓ کے ساتھ ہے زہراؓ کی شادی
بارات چلی علیؓ کی رحمت کے سائے سائے — بارات کے آگے آگے قرآں نے قصیدے گائے
نبیؑ سارے، چلے بن کر باراتی — علیؓ کے ساتھ ہے زہراؓ کی شادی

اس قوالی کے الفاظ کے ساتھ ساتھ کیمرہ دولھا دلھن کو فوکس کرتا رہا۔ اس طرح کے واقعات اُس بے احتیاطی کا نتیجہ ہیں جو کہ قانون پر عملدرآمد نہ ہونے کی وجہ سے سرزد ہوتی ہے۔

---

[1] حامد میر، قلم کمان، ادارتی صفحہ جنگ اخبار، 17 ستمبر 2012ء، ص:7

[2] بال جبریل، ڈاکٹر محمد علامہ اقبال، آزادیٔ افکار، کلیات اقبال، الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور، 2011، ص:551

اس استہزا کی ایک اور نظیر اس وقت سامنے آئی جب پاکستان کے ایکسپریس نیوز نامی نجی ٹی وی چینل پر 11 اپریل، 2021ء بروز اتوار، رات گیارہ اور بارہ بجے کے درمیان 'خبر دار' نامی پروگرام پیش کیا گیا جس کے میزبان آفتاب اقبال نامی شخص تھا ، پروگرام کے ایگزیکٹو پروڈیوسر سید محسن اقبال پروڈیوسر 'بلال جاوید' اور ایڈیٹر ساجد انصاری تھے، پروگرام میں میزبان نے پاکستانی عوام کی حالت کو ڈرامائی طور پر پیش کرنے کے لیے چند افراد کو پاکستانی عوام کے مختلف طبقات کے نمائندوں کی حیثیت سے پیش کرتے ہوئے کہا کہ پاکستانی قوم بے حس اور خود غرض ہے، باہمی گفتگو کے دوران ایک شخص کا موبائل گر جاتا ہے تو باقی افراد اس شخص کا گرا ہوا موبائل اٹھانے کے لیے لپکتے اور تلاش کرنے لگتے ہیں, اس موقع پر آفتاب اقبال نامی میزبان کہتا ہے " اخلاق گراوٹ کا عالم یہ ہے کہ اس کا فون گرا ہے اور اپنے سارے دکھ بھول کر باقی سارے مال غنیمت سمیٹ رہے ہیں، یہی کچھ انہوں نے جنگ احد کے موقع پر کیا تھا"[1]

اس پروگرام کے نشر ہونے کے فوری بعد عوامی ردعمل آیا جس کی وجہ سے میزبان آفتاب اقبال نے اپنے ویڈیو پیغام کے ذریعے معافی مانگ لی، لیکن جو امر زیرِ غور ہے وہ یہ ہے کہ اس طرح کے پروگرام پہلے سے ریکارڈڈ ہوتے ہیں اس کے بعد ٹیلی کاسٹ کیے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی توہین آمیز الفاظ پروگرام سے حذف نہیں کیے گئے۔

پیمرا کے آرڈیننس کے نکتہ 20(ج) کے مطابق "اس امر کو یقینی بنائے گا کہ پروگرامز اور اشتہارات، تشدد، دہشتگردی، نسلی تعصب، نسلی یا مذہبی منافرت، فرقہ واریت، انتہاپسندی، جنگ پسندی یا نفرت یا فحش نگاری، فحاشی، عامیانہ پن یا دیگر ایسے مواد پر مشتمل ہو جو عام طور پر شائستگی کے قابلِ قبول معیارات کے برعکس ہو' کی حوصلہ افزائی نہیں کرے گا"۔ اصولی طور پر دیکھا جائے تو مذکورہ چینل اور میزبان کو شوکاز نوٹس ملنا چاہیے تھا تاکہ آئندہ اس طرح کے واقعات کا سدباب کیا جاسکے۔

ساؤتھ پارک پروگرام

امریکہ میں ساؤتھ پارک کے نام سے 2008ء میں ایک مزاحیہ پروگرام شروع کیا گیا جس میں Super Best Friends کے نام سے ایک قسط میں نبی ﷺ کی شخصیت کو تضحیک کا نشانہ بناتے ہوئے شدت پسند کہا گیا ہے اور ان کا کارٹون بنا کر انہیں بم دھماکے کرنے والا دکھایا گیا ہے، اس کارٹون میں نا صرف نبی ﷺ بلکہ ہر مذہب کے پیشوا کا کارٹون بنا کر ان کا مذاق اڑایا گیا ہے۔

[1] https://www.youtube.com/watch?v=pnhcZWZ90uM , Accessed on 9-6-2021, Time: 09:14

اثرات

9 دسمبر 2010ء کو یہ پروگرام یوٹیوب پر نشر ہوا اور اس کے ناظرین کی تعداد 118,744 تھی اور اسے 673 افراد نے پسند کیا[1]

ایریل کا اشتہار

حال ہی میں کپڑے دھونے والے صرف "ایریل" کا اشتہار نشر ہوا کہ جس میں نہ صرف قرآنی آیات کا صراحت کے ساتھ مذاق اُڑایا گیا ہے بلکہ معاشرے کی لڑکیوں کو یہ پیغام دیا گیا ہے کہ بغاوت کر کے گھروں سے باہر آؤ کیونکہ گھروں میں رہنا اب تمہارے شایانِ شان نہیں ہے۔ اس اشتہار میں یکے بعد دیگرے چار جملے لکھے ہوئے آتے ہیں

تم ایک لڑکی ہو۔۔۔

پڑھ لیا اب گھر سنبھالو۔۔۔

لوگ کیا کہیں گے۔۔۔

چار دیواری میں رہو۔۔۔

آگے پاکستان کرکٹ ٹیم کی کپتان کہتی ہے کہ "یہ صرف جملے نہیں داغ ہیں۔۔۔ پر یہ داغ ہمیں کیا روکیں گے۔۔۔"

سورہ احزاب کی آیت 33 کا مذاق اُڑایا گیا ہے کہ جس میں خواتین کو گھروں میں بیٹھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

الیکٹرانک میڈیا کے اثرات

مختلف ماہرینِ ابلاغیات کے مطابق تمام ذرائع ابلاغ کی بنسبت عوم الناس پر الیکٹرانک میڈیا کے سب سے زیادہ اثرات رونما ہوتے ہیں اور اس میں بھی ٹیلی ویژن اور فلم انسانی رویے پر دیر تک اپنا گہرا تاثر چھوڑتے ہیں

پروفیسر مہدی حسن اس حوالے سے لکھتے ہیں

> "مختلف مسائل پر مبنی فلمیں غیر محسوس طریقے سے فلم بینوں کی سوچ پر اثر انداز ہوتی ہیں اور وہ عملی زندگی میں وہی رویہ اور انداز اپنانے کی کوشش کرتے ہیں جو فلم میں ان کا پسندیدہ ہوتا ہے"[2]

---

[1] https://www.youtube.com/watch?v=SaicegAwPis , Accessed on 21-6-2019, Time: 17:32

[2] جدید ابلاغِ عام، ص:195

اسکی ایک وجہ تو یہ ہے کہ الیکٹرانک میڈیا سمعی اور بصری دونوں لحاظ سے اپنا پیغام پہنچاتا ہے دوسری وجہ جو اسے پرنٹ اور سوشل میڈیا سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ الیکٹرانک میڈیا کے استعمال کے لیے ناظرین کے خواندہ ہونے کی شرط نہیں ہے جبکہ پرنٹ اور سوشل میڈیا کے استعمال کے لیے ضروری ہے کہ قاری اور صارف کو کم از کم پڑھنا آتا ہو۔

مندرجہ بالا گفتگو کو اس طرح سمیٹا جاسکتا ہے کہ عصرِ حاضر میں الیکٹرانک میڈیا کسی بھی پیغام کو پہنچانے کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے، اگرچہ یہ سوشل میڈیا کے مقابلے میں مہنگا ہے لیکن اسکے اثرات زیادہ دکھائی دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مستہزئیینِ اسلام میڈیا کے اس ذریعے کو بھی استہزا کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

فصلِ سوم: سوشل میڈیا پر استہزائے اسلام اور اس کے اثرات

فصل سوم' دو مباحث پر مشتمل ہے، اس میں استہزاء اسلام کی وہ صورتیں بیان کی جائیں گی جو سوشل میڈیا پر موجود ہیں

مبحث اول: سوشل میڈیا کی تعریف و تاریخ

اس مبحث میں سوشل میڈیا کی تعریف اور تاریخ بیان کی جائے گی۔

سوشل میڈیا کی تعریف

سوشل میڈیا کی مختلف تعریفیں بیان کی جاتی ہیں، کیمبرج ایڈوانس ڈکشنری کے مطابق

"Websites and computer programs that allow people to communicate and share information on the internet using a computer or mobile phone" [1]

"ایسا ویب سائٹ اور کمپیوٹر پروگرام جو لوگوں کو کمپیوٹر یا موبائل فون کا استعمال کرتے ہوئے انٹرنیٹ پر معلومات کی تکمیل اور ان کا اشتراک کرنے کی سہولت دیتے ہیں"

مریم ویبسٹر ڈکشنری میں سوشل میڈیا کی تعریف یوں بیان ہوئی ہے

"Forms of electronic communication (such as websites for social networking and microblogging) through which users create online communities to share information, ideas, personal messages, and other content (such as videos)" [2]

" الیکٹرانک مواصلات کے ایسے ذرائع (جیسے سوشل نیٹ ورکنگ اور مائیکروبلاگنگ کے لئے ویب سائٹیں) جس کے ذریعے صارفین معلومات، خیالات، ذاتی پیغامات اور دیگر مواد (جیسے ویڈیوز) کو شیئر کرنے کے لئے آن لائن کمیونٹی تشکیل دیتے ہیں"

سوشل میڈیا سے مراد انٹرنیٹ بلاگز، سماجی روابط کی ویب سائٹس، موبائل کے ذریعے پیغامات اور دیگر ہیں، روایتی میڈیا سے تعلق رکھنے والے صحافی اور دیگر کاروباری افراد معلومات کو عوام تک پہنچانے کے لیے بڑی تعداد میں سوشل میڈیا سائٹس جیسے فیس بک، ٹوئٹر، مائی اسپیس، گوگل پلس، ڈگ، واٹس ایپ، ٹیلی گرام، انسٹا گرام اور دیگر سے جڑے ہوئے ہیں۔

---

[1] Cambridge Advanced Learner's Dictionary, P:1529

[2] Merriam Webster Dictionary, Reference books, Massachusetts, UK, 2004, P:745

سوشل میڈیا کی انفرادیت

سوشل میڈیا کو انفرادی حیثیت یوں حاصل ہے کہ اس میں جتنے سامعین اور ناظرین ہوتے ہیں اتنے ہی ناشر ہو سکتے ہیں کوئی بھی شخص بیک وقت ناشر بھی ہو سکتا ہے اور سامع اور ناظر بھی اور سوشل میڈیا کے استعمال کے لیے بجلی کی براہ راست ضرورت نہیں ہوتی البتہ انٹرنیٹ کے سگنلز کے بغیر سوشل میڈیا کا استعمال نہیں ہو سکتا

سوشل میڈیا کی تاریخ

سوشل میڈیا کا استعمال چونکہ انٹرنیٹ سے مشروط ہے اسی لیے انٹرنیٹ کے استعمال میں جیسے جیسے اضافہ ہوتا گیا وہیں سوشل میڈیا کی ضرورت بھی محسوس کی گئی لہٰذا اکیسویں صدی کے آغاز میں یک بعد دیگرے سوشل میڈیا کی ویب سائٹس لانچ ہونا شروع ہو گئیں

2004ء میں جی میل کا آغاز ہوا جس کے بعد ہی سوشل میڈیا پر سرگرمیاں شروع ہو گئیں، سوشل میڈیا کی مشہور ویب سائٹس اور ایپس میں یوٹیوب، فیس بک، ٹویٹر اور واٹس ایپ شامل ہیں

یوٹیوب

14 فروری 2005ء کو ویڈیوز پیش کرنے والی ویب کا آغاز ہوا جس کا ہیڈ کوارٹر کیلیفورنیا[1] یونائیٹڈ اسٹیٹ میں ہے، اس ویب سائٹ پر ویڈیوز ڈاؤنلوڈ اور اپلوڈ دونوں کی جا سکتی ہیں ، 16 سے زائد زبانوں میں یہ ویب سائٹ موجود ہے

فیس بک

عالمی سطح پر فیس بک Face book سماجی رابطوں میں سرفہرست ہے فیس بک کا آغاز ۴ فروری 2004ء میں کیمبرج مسیاچیوٹ یونائیٹڈ اسٹیٹ میں ہوا۔ اس کا ہیڈ کوارٹر "مینلو پارک کیلیفورنیا میں کیا گیا۔ اس کے بانی مارک زکربرگ، ڈسٹن موسکووٹز، ایڈوارڈو سیورین اور میک کالم چیرس ہگز ہیں

ٹویٹر

ٹویٹر کا آغاز 21 مارچ 2006ء میں کیا گیا۔ یہ آن لاین نیوز اور سوشل نیٹ ورکنگ سروس ہے

---

[1] کیلیفورنیا ریاستہائے متحدہ امریکا کی سب سے گنجان آباد ریاست ہے، اس کی آبادی تین کروڑ کے قریب ہے، سکرامنٹو اس کا دارالحکومت ہے

ٹویٹر ایک مائیکرو بلاگنگ ویب سائٹ ہے، جو مختصر انداز میں طور پر اظہارِ رائے کا ذریعہ ہے اس ویب سائٹ پر ایک سو چالیس حروف میں گفتگو کی جاسکتی ہے جسے ٹویٹ کا نام دیا گیا ہے۔

بلاگز

بلاگز ایک ذاتی ڈائری کی طرح ہوتا ہے جو انٹرنیٹ پر لکھی جاتی ہے، بلاگز ویب سائٹ کی ہی ایک قسم ہے جس میں ذوق اور شوق کے مطابق تحریر اور تصویر کے ذریعے خیالات، تجربات اور معلومات لکھی جاتی ہیں، گزرتے وقت کے ساتھ کتاب کے مطالعے کے رجحان میں کمی آرہی ہے، ایسی صورت میں اپنے نظریات دوسروں تک مختصر انداز میں، کم خرچ اور کم وقت میں پہنچانے کا بہترین ذریعہ بلاگز ہیں

واٹس ایپ

واٹس ایپ بھی سوشل میڈیا ہی کی ایک قسم ہے جس کو اسلام کی ترویج واشاعت کے لیے احسن انداز میں استعمال کیا جاسکتا ہے

واٹس ایپ (What's App) اسمارٹ فونز کے فوری پیغام رسانی کی ایک خدمت ہے۔ ٹیکسٹ پیغام رسانی کے علاوہ، صارفین کو ایک دوسرے کو تصاویر، ویڈیو، اور صوتی پیغامات بھی بھیج سکتے ہیں، واٹس ایپ کی بنیاد دو سابقہ یاہو ملازمین جین کوم اور ان کے ساتھی برائن ایکٹن نے 2009ء میں رکھی، وٹس ایپ اس وقت دنیا کی سب سے مقبول موبائل انٹرنیٹ میسجنگ سروس ہے۔

> "فروری 2016 میں وٹس ایپ نے اعلان کیا ہے کہ اس کے ماہانہ فعال صارفین کی تعداد ایک ارب سے تجاوز کر چکی ہے، یعنی اس وقت دنیا میں ہر ساتواں انسان واٹس ایپ کا صارف ہے اس کمپنی کا کہنا ہے کہ اس کے پاس روزانہ دس لاکھ نئے صارف رجسٹر ہو رہے ہیں" [1]

[1]/ https://ur.wikipedia.org/wiki, Accessed on 1-7-2019, Time: 7:12

مبحث دوم: سوشل میڈیا پر استہزائے اسلام اور اثرات

سوشل میڈیا کا استعمال چونکہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کی بنسبت نہایت آسان ہے اس لیے مستہزئین اسلام اس میڈیم کو مستقل مزاجی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں، اس مبحث میں ایسی سرگرمیوں اور اُن کے اثرات کو بیان کیا جائے گا۔ اس کے لیے فیس بک اور ٹویٹر کا استعمال زیادہ سہل ہے

فیس بک

امریکہ کی مولی نورس(Molly Norris) نامی ایک کارٹون ساز خاتون نے نبی ﷺ کا ایک معیوب کارٹون بنایا، اس نے مختلف حقیر چیزوں کو نبی ﷺ کی صورت میں تجسیم کیا اور اسے ایک متن کے ساتھ فیس بک پر پیش کر دیا۔ اس متن میں اس نے لوگوں کو 25 مئی 2010ء سالانہ ہر شخص محمد کی تصویر بنائے(Everybody Draw Muhammad Day) کا دن بنانے کی دعوت دی

اس کے ساتھ ہی مولی نورس نے ایک گروپ Citizen against Honor(عزت و حرمت کے خلاف لوگ) تشکیل دیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ آزادئ اظہار رائے کے نام پر ہر شخص کو اس بات پر ابھارا جائے کہ وہ نبی ﷺ سمیت کسی بھی نبی کا خاکہ بنا سکے، اس نے ایک دعوت نامہ جاری کیا جس میں گلاس، کپ اور دیگر روزمرہ کی مستعمل اشیاء کے خاکے بنا کر لکھا کہ جس طرح ان اشیاء کی تصویر اور خاکے بنانے میں کوئی قباحت نہیں ہے اسی طرح انبیاءؑ کے خاکے بنانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے

یہ ایک انداز ہے جسے وقتاً فوقتاً اپنایا جاتا ہے کبھی کوئی پیج بنا کر اور کبھی کسی مقابلے کے انعقاد کا اعلان کر کے ناستک ناستک کے نام سے فیس بک پر ایک ملحد کا اکاؤنٹ موجود ہے جس نے 4 جولائی 2019ء کو یہ پوسٹ لگائی

"خیالی خدا کے تمام انبیا میں محمد سب سے بڑا بے وقوف تھا"[1]

اثرات: اس پوسٹ کو 193 افراد نے لائک کیا اور 15 نے شئیر کیا

اس طرح کی پوسٹیں بھی آئے دن فیس بک کی زینت بنی رہتی ہیں

یونس خان احمدانی نامی ملحد نے 12 ستمبر 2019ء کو اسلام بمکالمہ ملحد نامی پیج پر یہ پوسٹ شئیر کی

---

[1] https://www.facebook.com/nastik.nastik.399?__tn__=%2CdC-R-R&eid=ARC-uRdTfiy0TliNwF2OEuspu8nomy5DfO0yVBn6KeUygvfYDKZBD3m7iS6QsGdILaS0InMHyvAA6c2Q&hc_ref=ARTjjyK6wkVqPuvp94cm87KhUJwZo1SVMijJzeST8f9WItRBVpTpiRLlpT_IgS4WBWo&fref=nf, Accessed on 24-5-2019, Time: 15:22

"اسلام میں نام بگاڑنا بڑا گناہ ہے۔۔ گالیاں دینا بھی۔۔ مگر محمد صاحب نے عمر ابن حشام کا نام بگاڑ کر ابو جہل رکھ دیا۔۔ ادھر اسلام کا اللہ قرآن میں لعنتیں ملامتیں، گالیوں کی بھرمار کرتا رہتا ہے۔۔ تیرے ہاتھ ٹوٹیں تیرے پاوں ٹوٹیں ابو لہب ،لعنت ہو وغیرہ وغیرہ جیسی گالیاں اسلامی اللہ نے ہی جیسے ایجاد کی ہوں۔یقین نہیں آتا تو قرآن کا ترجمہ پڑھ لیں۔۔ مومنین بھی ان کے نقشے قدم پر عمل کر کے گالیاں دینے میں خاص مہارت رکھتے ہیں"[1]

اثرات: اس پوسٹ کو212 نے لائک کیا، ساتھ ہی 22 نے مزید شئیر کیا

پروین شیر از نامی خاتون نے 'ملحد کی دنیا نامی پیج پر یہ پوسٹ لگائی ہے

"قرآن منوانے کے لیے گردنیں اُتارنی پڑتی ہیں کیونکہ یہ جھوٹ ہے، فزکس کی کتاب کو ساری دنیا بغیر کسی غزوے کے مانتی ہے، کیونکہ یہ سچ ہے"[2]

اثرات: اس پوسٹ کو302 نے لائک کیا، ساتھ ہی 17 نے مزید شئیر کیا

ان حضرات کو قرآنی آیت ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾[3] کا حوالہ دیکر غزوات کا اصل پس منظر، اسباب اور طریقہ کار سے روشناس کرانے کی ضرورت ہے

پاکستانی فری تھنکرز کے پیج پر تازیانہ نامی اکاونٹ سے ایک پوسٹ کی گئی ہے جس کے مطابق

"اسلام کے نزدیک سب سے بہادر شخص وہ ہے جو موت کے خوف کے باعث اپنے نائب کے پیچھے جا چھپے اور کہے میرے ماں باپ تجھ پر قربان -- تیر چلا"[4]

اس پوسٹ میں احد کا حوالہ دیکر مذاق اڑایا گیا ہے

اثرات: اس پوسٹ کو156 افراد نے لائک کیا، ساتھ ہی 36 نے مزید شئیر کیا

---

[1] https://www.facebook.com/groups/islaminstitute2/?ref=nf_target&fref=nf Accessed on 2-3-2019, Time: 7:12

[2] https://www.facebook.com/groups/603802026618546/?ref=nf_target&fref=nf Accessed on 1-6-2019, Time: 1:32

[3] سورۃ البقرہ:2/256

[4] https://www.facebook.com/groups/PakistaniFreethinkers7/?ref=nf_target&fref=nf&__tn__=kC-R, Accessed on 1-2-2019, Time: 17:42

اسلام بمکالمہ الحاد کے فیس بک پیج پر ناروے سے تعلق رکھنے والا نعمان کری لکھتا ہے

"مسلمانوں کو چاہیے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دعائیں دیں جو اس وقت کا پڑھا لکھا انسان تھا اور اسنے دو چار جھوٹی روایتیں بنا دی کہ علم حاصل کرو، وغیرہ وغیرہ جس وجہ سے آج مسلمان سوشل میڈیا پر یہ بات کرتے ہیں کہ دیکھو حضور نے یہ بات کی ہے ورنہ حضور کو تو پڑھائی لکھائی، علم سے کوئی دلچسپی ہوتی تو آج سائنس اور تعلیم اور فلسفہ کی کتابوں میں ان کا نام چل رہا ہوتا"[1]

اثرات: اس پوسٹ کو 123 افراد نے لائک کیا، ساتھ ہی 4 نے مزید شئیر کیا

ملحد عارف الدین ملحد کی یہ پوسٹ 23 جنوری 2019 کو فیس بک پر لگی ہے

"سوال: پنجوقتہ نماز کیا ھے؟

جواب: مجُوس کی مُشابہت میں ایک غیر قرآنی مشق!

سوال: نماز کی اذان کیا ھے؟

جواب: غیر واقعی اور غیر قرآنی کلمات کی چیختی ہُوئی تکرار"[2]

اثرات: اس پوسٹ کو 98 نے لائک کیا۔

حُر نقوی نامی ملحد نے پاکستانی فری تھنکرز کے پیج پر 19 جولائی 2020ء کو یہ پوسٹ کی جسے 57 افراد نے لائک کیا اور 6 نے شئیر کیا

"پیارے پیارے میٹھے میٹھے نبی محمد عربی جی کی زندگی کسی فاسٹ باؤلر جیسی تھی۔ پہلی وکٹ 25 ویں اوور میں ملی لیکن یہ اووپننگ وکٹ ان کے باؤلنگ کریئر کیلئے بہت اہم تھی۔ اگلی وکٹ ملنے میں 25 مزید اوور گزر گئے لیکن دوسری وکٹ لیتے ہی انہوں نے ایسا طوفانی باؤلنگ سپیل کروایا کہ سب کے چھکے چھڑا دیئے۔ آخری 10 اوورز میں 9 وکٹیں لیں جن میں ہر طرح کی بیٹس وومن ان کا شکار بنیں۔ اس طوفانی سپیل میں 2 ہیٹ ٹرکس (ایک سال میں 3) بھی شامل ہیں۔ لیکن پھر ایمپائر (اللہ سبحانہ تعالیٰ) نے انہیں

---

1 https://www.facebook.com/groups/islaminstitute2/?multi_permalinks=1508977829242140&notif_id=1569305167944877&notif_t=group_highlights, Accessed on 21-6-2019, Time: 11:32

2 https://www.facebook.com/groups/PakistaniFreethinkers7/?notif_id=1548760065987786&notif_t=group_r2j_approved&ref=notif, Accessed on 11-4-2019, Time: 14:22

بتایا کہ یہ تو ایک ون ڈے میچ ہے، ٹیسٹ کھیلنے کا کوئی چانس نہیں اس لئے اب بس کریں اور اوپر تشریف لائیں جہاں آپ کو لامحدود ٹیسٹ میچ کھیلنے کا موقع ملے گا"[1]

یہاں فیس بک پر ہونے والے استہزائے اسلام کی چند صورتیں بیان کی گئی ہیں جسے پسند بھی کیا جاتا ہے اور مزید شئیر بھی کیا جاتا ہے

ٹویٹر

ٹویٹر پر "علامہ خیام"، "ابن حسن"، "نورین حیدر"، "ٹھا" اور "بھینسا" کے نام سے مختلف اکاؤنٹ موجود ہیں جو آئے دن استہزا کے مرتکب ہوتے ہیں

"ٹھا" کے اکاؤنٹ سے 8 اگست 2020ء کو یہ پوسٹ لگائی گئی جس میں اسلام کو جنگلیوں کے مذہب سے موسوم کیا گیا ہے

"اسلام کو غیر عربی آرٹ اور کلچر سے شدید نفرت ہے اسی لیے ہم اسے جنگلیوں کا مذہب کہتے ہیں"[2]

اثرات: اس پوسٹ کو 16 افراد نے لائک کیا اور 5 نے ری ٹوئٹ کیا

Ignored Reality is not what you see & think کے عنوان سے ٹویٹر پر ہی ایک اکاؤنٹ چلایا جا رہا ہے جس سے 14 ستمبر 2020ء کو یہ پوسٹ کی گئی

"خدا سائنس اور بگ بینگ تھیری پر آج تک بہت کچھ کہا گیا۔ خدا بھی تھا سائنس بھی سہی ہے اور بگ بینگ تھیری بھی سہی ہے۔ اب ہوا یہ کی بگ بینگ کا پٹاخہ پھٹا تو خدا نے چلا کر کائنات بنادی۔ پر انڈر ایسٹیمیٹڈ سیفٹی میئیرز میں خدا اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا کچھ لوگ اب بھی اسے زندہ سمجھ رہے ہیں"[3]

اثرات: اس پوسٹ کو 36 افراد نے لائک کیا اور 13 نے ری ٹوئٹ کیا

اس طرح کی مختلف بیہودہ اور جاہلانہ پوسٹیں آئے دن ٹویٹر کی زینت بنتی ہیں

ٹویٹر پر قمر احمد سرمد کے نام سے ایک ملحد اپنا اکاؤنٹ چلا رہا ہے جو اپنے آپ کو سابقہ مسلم کہتا ہے، اس نے ستمبر 2019ء میں یہ پوسٹ لگائی

---

[1] https://web.facebook.com/photo.php?fbid=280932406526192&set=a.102254704393964&type=3&theater&ifg=1 Accessed on 1-8-2019, Time: 7:12

[2] https://twitter.com/rananast/status/1292172142373732352 Accessed on 28-9-2020, Time: 3:49

[3] https://twitter.com/Ray02160378 Accessed on 28-9-2020, Time: 2:59

اگر آج کوئی شخص خود تو گیارہ گیارہ بیویاں اور تیئس لونڈیاں رکھے مگر اپنے مرنے سے قبل اپنی جوان سال بیوہ کے لئے دوسرے نکاح کے تمام امکانات بند کر جائے تو آپ ایسے شخص کو کیا کہیں گے؟"[1]

اثرات: جس کے جواب میں 81٪ لوگوں نے گھٹیا اور خود غرض کہا جبکہ 19٪ نے ایثار اور رحمت کا پیکر کہا

اس طرح کی استہزا پر مشتمل بیشمار ٹویٹس ہیں جس مختلف اکاؤنٹ سے آئے دن سامنے آتی ہیں، پی ٹی اے کو شکایت کی صورت میں یہ اکاؤنٹس بند بھی ہو جاتے ہیں جیسے کافرہ کے نام سے چلایا جانے والا اکاؤنٹ اب بند ہو گیا ہے لیکن مستہزئینِ اسلام نام تبدیل کر کے دوسرے اکاؤنٹ سے اپنے مشن کو جاری رکھتے ہیں

بلاگز

بلاگز کو انٹرنیٹ کی ڈائری کہا جاتا ہے اسلیے اسلام کا مذاق اُڑانے کے لیے اسے بھی استعمال کیا جاتا ہے

مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے والے "شعوری ملحد کی ڈائری" کے عنوان سے ایک ملحد سید فراز الٰہی رضوی جرأت تحقیق نامی ویب سائٹ پر لکھتا ہے

> "میں نے ٹی وی شوز پہ فون کرنے کی جگہ خود قران مجید فرقان حمید سے راہنمائی لینے کا فیصلہ کیا جس کے بارے میں اس کے مصنف / مصنفین کا دعوی ہے کہ اسے سمجھنے کے لئے آسان بنا دیا گیا ہے۔ زندگی کا مقصد معلوم کرنے کے لئے تاج کمپنی کا جنت کی مشینوں پہ شائع کردہ مبینہ کلام الٰہی کا نسخہ کھولا تو پتہ چلا کہ جن و انس کو اللہ نے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ ذہن میں سوال اٹھا تو فرشتوں کو کیا دہی لانے کے لئے پیدا کیا تھا اور ایک خالق کو خود ہی انسان بنا کر انھیں پانچ بار جھکانے میں کیا دلچسپی ہو سکتی ہے تو جواب میں محلے کی مسجد کے مولوی عبد الغفور فاضل درس نظامی کا بیان ذہن میں آیا کہ زیادہ سوالات انسان کو کفر کے قریب لے جاتے ہیں"[2]

اثرات: اس تحریر کو 31453 مرتبہ پڑھا گیا ہے

---

[1] https://twitter.com/QamarAhmedSarm1 Accessed on 28-9-2020, Time: 2:35

[2] https://realisticapproachblog.wordpress.com/2017/06/24/%d9%85%d8%b3%d9%84%d9%85%d8%a7%d9%86-%da%af%da%be%d8%b1%d8%a7%d9%86%db%92-%d9%85%db%8c%da%ba-%d9%be%db%8c%d8%af%d8%a7-%db%81%d9%88%d9%86%db%92-%d9%88%d8%a7%d9%84%db%92-%d8%b4%d8%b9%d9%88%d8%b1%db%8c/, Accessed on 21-3-2019, Time: 8:32

مبشر علی زیدی بلاگرز کی ویب سائٹ مکالمہ پر استہزا خدا کرتے ہوئے 4مارچ 2018 کو "مہنگا خدا" کے عنوان سے یہ بلاگ لکھتا ہے

"یہ غریبوں کا خدا ہے۔ ہر وقت غصے میں رہتا ہے۔ آتے جاتے ڈانٹتا رہتا ہے۔ اسے مطمئن کرنے کے لیے دن میں پانچ بار نماز اور ایک سپارہ پڑھنا پڑتا ہے۔ رمضان کے تیس روزے لازمی ہیں۔ اپنے سر پر ٹوپی اور بیوی کے سر پر ٹوپی والا برقعہ رکھنا پڑتا ہے۔ اس کی جنت چھوٹی ہے، جہنم بہت بڑا ہے۔ اس کے ساتھ دو چار مولوی لے جانا پڑیں گے"[1]

اثرات: اس تحریر کو 41966 مرتبہ دیکھا گیا ہے

جرأت تحقیق نامی ویب سائٹ پر ایک ملحد سید امجد حسین انتہائی مغلظات کا استعمال کرتا ہے۔ وہ اس عنوان سے 24 جون 2017ء کو ایک بلاگ لکھتا ہے "پھر یوں ہوا کہ اہل مکہ نے محمد کے ساتھ KBC کھیلا

"افسوس غلط جواب۔ محمد کے خدا کو پتہ نہیں کہ وہ تین تھے، چار تھے، پانچ تھے یا سات۔ پھر یہ بڑھکیں مارنا کہ اللہ ہی جانتا ہے، اگر جانتا ہے تو آئیں بائیں شائیں کرنے کی ضرورت کیا ہے، بتا کیوں نہیں دیتا"[2]

اثرات: اس تحریر کو 2342 مرتبہ دیکھا گیا ہے

یوٹیوب

ویڈیوز کے حوالے سے شہرت پانے والی ویب سائٹ یوٹیوب پر بھی اسلام کا تمسخر اُڑانے کی کوششیں کی جاتی ہیں

"یوٹیوب پر ایک کارٹون فلم عائشہ اور محمد کے عنوان سے 7 اگست 2018ء کو اپ لوڈ کی گئی"[3]

45 منٹ پر مشتمل اس ویڈیو میں محمد ﷺ کو نعوذ باللہ جنس پرست دکھایا گیا ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا سے بلوغت سے پہلے زبردستی بغیر ان کی والدہ کی رضامندی کے نکاح کرتے ہوئے دکھایا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو ایک مظلوم بیوی اور محمد ﷺ کو ایک ظالم شوہر کی صورت میں دکھایا گیا ہے

---

[1] https://www.mukaalma.com/24027, Accessed on 5-6-2019, Time: 7:37

[2] https://realisticapproachblog.wordpress.com/2017/06/24/%da%a9%da%be%db%8c%d9%84%d8%a7-kbc-%d9%be%da%be%d8%b1%db%8c%d9%88%da%ba-%db%81%d9%88%d8%a7-%da%a9%db%81-%d8%a7%db%81%d9%84-%d9%85%da%a9%db%81-%d9%86%db%92-%d9%85%d8%ad%d9%85%d8%af-%da%a9 , Accessed on 30-6-2019, Time: 8:12

[3] https://www.youtube.com/watch?v=Q5PW-v1qFeg , Accessed on 2-7-2019, Time: 12:32

اثرات:6608افراد نے اسے دیکھا،169 نے پسند اور 91 نے ناپسند کیا

شام سے تعلق رکھنے والی وفا سلطان پیشے کے لحاظ سے میڈیکل ڈاکٹر اور سائیکیٹرسٹ ہیں۔ اسلام پر تنقید کرنا اور استہزا کرنا ان کی وجہ شہرت ہے،2009ء میں ایک کتاب "A God Who Hates" کے نام سے لکھی ہے

29 مئی 2008ء کو الحیات ٹی وی پر انٹرویو دیتے ہے کہتی ہیں

"I don't view Islam as a religion according to my notion of religion, Islam is a political doctrine, which imposes itself by force. Any doctrine whatsoever that calls to kill those who do not believe in it is not a religion, it is a totalitarian doctrine that imposes itself by force.
When I read, for example, the verse: The adulterer and the adulteress – flog each of them with a hundred strips, and don't let compassion for them move you. It strips them of their spirituality as well I don't discern any spirituality in this verse, when a certain faith manages to strip its believers of their last grain of compassion" [1]

"میں اپنے مذہب کے تصور کے مطابق اسلام کو ایک مذہب کے طور پر نہیں دیکھتی، اسلام ایک سیاسی نظریہ ہے، جو خود کو زبردستی مسلط کرتا ہے۔ کوئی بھی نظریہ جو بھی اس کے نہ ماننے والوں کو مارنے کا مطالبہ کرتا ہے وہ دین نہیں ہے، یہ ایک مطلق العنان عقیدہ ہے جو اسے طاقت کے ذریعہ مسلط کرتا ہے۔ جب میں پڑھتی ہوں، مثال کے طور پر، یہ آیت: زانی مرد اور زانی عورت ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے ماریں، اور ان کے لئے ہمدردی نہ ہونے دیں۔ اس سے ان کی روحانیت ختم ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی میں اس آیت میں روحانیت کا بھی اندازہ نہیں کرتی ہوں، جب کوئی عقیدہ اپنے مومنین کو ان کے آخری دانے تک شفقت سے محروم کر دیتا ہے"

اثرات:8منٹ 33 سیکنڈ کے اس ویڈیو کلپ کو 20,905افراد نے دیکھا ہے، 212افراد نے پسند اور 45 نے ناپسند کیا ہے

سوشل میڈیا کی ویب کی پالیسی

سوشل میڈیا کی دنیا میں ٹویٹر (Twitter) ایک پروفیشنل ویب سائٹ سمجھی جاتی ہے کہ جس پر دنیا بھر کے مؤثر افراد کا اکاؤنٹ موجود ہوتا ہے، ٹویٹر کی جنوری 2012ء کی پالیسی کے مطابق ٹویٹر پر کوئی ایسا پیغام یا ٹویٹ جو کسی ملک کے قانون کی

[1] https://www.youtube.com/watch?v=yuFJucQUyKY, Accessed on 7-3-2019, Time: 7:22

خلاف ورزی کرتا ہو تو انہیں مقامی طور پر بلاک کر دیا جاتا ہے۔ اس سائٹ نے جرمن حکومت کی سفارش پر نازی نظریہ کے علمبر دار کے ٹویٹر اکاؤنٹس بلاک کر دیے ہیں اس کے بعد جرمنی میں نازیوں کے اکاؤنٹس نہیں دیکھے جاسکتے لیکن باقی دنیا میں دیکھے جاسکتے ہیں یہ عمل آزادی اظہار رائے کے خلاف جرمنی جیسے ملک میں ظہور پذیر ہوا ہے۔ اسی طرح فیس بک کی بھی دوغلی پالیسی اس وقت سامنے آتی ہے کہ جب فیس بک کے صارفین نے اپنی ڈی پی کشمیری مجاہد برہان مظفر وانی کی لگائی تو فیس بک انتظامیہ نے بغیر کسی اطلاع کے ایسے صارفین کے اکاؤنٹ بلاک کر کے آزادی اظہار کے فلسفے کی دھجیاں اڑا دیں۔

درج بالا کلام سے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اپنا مطمع نظر دوسروں تک پہنچانے کے لیے نسبتاً آسان ذریعہ سوشل میڈیا کا ہے جس کے صارفین میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے یہی وجہ ہے کہ استہزائے اسلام کے لیے عصر حاضر میں اس ذریعہ کو مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں اس حوالے سے نہ صرف مثبت قانون سازی بھی ہوئی ہے بلکہ حوصلہ افزا اقدامات بھی کیے جاتے ہیں

استہزائے اسلام کے لیے کام کرنے والے منظم ادارے

عصرِ حاضر میں ایسے منظم ادارے بھی موجود ہیں جو منظم طریقے سے استہزائے اسلام کے لیے کام کر رہے ہیں

بلڈر برگ گروپ

جنگ عظیم دوم کے بعد بننے والا ادارہ بلڈر برگ گروپ دنیا کے مالیاتی اداروں کی نمائندگی کرتا ہے جو امریکی اور برطانوی رہنماؤں کی رہنمائی سے مختلف پالیس مرتب کرتا ہے، 5 تا 8 مئی 2005ء کو اسی گروپ نے ایک کانفرنس جنوبی جرمن ریاست بیویریا[1] میں ڈورنٹ سوفٹل سی ہوٹل میں منعقد ہوئی، اس کانفرنس کے شرکاء میں مائیکل لیڈین، رچرڈ پرلے اور ولیم لتی بھی شامل تھے، یہ تینوں اسلام کے خلاف جنونی مزاج رکھتے ہیں اور ان کے عدالتوں میں مقدمات بھی چل رہے ہیں ،اس کانفرنس میں دیگر مشہور شخصیات کے علاوہ Anders Eldrup[2] بھی شریک تھے جو کہ Merete Eldrup کے شوہر ہیں اور یہ خاتون جیلینڈر پوسٹن / پولیٹیکنز ہس نامی اس پبلیکیشنز فرم کی مینیجنگ ڈائریکٹر تھیں جس نے سب

---

[1] یہ جرمنی کا تیسرا بڑا شہر تصور ہے جس کی کل آبادی سوا کروڑ کے لگ بھگ ہے

[2] 30 اکتوبر 1948ء کو ڈینمارک میں پیدا ہونے والے اینڈرز ایلڈرپ (Danish Oil and natural Gas (Dong کے چیئرمین ہیں اور بلڈر برگ گروپ کی کانفرنس کے مستقل شریک ہیں

سے پہلے توہینِ رسالت ﷺ پر مبنی کارٹون کی اشاعت کی تھی ، اس حوالے سے ویبسٹر گریفین اپنے واشنگٹن ڈی سی میں چھپنے والے آرٹیکل میں لکھتا ہے

"Atlanticist oligarchs at the meeting of the Bilderberger group held from May 5 to May 8, 2005" [1]

"اس کے ناقابل تردید شواہد موجود ہیں کہ گستاخانہ خاکے پیش کرنے کا منصوبہ بلڈر برگر گروپ کی اسی کانفرنس میں پیش کیا گیا جو 5 مئی تا 8 مئی 2005ء منعقد ہوئی"

وہ مزید اس کے مقاصد بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے

"In recent years, Moslem and Arab resentment for the various crimes of imperialism has been directed primarily against the United States, the United Kingdom, and Israel. What is new about the present crisis is that Denmark, Norway, France, and Germany are the main targets this time, while the usual suspects in London and Washington can remain in the background and hypocritically condemn the inflammatory cartoons. The result has been a massive degeneration of the ideological climate of Europe in favor of militant racism in the form of the Samuel Huntington War of Civilizations"

"حالیہ برسوں میں، سامراج کے مختلف جرائم کے بارے میں مسلمان اور عرب کی ناراضگی کا مرکز امریکہ، برطانیہ اور اسرائیل رہا ہے، موجودہ بحران کے بارے میں جو نئی بات ہے وہ یہ ہے کہ اس بار ڈنمارک، ناروے، فرانس اور جرمنی اہم اہداف ہیں جبکہ لندن اور واشنگٹن میں معمول کے مشتبہ افراد پس منظر میں رہ سکتے ہیں اور اشتعال انگیز کارٹونوں کی منافقانہ مذمت کرسکتے ہیں۔ اس کے نتیجے کے طور پر سموئیل ہنٹنگٹن کے تہذیبوں کے تصادم کے نظریہ کو حقیقت ثابت کرنے کے لیے راہ ہموار ہو گئی ہے"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی گستاخی جیسے واقعات محض اتفاقی حادثہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے پیچھے عمیق منصوبہ بندی کی جاتی ہے ساتھ ہی اس کے متوقع رد عمل کے حوالے سے بھی فوائد سمیٹنے کا مکمل انتظام کیا جاتا ہے

[1] The Mohammed Cartoons, Webster Griffin Tarpley Washington Dc, Feb 8, 2006

استہزائے اسلام کے مستعمل ذرائع اور ان کے اثرات

استہزائے اسلام کے معاشرے پر کیا اثرات رونما ہوتے ہیں اس حوالے سے ایک مختصر سوالنامہ جاری کیا گیا جو زندگی کے مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے 200 افراد سے بھروایا گیا ہے، اس میں استہزائے اسلام سے متعلقہ چھ سوالات پوچھے گئے ہیں۔

اس سوالنامے کے سوالات اور نتائج درج ذیل ہیں

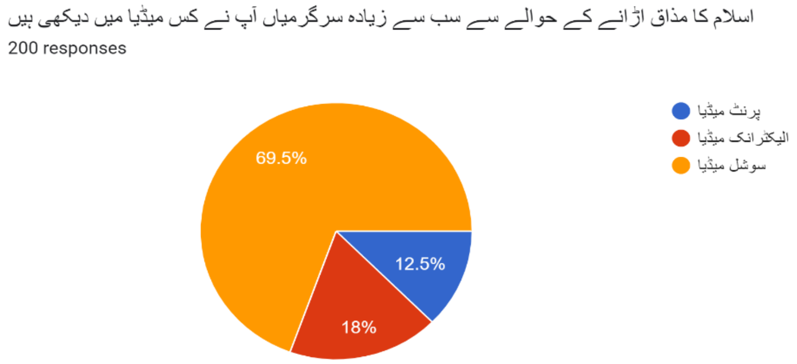

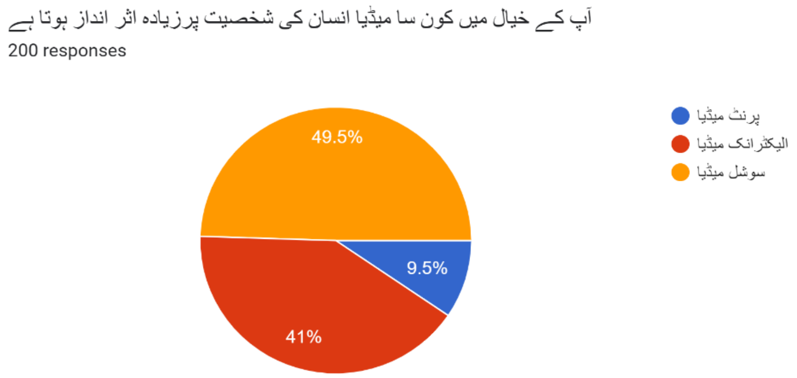

ستمبر 2005ء کو سب سے پہلے ڈینمارک کے اخبار میں توہین آمیز خاکے شائع ہوئے تو آپ کارد عمل کیا تھا 30

200 responses

اگست 2018 ء میں جب ہالینڈ کے پارلیمنٹیرین نے گستاخانہ خاکوں کے مقابلے کا اعلان کیا تو آپ کا رد عمل کیا تھا ؟

200 responses

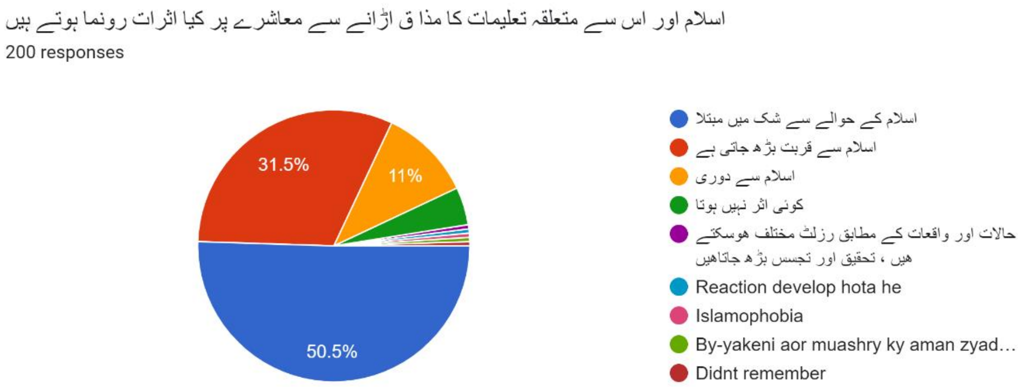

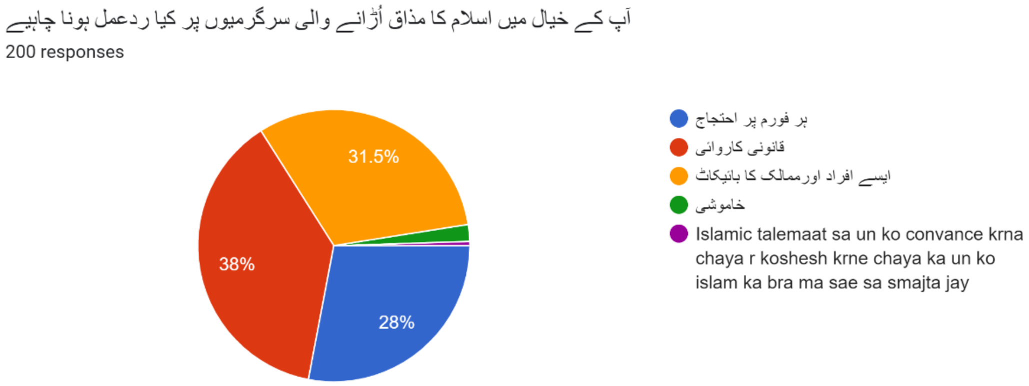

پہلا سوال: اسلام کا مذاق اڑانے کے حوالے سے سب سے زیادہ سرگرمیاں آپ نے کس میڈیا میں دیکھی ہیں؟

اس کے جواب میں 139 افراد جو کہ 59.5٪ بنتا ہے نے سوشل میڈیا کو استہزا کی سرگرمیوں کا محور قرار دیا ہے

دوسرا سوال: آپ کے خیال میں کون سا میڈیا انسان کی شخصیت پر زیادہ اثر انداز ہوتا ہے؟

اس کے جواب میں 99 افراد جو کہ 49.5٪ بنتا ہے نے سوشل میڈیا کو سب سے مؤثر ذریعہ قرار دیا ہے

تیسرا سوال: 30 ستمبر 2005ء کو سب سے پہلے ڈینمارک کے اخبار میں توہین آمیز خاکے شائع ہوئے تو آپ کا ردعمل کیا تھا؟

اس کے جواب میں 145 افراد نے جو کہ 72.5٪ بنتا ہے نے جواب دیا کہ ہمیں اس واقعے پر شدید غصہ آیا تھا

چوتھا سوال: اگست 2018ء میں جب ہالینڈ کے پارلیمینٹیرین نے گستاخانہ خاکوں کے مقابلے کا اعلان کیا تو آپ کا ردعمل کیا تھا؟

اس سوال کے جواب میں 91 افراد نے جو 45.5٪ بنتا ہے نے کہا کہ ہمیں 2018ء میں بھی واقعے کا سن کر شدید غصہ آیا تھا جبکہ 70 افراد نے جو کہ 35٪ بنتا ہے کا جواب تھا کہ ہم جلد ہی بھول گئے تھے

پانچواں سوال: اسلام اور اس سے متعلقہ تعلیمات کا مذاق اڑانے سے معاشرے پر کیا اثرات رونما ہوتے ہیں؟

استہزائے اسلام کے اثرات کے حوالے سے 101 افراد جو کہ 50.5٪ بنتا ہے نے کہا کہ اسلام کے حوالے سے شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں

چھٹا سوال: آپ کے خیال میں اسلام کا مذاق اُڑانے والی سرگرمیوں پر کیا ردعمل ہونا چاہیے؟

اس سوال کے حوالے سے ملا جلا رجحان سامنے آیا کہ جس میں 76 افراد جو کہ 38٪ بنتا ہے نے کہا کہ قانونی کاروائی کرنی چاہیے

سوالنامے کا تجزیہ

اس سوال نامے کا تجزیہ کیا جائے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عصرِ حاضر میں سوشل میڈیا سب سے مؤثر ذریعہ ہے اور استہزائے اسلام کی زیادہ کوششیں اس وقت سوشل میڈیا پر ہی سامنے آرہی ہیں۔ مسلمان ہونے کے ناطے نبی ﷺ سے عشق مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے اس لیے توہینِ رسالت ﷺ کے معاملے پر فوری ردعمل "شدید غصے" کا سامنے آیا ہے لیکن قابلِ غور امر یہ ہے کہ ردعمل کی جو شدت 2005ء میں تھی وہ 2018ء میں نہیں رہی یعنی "شدید غصے" کے جواب کا تناسب اِن 13 سالوں میں 72.5٪ سے 45.5٪ پر آگیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تسلل کے ساتھ استہزا کی کوششیں ہونے وجہ سے ردعمل میں بھی کمی دیکھنے میں آئی ہے۔ اسی طرح یہ نتیجہ بھی سامنے آتا ہے کہ جب مکمل منصوبہ بندی اور تسلسل کے ساتھ استہزائے اسلام کی کوششیں سامنے آتی ہیں تو غیر محسوس انداز میں اسلام کے حوالے سے شکوک وشبہات جنم لینے لگتے ہیں اس لیے امتِ مسلمہ کو ان حالات میں ثابت قدم رکھنے کے لیے بالخصوص نوجوان نسل کو استہزائے اسلام کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے سنجیدہ نوعیت کے اقدامات ناگزیر ہیں۔

خلاصہ کلام

بنی نوع انسان نے ہر دور میں اپنا مدعا دوسروں تک پہنچانے کے لیے میڈیا کی کسی نہ کسی قسم کا سہارا لیا ہے، وہ چاہے پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرانک وسوشل میڈیا، اسی لیے اسلام کا مذاق اُڑانے کے لیے بھی مستہزئینِ اسلام انہی ذرائع کو استعمال کرتے ہیں۔ پرنٹ میڈیا کو ابلاغ کا سب سے قدیم اور مہذب ذریعہ سمجھا جاتا ہے، ہر دور میں اہلِ علم حضرات نے اس ذریعے کو اپنا مدعا پہنچانے کے لیے استعمال کیا ہے یہی وجہ ہے کہ استہزائے اسلام کے لیے زمانہ قدیم میں بھی اسے استعمال کیا جاتا رہا ہے اور عصر حاضر میں بھی اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ دورِ حاضر میں پرنٹ میڈیا کی کچھ جدید صورتیں بھی سامنے آئی ہیں جن میں کتب اور اخبارات کے علاوہ خاکے، پوسٹرز اور پینٹنگز کا استعمال کیا جاتا ہے۔ پرنٹ میڈیا کی یہ جدید صورتیں سہل بھی ہیں اور اس میں ناظرین کا خواندہ ہونا بھی ضروری نہیں ہے اسی لیے اکیسویں صدی میں کثیر تعداد میں

توہین آمیز خاکے شائع کیے گئے ہیں اور مختلف انداز میں اس کے مقابلوں کا انعقاد بھی کیا جاتا رہا ہے اور ان مقابلوں پر ندامت کے اظہار کے بجائے اسے آزادئ اظہار رائے کا نام دیا جاتا رہا ہے۔

الیکٹرانک میڈیا کی تعریف کے مطابق وہ تمام ذرائع جن کو استعمال کرنے کے لیے بجلی کی ضرورت ہو، پرنٹ میڈیا کے بعد الیکٹرانک میڈیا کا آغاز ہوا اور عام افراد سرعت کے ساتھ اس کی طرف راغب ہوئے۔ پرنٹ میڈیا سے مستفید ہونے کے لیے ضروری تھا کہ وہ پڑھنا جانتا ہو، اس لیے بالخصوص ناخواندہ حضرات الیکٹرانک میڈیا کی جانب متوجہ ہوئے۔ دشمنانِ اسلام نے اس میڈیا کا بھی فائدہ اُٹھایا اور استہزائے اسلام کے حوالے سے اپنی سرگرمیوں کو کبھی فلم کی صورت میں اور کبھی کارٹون کی صورت میں جاری رکھا، اسی طرح مختلف پروگرامز اور اشتہارات کے ذریعے سے بھی استہزا کیا جاتا ہے۔ الیکٹرانک میڈیا پر کوئی بھی سرگرمی کرنا یقیناً محنت طلب کام بھی ہے اور اخراجات کا تناسب بھی زیادہ ہوتا ہے

سوشل میڈیا عصر حاضر میں میڈیا کی تیسری قسم تصور کی جاتی ہے جس کا آغاز اکیسویں صدی کے اوائل میں ہوا، یہ وہ میڈیا ہے جس کے صارفین میں دن بدن تیزی کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کی انفرادیت یہ ہے کہ بیک وقت اس پر ناشر بھی ہوتے ہیں اور قاری یا ناظرین بھی، اسی لیے اس کا استعمال بھی بہت بڑھ گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کے اثرات کم ہوتے جا رہے ہیں۔ مواد زیادہ ہونے کی وجہ سے سچ اور جھوٹ کی تفریق کرنا بھی مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ سوشل میڈیا دوسرے ذرائع کی بنسبت سہل ترین ہے اسی لیے استہزائے اسلام کے لیے اسے بآسانی اور بکثرت استعمال کیا جاتا ہے۔ فیس بک پر مختلف پیجز بنا کر، مختلف پوسٹ کے ذریعے، مختلف ایونٹس کی بنیاد پر استہزا کے راستے نکالے جاتے ہیں۔ اسی طرح ٹویٹر پر توہین آمیز ٹویٹ کے ذریعے یہ کاوشیں جاری ہیں اور جس جس ملک میں اس کے حوالے سے کچھ پابندیاں عائد کی گئیں ہیں وہاں نام بدل کر مختلف آئی ڈیز بنا کر اس مشن کو آگے بڑھایا جاتا ہے۔ سوالنامے کے نتیجے میں بھی اس کا ادراک کیا گیا ہے کہ استہزائے اسلام کے واقعات امتِ مسلمہ کے لیے زہرِ قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا اس کے سدباب کے لیے مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

باب پنجم

استہزائے مذہب کے ملکی اور بین الاقوامی قوانین کا جائزہ

فصل اول: استہزائے مذہب کے ملکی قوانین کا جائزہ

فصل دوم: استہزائے مذہب کے بین الاقوامی قوانین کا جائزہ

باب پنجم: استہزائے مذہب کے ملکی اور بین الاقوامی قوانین کا جائزہ

پچھلے ابواب میں استہزائے اسلام کی مختلف صورتیں، اسباب، نظریات، اثرات اور مستعمل ذرائع پر گفتگو کرنے کے بعد باب پنجم میں ان قوانین کا تذکرہ کیا جائے گا جو استہزا کے سدباب کے لیے ملکی، دیگر ممالک اور بین الاقوامی سطح پر موجود ہیں۔

فصل اول: استہزائے مذہب کے ملکی قوانین کا جائزہ

پہلی فصل میں پاکستان میں موجود قوانین پر گفتگو کی جائے گی

مجموعہ تعزیرات پاکستان کا باب 15 مذہب سے متعلق جرائم کے حوالے سے ہے

دفعہ 295۔ کسی فرقہ کے مذہب کی بے عزتی کی نیت سے عبادت گاہ کو نقصان پہنچانا یا نجس کرنا۔

"جو کوئی کسی عبادت گاہ یا کسی شے کو، جسے لوگوں کا کوئی گروہ متبرک سمجھتا ہو، تباہ کرے یا نقصان پہنچائے یا نجس کرے اس نیت سے کہ وہ اس طرح لوگوں کے فرقے کے مذہب کی توہین کرے یا اس احتمال کے علم سے لوگوں کا کوئی فرقہ اس تباہی، نقصان یا نجس کرنے کو اپنے مذہب کی توہین سمجھے گا تو اسے دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی قید کی سزا دی جائے گی، جس کی میعاد دو برس تک ہو سکتی ہے یا جرمانہ یا دونوں سزائیں۔

جرم کے بنیادی اجزا

1- متعلقہ جگہ یا شے لوگوں کی کسی جماعت کے قریب متبرک تھی

2- ملزم نے ان کو تباہ کیا، نقصان پہنچایا یا نجس کیا ہے۔

3- ملزم نے ایسا اس نیت سے کیا ہو کہ

الف۔ کسی جماعت کے اشخاص کے مذہب کی توہین ہو، یا

ب۔ ملزم نے اس علم سے کیا کہ لوگوں کی کسی جماعت کا ایسی تباہی وغیرہ کو اپنے مذہب کی توہین سمجھنے کا احتمال تھا"[1]

مذکورہ بالا دفعہ میں وضاحت کے ساتھ یہ بیان کیا گیا ہے کہ پاکستان میں نہ صرف اسلام بلکہ کسی بھی مذہب کی توہین کی اجازت نہیں ہے اور اس کے مرتکب کو دو برس قید اور جرمانے کی سزا دی جا سکتی ہے۔ یہ دفعہ استہزائے اسلام کے سدباب کے ساتھ ساتھ اقلیتوں کو بھی مکمل تحفظ فراہم کرتی ہے اور اسلامی تعلیمات کا یہ حُسن ہے کہ وہ کسی بھی مذہب کی عبادات گاہوں کے احترام کو یقینی بناتی ہیں، نبی مہرباں ﷺ کے دور میں بھی اور بعد ازاں صحابہ کرامؓ نے بھی عبادت گاہوں کے

[1] تعزیرات پاکستان، باب 15، دفعہ 295، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، 1860ء، ص: 108

احترام کے حوالے سے خصوصی ہدایات دی ہیں۔ 9 ہجری میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد نبی ﷺ کے پاس آیا اور ان کے ساتھ ایک معاہدہ طے پایا جس کے الفاظ مذہبی آزادی اور تحفظ کی نمایاں دستاویز کی صورت میں موجود ہیں

"اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول محمد ﷺ، اہلِ نجران اور ان کے حلیفوں کے لیے اُن کے خون، ان کی جانوں، ان کے مذہب، ان کی زمینوں، ان کے اموال، ان کے راہبوں اور پادریوں، ان کے موجود اور غیر موجود افراد، ان کے مویشیوں اور قافلوں اور اُن کے استھان (مذہبی ٹھکانے) وغیرہ کے ضامن اور ذمہ دار ہیں. جس دین پر وہ ہیں اس سے ان کو نہ پھیرا جائے گا. ان کے حقوق اور اُن کی عبادت گاہوں کے حقوق میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے گی. نہ کسی پادری کو، نہ کسی راہب کو، نہ کسی سردار کو اور نہ کسی عبادت گاہ کے خادم کو خواہ اس کا عہدہ معمولی ہو یا بڑا اس سے نہیں ہٹایا جائے گا، اور ان کو کوئی خوف و خطر نہ ہو گا"[1]

یہ معاہدہ پاکستان کے قانون کی مندرجہ بالا شق کے لیے بنیادی اصول کی حیثیت رکھتا ہے

اسی طرح اس قانون میں "توہین" کی نیت کا بھی ذکر موجود ہے جو کہ ارادے کی طرف رہنمائی کرتا ہے، سادہ الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ملزم اس وقت مجرم متصور ہو گا جب وہ یہ کام ارادتاً کرے، غلط فہمی کی بنیاد پر ملزم پر یہ شق لاگو نہیں ہو گی

دفعہ 295-A دانستہ اور معاندانہ افعال جن کا منشا کسی فرقے کے مذہبی احساسات کی، اس کے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کر کے بے حرمتی کرنا ہو۔

"جو کوئی دانستہ اور معاندانہ نیت سے پاکستان کے شہریوں کے کسی فرقہ کے مذہبی احساسات کی تذلیل کے غرض سے بذریعہ الفاظ، خواہ تقریری ہوں یا تحریری یا اشاروں سے اس فرقہ کے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کرے یا توہین کا اقدام کرے، اسے دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی قید کی سزا دی جائے گی جس کی میعاد 10 سال تک ہو سکتی ہے یا جرمانہ یا دونوں سزائیں

جرم کے بنیادی اجزا

1. ملزم نے کسی خاص جماعت کے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کی کوشش یا توہین کی ہو
2. ملزم نے ایسا فعل کسی خاص جماعت کے مذہبی عقائد و احساسات کی تذلیل بذریعہ الفاظ خواہ تقریری ہو یا تحریری یا اشاروں سے کیا ہو"[2]

اسی طرح اس دفعہ میں بھی کسی بھی مذہب کی توہین اور استہزا کو چاہے وہ کسی بھی صورت میں ہو جرم قرار دیا گیا ہے اور یہ بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے

---

[1] طبقات ابن سعد، محمد بن سعد، مترجم: علامہ عبداللہ العمادی، نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی، 1968ء، ص: 1/288

[2] تعزیرات پاکستان، باب 15، دفعہ 295 اے، ص: 108

قرآن میں تو اہلِ ایمان کو مخاطب کر کے یہ کہا گیا ہے کہ کسی کے خدا کو برا بھلا نہ کہو ورنہ وہ لاعلمی میں تمہارے خدا کو برا بھلا کہیں گے۔

اہل قدس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو امان دی تھی اس کے الفاظ احترام مذہب کے لیے نمونے کی حیثیت رکھتے ہیں

"یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے عمر بن الخطاب امیر المومنین نے ایلیا کو دی۔ ان کی جانوں، ان کے اموال، ان کے کلیساؤں، ان کی صلیبوں اور ان کی ساری ملت کو امان دی گئی ہے۔ ان کے گرجوں کو بند کیا جائے نہ گرایا جائے، نہ ہی ان میں کمی کی جائے اور نہ ان کے احاطوں کو سکیڑا جائے، اور نہ ان کی صلیبوں میں کمی کی جائے اور نہ ہی ان کے اموال میں کمی کی جائے اور کسی کو اپنا دین چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے، اور نہ کسی کو تکلیف پہنچائی جائے اور نہ ان کے ساتھ (جبراً) یہودیوں میں سے کسی کو ٹھہرایا جائے (کیونکہ اس زمانہ میں مسیحی لوگوں اور یہود میں بڑی عداوت تھی)"[1]

اس امان میں بھی عبادت گاہوں کے احترام کی ہدایات دی ہیں جسے پاکستان میں قانون کا حصہ بنا دیا گیا ہے

یہ دفعہ پاکستان میں فرقہ وارانہ کشیدگی کو بھی روکنے کا باعث بن سکتی ہے اگر اس پر صحیح طریقے سے عمل کیا جائے

دفعہ 295-B- قرآن پاک کی بے حرمتی وغیرہ

"جو کوئی قرآن پاک یا اس میں سے کسی اقتباس کی دانستہ بے حرمتی کرے، نقصان پہنچائے یا بے ادبی کرے یا اسے کسی معیوب یا کسی غیر قانونی مقصد کے لیے استعمال کرے تو اسے عمر قید کی سزا دی جائے گی۔

جرم کے بنیادی اجزا

1. ملزم نے دانستہ قرآن پاک یا اس کے کسی اقتباس کی بے حرمتی کی ہو
2. ملزم نے دانستاً قرآن پاک یا اس کے کسی اقتباس کو اس طریقے سے استعمال کیا ہو جو کہ غیر قانونی اور توہین آمیز ہو"[2]

پاکستان کے معاشرے میں فطری طور پر قرآن کی حرمت کا خیال رکھا جاتا ہے اسی لیے قرآن کی بے ادبی کے واقعات شاذ و نادر ہی ملتے ہیں۔ مذکورہ دفعہ میں دانستہ کا اضافہ بھی کیا گیا ہے تاکہ صرف وہ شخص مجرم ٹھیرے گا جو جان بوجھ کر اس جرم کا ارتکاب کرے۔ یہ دفعہ بھی قرآن کی حیثیت کو تحفظ فراہم کرتی ہے

دفعہ 295-C رسول اکرم ﷺ کی بابت خلاف شان الفاظ استعمال کرنا

---

[1] تاریخ الامم والملوک، ابن جریر الطبری، مترجم: ڈاکٹر محمد صدیق ہاشمی، نفیس اکیڈمی کراچی، 2004ء، ص: 2/449

[2] تعزیرات پاکستان، باب 15، دفعہ 295بی، ص: 109

"جو کوئی الفاظ سے خواہ وہ منہ سے بولے جائیں یا لکھے گئے ہوں یا نظر آنے والے نمونوں سے یا کسی اتہام، چالاکی یا کنایہ سے، بلاواسطہ یا بلواسطہ مقدس پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے متبرک نام کی بے حرمتی کرے تو اسے موت کی یا عمر قید کی سزا دی جائے گی اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہو گا

جرم کے بنیادی اجزاء

1. ملزم نے بلاواسطہ یا بالواسطہ مقدس پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے نام کی،
2. الفاظ سے خواہ منہ سے بولے جائیں یا،
3. لکھے جائیں یا،
4. نظر آنے والے نمونوں سے یا،
5. کسی اتہام سے یا،
6. چالاکی یا،
7. کنایہ سے بے حرمتی کی ہو"[1]

یہ وہ بنیادی دفعہ ہے جس کی بنیاد پر پاکستان میں توہینِ رسالت کے مقدمے دائر ہوتے ہیں، اس دفعہ میں سزائے موت کے ساتھ عمر قید کی گنجائش بھی رکھی گئی ہے لیکن بعد ازاں توہین رسالت کی سزا صرف سزائے موت مقرر کی گئی ہے سپریم کورٹ کے سینیر ایڈوکیٹ محمد اسماعیل قریشی اپنی کتاب میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"چونکہ توہینِ رسالت کے متذکرہ بالا بل میں اہانت رسول ﷺ کی سزا' بطور حد کے سزائے موت کا مطالبہ کیا گیا تھا لیکن اس میں سزائے موت کی متبادل سزا'سزائے عمر قید جو دفعہ 295-سی میں رکھی گئ'وہ قرآن و سنت کے منافی تھی اس لیے راقم نے دوبارہ اس دفعہ سے عمر قید حذف کرنے کا مطالبہ بذریعہ شریعت پٹیشن کر دیا کہ توہینِ رسالت کی سزا بطور "حد" صرف سزائے موت مقرر رہے اور حد میں کسی قسم کی کمی یا بیشی نہیں کی جاسکتی۔ یہ شریعت پٹیشن فیڈرل شریعت کورٹ نے اپنے فیصلے 30 اکتوبر 1990ء کے ذریعے منظور کر لی اور قرار دیا کہ اہانتِ رسول ﷺ کی سزا بطور حد صرف سزائے موت ہے"[2]

پاکستان میں استہزائے اسلام کی مختلف صورتوں کے حوالے سے جو قوانین موجود ہیں وہ یقیناً شریعت کی تعلیمات سے مطابقت رکھتے ہیں اور تاریخ اسلام سے بھی ثابت ہیں۔ ان قوانین میں سب سے سخت سزا توہین رسالت 295 سی میں ہے

[1] تعزیرات پاکستان، باب 15، دفعہ 295 سی، ص:109

[2] ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت، ص:325

اور پاکستان سمیت دیگر ممالک میں اسی جرم کا ارتکاب زیادہ کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں بھی ایک بڑا طبقہ ہے جو اس قانون میں تبدیلی کا حامی ہے۔

شریعت کے تناظر میں جائزہ

توہینِ رسالت کے قانون میں موجود سزا کا تاریخی لحاظ سے تجزیہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ دورِ نبوی ﷺ سے لیکر تاحال پوری اسلامی تاریخ میں یہ جرم ہوا بھی ہے اور اس کی سزا بھی سزائے موت ہی دی گئی ہے۔ دورِ نبوی ﷺ میں کعب بن اشرف کا قتل ہو یا ابن خطل کی لونڈی کا معاملہ ہو یا نابینا صحابی کی ام ولد کا قتل ہو یہ سب توہین رسالت ﷺ کے جرم میں قتل ہوئے، خلفاء راشدین کے عہد میں بھی اسی سزا کا تسلسل رہا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مطابق

> "رب ذوالجلال کی قسم یہ مرتبہ محمد ﷺ کے بعد کسی اور شخص کو حاصل نہیں کہ اس سے گستاخی کرنے والے کو قتل کر دیا جائے خواہ وہ خلیفہ وقت ہی کیوں نہ ہو"[1]

> "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک راہب نے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی، جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو ان لوگوں سے جن سے یہ واقعہ سنا تھا فرمایا" تم نے اسے قتل کیوں نہیں کر دیا، اگر میں وہاں ہوتا تو زندہ نہیں چھوڑتا"[2]

بنو امیہ اور بنو عباس کے دور میں بھی یہ ریت جاری رہی، عباسی دور کے خلیفہ ہارون رشید نے چند فقہاء عراق کے حوالے سے امام مالک سے دریافت کیا کہ جو شخص سرکار مآب ﷺ کو گالی دے' اسے کیا سزا دی جائے، اس پر امام غضبناک ہوئے اور فرمایا

> "اس امت کا کیا ٹھکانہ جو نبی ﷺ کی شان میں سب وشتم پر خاموش رہے' ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے اور جو صحابہؓ کو گالی دے اسے کوڑے مارے جائیں"[3]

شاتم رسول ﷺ کی سزا کے حوالے سے ائمہ فقہ کی آرا کو اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ بیان کرتے ہیں۔ ان کے مطابق:

---

[1] طبقات ابن سعد، ص:1/ 375

[2] الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ص:61

[3] الشفا بتعریف حقوق المصطفی، ص:2/ 205

"تمام ائمہ فقہ 'امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام داؤدؒ، امام ابن حزمؒ، امام ابن تیمیہؒ اور ان کے سارے صاحب علم و فضل شاگرد اس بات پر متفق ہیں کہ شاتمِ رسول ﷺ واجب القتل ہے اور یہ سزا اسے بطور حد دی جائے گی"[1]

لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان میں موجود شاتم رسول ﷺ کی سزا شریعت کے مطابق ہے لیکن ایک چیز جس کی ضرورت ہے وہ یہ کہ قانون میں ترمیم کرکے اس جرم کو بالعمد کے ساتھ مشروط کیا جائے اور قانون میں بالعمد کے لفظ کا اضافہ کیا جائے کیونکہ پوری اسلامی تاریخ میں جب بھی کسی کو یہ سزا دی گئی ہے تو وہ بالعمد اس جرم کا ارتکاب کیا کرتا تھا اور زیادہ تر اس کے عادی مجرم تھے، اسلام نے ہی ارادہ، نیت اور قصد کو کسی بھی جرم کا بنیادی رکن بنایا ہے اور نبی ﷺ کی حدیث جو کہ احادیث کی ہر کتب میں عموماً سب سے پہلے بیان کی جاتی ہے وہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہے

((عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه على المنبر يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إنما الأعمال بالنيات))[2]

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے"

اسماعیل قریشی نے بھی قانون میں اس ترمیم کی سفارش کی ہے۔ لکھتے ہیں

"295 سی کو قرآن و سنت سے ہم آہنگ کرنے کے لیے ہمیں اسے دو حصوں میں منقسم کرنا پڑے گا، ایک تو بالارادہ جرم توہین رسالت یعنی وہ عمل جو قصداً اور عمداً اہانتِ رسول ﷺ اور انبیاء کرام علیہم الصلاہ والسلام کے لیے کیا جائے تو اس کی سزا بطور حد سزائے موت مقرر کی جائے' جس میں قطعاً کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے اور دوسرا جرم جو بلا ارادہ ہو' جس میں اہانت اور گستاخی کے کسی پہلو کی کوئی نیت یا ارادہ کسی صورت ظاہر نہ ہو یا اس میں کوئی ایسی بات نہ ہو جس پر ملزم کی مجرمانہ ذہنیت پر استدلال کیا جا سکے تو ایسے جرم کو مستوجب حد کے بجائے لائق تعزیر بنایا جائے جس کی سزا بھی غیر معمولی مقرر کی جائے"[3]

یعنی جو شخص بلا ارادہ اس جرم کا ارتکاب کرے گا اس کی سزا' سزائے موت نہیں ہونی چاہیے

---

[1] ناموس رسول اور قانون توہین رسالت، ص:118

[2] صحيح بخارى، كتاب :الوحى، باب: بدء الوحي ؟، صحيح مرفوع، حديث: 1 ، ص: 1/ 11

[3] ناموس رسول اور قانون توہین رسالت، ص:326

قانون پر تنقید

عصرِ حاضر میں قانونِ توہینِ رسالت پر جو تنقید کی جاتی ہے اس میں دلیل کے طور پر یورپ کے کلیساؤں کے رویہ کو پیش کیا جاتا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مغرب میں موجود توہینِ رسالت کا قانون اس سے مختلف ہے، کلیساؤں نے اپنی طاقت میں اضافے کے لیے اس قانون کا غلط استعمال کیا جس کی وجہ سے عوام اور کلیسا میں مزید دوریاں پیدا ہو گئیں۔ اس مسئلے کو ڈاکٹر محمود احمد غازی نے اس طرح بیان کیا ہے

> "اس قانون کا سہارا لیکر کلیسا اور ریاست نے جو بے اعتدالیاں کیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ اس کے خلاف ردِ عمل بڑھتا گیا اور بالآخر کچھ ممالک میں اسے کالعدم کر دیا گیا اور کچھ ممالک میں اس کا وجود برائے نام رہ گیا تھا، کلیسا نے اپنے آپ کو نہ صرف یسوع مسیح کا جانشین ثابت کرنے کی کوشش کی بلکہ اس کا ترجمان بن کر خود خدا کی نمائندگی کی۔ پادریوں نے اپنے علم و فضل کی گرتی ہوئی سطح اور اپنی سیاسی طاقت کی بڑھتی ہوئی دھاک کی وجہ سے ہر اس رائے یا نقطہ ء نظر کو جو ان کی پالیسیوں اور دعوؤں سے ہم آہنگ نہ تھے توہینِ رسالت اور کفر و الحاد کہا، ریاست نے کلیسا کے اثر و رسوخ کو ترقی دینے اور یکجا کرنے کے لیے اپنی ہدایات کے نفاذ کے ذریعے معاونت کی۔ 1553ء میں برطانیہ کی ملکہ الزبتھ نے کچھ لوگوں کو محض اس لیے جلا دیا تھا کیونکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یسوع مسیح خدا نہیں تھے اور یہ کہ معصوم بچوں کو بپتسمہ نہیں دینا چاہیے"[1]

پاکستان میں مساجد کے ائمہ، مدارس کے علماء یا تعلیمی اداروں کے اسکالرز ہوں ان میں سے کوئی بھی ایسا طبقہ نہیں ہے جو کلیسا کے رویے سے مماثلت رکھتا ہو اس لیے پاکستان کے قانونِ توہینِ رسالت کو کسی بھی طرح مغربی قانون سے مشابہت نہیں دی جا سکتی

پاکستان میں عدالتی فیصلہ

پاکستان میں استہزاءِ اسلام کے حوالے سے ایک مقدمہ بیان کیا جاتا ہے کہ سوشل میڈیا پر جب استہزا کے واقعات سامنے آئے تو سائل سلمان شاہد نے ایک آئینی درخواست دی جس میں یہ مؤقف اختیار کیا گیا کہ فیس بک پر ثمر عباس، احمد رضا نصیر، احمد وقاص گورایہ، سلمان حیدر اور عاصم سعید نامی افراد اور ان کے علاوہ مختلف ہم خیال افراد بھی بھینسا، موچی اور روشنی اور دیگر متعدد نام سے پیجز چلا رہے ہیں جن میں نبی ﷺ، اہلِ بیت، صحابہ کرامؓ، امہات المومنین، قرآن مجید اور حتیٰ کہ اللہ رب العالمین کی شان میں انتہائی گستاخانہ مواد بصورت تحریر، تصاویر ویڈیوز اور خاکے نشر کیا جا رہا ہے۔ اس

[1] قانون توہینِ رسالت، ڈاکٹر محمود احمد غازی، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد، 2014، ص:36

مقدمے کی سماعت اسلام آباد ہائی کورٹ کے جسٹس شوکت عزیز صدیقی نے کی اور ایک تفصیلی اور تاریخی فیصلہ سنایا۔اس فیصلے کے ایک مختصر اقتباس کے مطابق

> "بین الوزارتی کمیٹی جو کہ سال 2010ء میں اس وقت کے وزیر اعظم نے تشکیل دی تھی، ویب سائٹس پر چوکس نظر رکھے گی اور کسی بھی گروہ کے مذہبی عقائد کے حوالے سے متنازع / قابل اعتراض مواد کے فتنہ شہود پر آنے کی صورت میں فوری ایکشن لے گی۔ قبل اس کے کہ ایسا مواد عامۃ الناس تک پہنچ سکے اور کسی کوتاہی کی صورت میں متعلقہ افراد / افسران کے خلاف تادیبی کاروائی عمل میں لائی جائے گی اور حکومت ایسی کمیٹی میں غیر سرکاری طبقے سے بھی افراد کو نمائندگی دے گی"[1]

اس فیصلے کے بعد سوشل میڈیا پر پاکستان کی حد تک استہزا کے حوالے سے کمی دیکھی گئی ہے

درج بالا کلام سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ملکی سطح پر استہزائے مذہب کے سدباب کے لیے جو قانون سازی کی گئی ہے وہ شرعی نقطہ نگاہ سے درست ہے یہی وجہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حد تک ہم کہہ سکتے ہیں کہ استہزائے مذہب کی کوششیں نہ ہونے کے برابر ہیں البتہ قانون توہینِ رسالت میں بالعمد کے اضافے کے ساتھ باریک سی ترمیم ناگزیر ہے، اسی طرح حد جاری کرنے سے پہلے جو شرائط ضروری ہیں ان کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے بصورتِ دیگر تعزیری سزا دی جاسکتی ہے

---

[1] ناموس رسالت ﷺ اعلیٰ عدالتی فیصلہ، جسٹس شوکت عزیز صدیقی، منشورات، لاہور، 2017ء، ص:199

فصل دوم: استہزائے مذہب کے بین الاقوامی قوانین کا جائزہ

اس فصل میں مذہب یا مذہبی شخصیات کے استہزا کے حوالے سے بین الاقوامی قوانین کا تذکرہ کیا جائے گا

انسانی حقوق کا عالمی منشور

انسانی حقوق کا عالمی منشور (Universal Declaration of Human Rights) اقوام متحدہ کی وہ قرارداد ہے جسے تصدیق شدہ قرار دیا جا سکتا ہے یہ 10 دسمبر 1948ء کو دوسری جنگ عظیم کے بعد پیرس میں منظور ہوئی۔ دوسری جنگ عظیم میں انسانی جانوں کے بڑے پیمانے پر نقصان کے بعد انسانی حقوق کے تحفظ پر بین الاقوامی سطح پر اتفاقِ رائے پیدا ہوا جسے دستاویز کی شکل دی گئی، اور ساتھ ہی اپنے ممبر ممالک کو یہ تلقین کی گئی کہ انسانی حقوق کے اس بنیادی دستاویز کی اپنے ممالک میں زیادہ سے زیادہ تشہیر کی جائے، اپنے تعلیمی اداروں میں اسے پڑھ کر سنایا جائے اور اپنے ملک کے قوانین میں اس کو شامل کیا جائے، اس قرارداد کی کل 30 شقیں ہیں جس میں شق 18 اور 19 آزادیٔ اظہار رائے کے حوالے سے ہے

اس منشور کا تمہیدی نکتہ یہ ہے

> "Whereas recognition of the inherent dignity and of the equal and inalienable rights of all members of the human family is the foundation of freedom, justice and peace in the world, whereas disregard and contempt for human rights have resulted in barbarous acts which have outraged the conscience of mankind, Whereas disregard and contempt for human rights have resulted in barbarous acts which have outraged the conscience of mankind…" Now, Therefore THE GENERAL ASSEMBLY proclaims THIS UNIVERSAL DECLARATION OF HUMAN RIGHTS as a common standard of achievement for all peoples and all nations, to the end that every individual and every organ of society, keeping this Declaration constantly in mind, shall strive by teaching and education to promote respect for these rights and freedoms and by progressive measures, national and international, to secure their universal and effective recognition and observance, both among the peoples of Member States themselves and among the peoples of territories under their jurisdiction" [1]

"چونکہ دنیا میں آزادی، انصاف اور امن کی بنیاد یہ ہے کہ ہر انسان کی حرمت، ذاتی عزت اور انسانوں کے برابری کے حقوق اور ناقابل انتقال حقوق کو تسلیم کیا جائے، چونکہ انسانی حقوق سے لاپروائی اور ان کی بے عزتی اکثر ایسے قبیح افعال کی

[1] Universal Declaration of Human Rights, Preamble, United Nation, New York, 1948, P:1

صورت میں ظاہر ہوئی ہے جن سے انسانیت کے ضمیر کو سخت صدمے پہنچے ہیں ۔۔۔ لہٰذا جنرل اسمبلی اعلان کرتی ہے کہ انسانی حقوق کا یہ عالمی منشور تمام اقوام کے واسطے حصولِ مقصد کا مشترک معیار ہوگا تاکہ معاشرے کا ہر فرد اور ادارہ اس منشور کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھتے ہوئے تعلیم و تبلیغ کے ذریعے ان آزادیوں اور حقوق کا احترام پیدا کرے اور انہیں قومی اور بین الاقوامی کاروائیوں کے ذریعے ممبر ممالک میں اور ممبر ممالک کے ماتحت اقوام میں منوانے کے لیے مزید کوشش کر سکے"

یہ انسانی حقوق کے عالمی منشور کا تمہیدی پیرا ہے کہ جس میں ہر انسان کی ذاتی عزت اور حرمت کی اہمیت بیان کی گئی ہے اور جس میں انسانی حقوق سے لاپرواہی اور بے حرمتی کو وحشیانہ قرار دیا گیا ہے، اور اسے تمام اقوام کے واسطے حصولِ مقصد کا مشترک معیار بھی قرار دیا گیا ہے لیکن اس سب کے باوجود جب بات آتی ہے اسلامی تعلیمات کی اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی ناموس کی وہاں اظہارِ رائے کی آزادی کا دفاع کیا جاتا ہے اور اس وحشیانہ فعل کے سدباب کے لیے کوئی قانون سازی نہیں کی جاتی

اس منشور کے آرٹیکل 18 اور 19 کے مطابق

"Article 18 Everyone has the right to freedom of thought, conscience and religion; this right includes freedom to change his religion or belief, and freedom, either alone or in community with others and in public or private, to manifest his religion or belief in teaching, practice, worship and observance.

Article 19 Everyone has the right to freedom of opinion and expression; this right includes freedom to hold opinions without interference and to seek, receive and impart information and ideas through any media and regardless of frontiers" [1]

"ہر شخص کو فکر، ضمیر اور مذہبی آزادی کا پورا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ بھی شامل ہے کہ مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے اور پبلک میں یا نجی طور پر، تنہا یا دوسروں کے ساتھ مِل جل کر عقیدے کی تبلیغ، عمل، عبادت اور مذہبی رسمیں پوری کرے"

ہر شخص کو اظہارِ رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی رائے قائم کرے اور جس ذریعے سے چاہے ملکی سرحدوں کا خیال کیے بغیر علم اور خیالات کی تلاش کرے۔ انہیں حاصل کرے اور ان کی تبلیغ کرے۔

[1] Article 19 & 20, Universal Declaration of Human Rights, P:25

اقوام متحدہ کی اس قرارداکی شق میں بغیر کسی تحدید کے اظہار رائے کی آزادی دی گئی ہے جس کا نہ تو اخلاقی لحاظ سے جواز ہے اور نہ ہی شرعی لحاظ سے لہٰذا آغاز میں اسی اجازت کو بنیاد بنا کر توہین آمیز سلسلوں کو جواز فراہم کیا گیا، تاہم اقوام متحدہ کے تحت اگلا بل جو بعد ازاں منظور کیا گیا اس میں آزادئی اظہار رائے کی اجازت کچھ تحدید کے ساتھ دی گئی ہے

عالمی معاہدہ برائے عوامی وسیاسی حقوق

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 16 دسمبر 1966ء کو ایک بل (XXI) 2200A پیش کیا جسے بعد ازاں 23 مارچ 1976ء کو عمل میں لایا گیا اور اسے ایک معاہدے کی شکل دی گئی جو کہ عالمی معاہدہ برائے عوامی وسیاسی حقوق (ICCPR) کے نام سے معروف ہے، دنیا کے بیشتر ممالک نے اس پر دستخط کے ساتھ اس کی توثیق بھی کی ہے. وہ اقوام جنہوں نے دستخط تو کیے ہیں لیکن توثیق نہیں کی ان میں چین، کوموروس، کیوبا، نورو، پلاؤ، ساؤٹومے اور سینٹ لوسیا شامل ہیں. وہ اقوام جنہوں نے نہ تو دستخط کیے اور نہ ہی توثیق کی ان میں سعودی عرب، انٹیگوا اور باربودا، بھوٹان، برونائی، میانمار، فجی، کیریباتی، ملائیشیا، جزائر مارشل، مائکرونیزیا، عمان، قطر، سینٹ کٹس اور نیوس، سنگاپور، جزائر سلیمان، ٹونگا، ٹوالو، متحدہ عرب امارات اور ویٹی کن شامل ہیں.

اس معاہدے کے آرٹیکل 19 کے مطابق

1. "Everyone shall have the right to hold opinions without interference
2. Everyone shall have the right to freedom of expression; this right shall include freedom to seek, receive and impart information and ideas of all kinds, regardless of frontiers, either orally, in writing or in print, in the form of art, or through any other media of his choice.
3. The exercise of the rights provided for in paragraph 2 of this article carries with its special duties and responsibilities. It may therefore be subject to certain restrictions, but these shall only be such as are provided by law and are necessary:

(a) For respect of the rights or reputations of others;
(b) For the protection of national security or of public order (order public), or of public health or morals" [1]

1. "ہر شخص کو بغیر کسی مداخلت کے اپنی رائے رکھنے کا حق حاصل ہو گا۔
2. ہر ایک کو اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہو گا۔ اس حق میں ہر قسم کی معلومات اور نظریات کو تلاش کرنے، حاصل کرنے اور فراہم کرنے کی آزادی شامل ہے، چاہے وہ زبانی طور پر، تحریری شکل میں یا پرنٹ میں، آرٹ کی شکل میں، یا اپنی پسند کے کسی دوسرے میڈیا کے ذریعے سے ہو

[1] International Covenant on Civil and Political Rights, United Nation, New York, 1976, P:11

3. اس آرٹیکل کے پیراگراف 2 میں فراہم کردہ حقوق کا استعمال اس کے ساتھ خصوصی فرائض اور ذمہ داریاں انجام دیتا ہے۔ لہذا یہ کچھ پابندیوں کے تابع ہو سکتا ہے، لیکن یہ صرف اس طرح کے ہوں گے جو قانون کے ذریعہ فراہم کردہ ہیں اور ضروری ہیں:

(الف) دوسروں کے حقوق یا وقار کے احترام کے لئے۔

(ب) قومی سلامتی کے تحفظ کے لئے یا عوامی نظم (عوامی سطح پر)، یا عوامی صحت یا اخلاقیات کے تحفظ کے لئے "

آرٹیکل 20 کی دوسری شق کے مطابق:

"Any advocacy of national, racial or religious hatred that constitutes incitement to discrimination, hostility or violence shall be prohibited by law" [1]

"کوئی بھی ایسی سرگرمی کہ جس سے قومی، نسلی یا مذہبی نفرت یا کسی بھی قسم کی امتیازی سرگرمی، جو ظلم اور تشدد کو ہوا دے قانون اس کی اجازت نہیں دیتا اور اسے ممنوع قرار دیتا ہے"

اقوام متحدہ کے تحت منظور کیے جانے والے اس معاہدے میں آزادی اظہار رائے کی سابقہ اعلامیہ کی طرح بے مہار آزادی نہیں دی گئی ہے بلکہ کچھ قیود و ضوابط شامل کر دیے گئے ہیں جس میں دوسروں کا احترام اور اخلاقیات کے تحفظ کی اہمیت ہے، اسی طرح اس میں مذہبی نفرت پھیلانے والی سرگرمی کو ممنوع قرار دیا ہے۔ 1976ء میں اقوام متحدہ کا تیار کردہ معاہدہ کہ جس پر دنیا کے بیشتر ممالک کے دستخط اس بات کا ثبوت ہیں کہ اب وہ اس معاہدے پر عمل کرنے کے پابند ہیں لیکن زمینی حقائق یہی ہیں کہ نہ تو یہ ممالک اپنی ریاست میں ہونے والے استہزائے اسلام کی کسی سرگرمی کے خلاف کوئی اقدام کرتے ہیں اور نہ ہی اقوام متحدہ ذاتی طور پر کوئی نوٹس لیتی ہے اور نہ ہی ان ممالک کو پابند کرتی ہے کہ وہ اس معاملے پر کوئی قدم اٹھائیں۔

یورپی کنونشن برائے تحفظ انسانی

5 مئی 1949ء میں کونسل آف یورپ (CoE) کے نام سے مغربی اور شمالی یورپ کی 10 ریاستوں پر مشتمل ایک ادارہ قائم کیا گیا جس کا مقصد جمہوریت اور انسانی حقوق کا تحفظ کرنا تھا، اگلے ہی سال ترکی اور مغربی جرمنی بھی اس ادارے کا حصہ بن گئے، اس وقت اس کے رکن ممالک کی تعداد 47 ہے

[1] International Covenant on Civil and Political Rights, P:11

کونسل آف یورپ کے زیر اہتمام 1950ء میں ایک کنونشن کا انعقاد کیا گیا جسے یورپی کنونشن برائے تحفظ انسانی (European Convention for the Protection of Human Rights) کا نام دیا گیا۔ اس کنونشن کا مقصد یورپ میں انسانی حقوق اور سیاسی آزادی کے تحفظ کو یقینی بنانا تھا، جس کے لیے ایک مسودہ تیار کیا گیا جسے منظوری کے بعد 3 ستمبر 1953ء کو نافذ کر دیا گیا۔ اسی کنونشن میں انسانی حقوق کے لیے ایک کورٹ بنانے کی بھی منظوری دی گئی

"European Convention for the Protection of Human Rights and Fundamental Freedoms Article 10

1. Everyone has the right to freedom of expression. This right shall include freedom to hold opinions and to receive and impart information and ideas without interference by public authority and regardless of frontiers. This article shall not prevent States from requiring the licensing of broadcasting, television or cinema enterprises.

2. The exercise of these freedoms, since it carries with it duties and responsibilities, may be subject to such formalities, conditions, restrictions or penalties as are prescribed by law and are necessary in a democratic society, in the interests of national security, territorial integrity or public safety, for the prevention of disorder or crime, for the protection of health or morals, for the protection of the reputation or rights of others, for preventing the disclosure of information received in confidence, or for maintaining the authority and impartiality of the judiciary" [1]

"ہر ایک کو رائے کی آزادی کا حق ہے۔ اس حق میں رائے عامہ ہموار کرنے اور عوامی اختیارات میں دخل اندازی کے بغیر اور محاذوں سے قطع نظر معلومات اور نظریات کو حاصل کرنے اور فراہم کرنے کی آزادی شامل ہوگی۔ یہ مضمون ریاستوں کے لیے براڈکاسٹنگ، ٹیلی ویژن یا سینیما، کاروباری اداروں کے لائسنسنگ کی ضرورت پر پابندی نہیں لگائے گا۔

ان آزادیوں کے استعمال کی وجہ سے، چونکہ کچھ فرائض اور ذمہ داریاں لاگو ہوتی ہیں اس لیے یہ آزادی' ان رسومات، شرائط، پابندیوں یا جرمانے سے مشروط ہو سکتی ہے جو قانون کے ذریعہ طے شدہ ہیں اور جمہوری معاشرے میں، قومی سلامتی، علاقائی سالمیت کے مفاد میں یا عوامی تحفظ، عدم استحکام یا جرم کی روک تھام کے لئے، صحت یا اخلاقیات کے تحفظ کے لیے، دوسروں کی ساکھ یا حقوق کے تحفظ کے لئے، خفیہ معلومات کے انکشاف کو روکنے کے لئے، یا عدلیہ کے اختیار اور غیر جانبداری کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہوتے ہیں

[1] Article 10, European Convention on Human Rights, Council of Europe, Strasbourg, 1953, P:12

اس میں جو الفاظ بیان ہوئے ہیں وہ بھی توہین کے حوالے سے اتنے مبہم اور غیر واضح ہیں کہ جس کی وجہ سے یورپین ممالک میں کہیں تو انفرادی سطح پر اور کبھی خود حکومتی سطح پر توہین آمیز مواد منظرِ عام پر آتا ہے لیکن اس کے خلاف کوئی قانونی کاروائی نہیں کی جاتی۔

انسانی حقوق کا امریکی کنونشن

براعظم امریکہ کی 35 آزاد ریاستوں پر مشتمل ادارہ "آرگنائزیشن آف امیریکن اسٹیٹس "(OAS)کے نام سے 30 اپریل1948ء کو قائم کیا گیا جس کے مقاصد میں ارکان ممالک کے درمیان باہمی تعاون اور یکجہتی شامل تھا

آرگنائزیشن آف امیریکن اسٹیٹس نے 22نومبر1969ء کو سین جوز کے مقام پر انسانی حقوق کا امریکی کنونشن کے عنوان سے دستاویز پیش کیں جو 18جولائی1978ء کو 11ریاستوں کی توثیق کے بعد نافذ العمل ہوا

American Convention on Human Rights Article 13

1. "Everyone has the right to freedom of thought and expression. This right includes freedom to seek, receive, and impart information and ideas of all kinds, regardless of frontiers, either orally, in writing, in print, in the form of art, or through any other medium of one’s choice.

2. The exercise of the right provided for in the foregoing paragraph shall not be subject to prior censorship but shall be subject to subsequent imposition of liability, which shall be expressly established by law to the extent necessary to ensure: (a) Respect for the rights or reputations of others; (b) The protection of national security, public order, or public health or morals.

3. The right of expression may not be restricted by indirect methods or means, such as the abuse of government or private controls over newsprint, radio broadcasting frequencies, or equipment used in the dissemination of information, or by any other means tending to impede the communication and circulation of ideas and opinions.

4. Notwithstanding the provisions of paragraph 2 above, public entertainments may be subject by law to prior censorship for the sole purpose of regulating access to them for the moral protection of childhood and adolescence.

5. Any propaganda for war and any advocacy of national, racial, or religious hatred that constitute incitements to lawless violence or to any other similar action against any person or group of persons on any grounds

including those of race, colour, religion, language, or national origin shall be considered as offenses punishable by law" [1]

"ہر ایک کو آزادی فکر اور آزادی اظہار رائے کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں ہر قسم کی معلومات اور نظریات تلاش کرنے، حاصل کرنے اور فراہم کرنے کی آزادی شامل ہے، سرحدی حدود سے قطع نظر خواہ وہ تحریری طور پر، پرنٹ میں، آرٹ کی شکل میں، یا کسی کی پسند کے کسی بھی دوسرے ذریعہ سے ہو

مذکورہ پیراگراف میں فراہم کردہ حق کا استعمال سابقہ سنسرشپ سے مشروط نہیں ہو گا لیکن یہ مشروط ہو گا ان واجبات کے ساتھ جن کی حدود کے نفاذ کو لازمی طور پر یقینی بنایا جائے گا

(الف) دوسروں کی ساکھ اور حقوق کا احترام (ب) قومی سلامتی، عوامی نظم، یا عوامی صحت یا اخلاقیات کا تحفظ۔

اظہار خیال کے حق کو بالواسطہ طریقوں یا اسباب کے ذریعہ پابندی نہیں لگائی جا سکتی ہے جیسے نیوز پرنٹ، ریڈیو براڈکاسٹنگ فریکوئنسیوں، یا نشر و اشاعت میں استعمال ہونے والے ذرائع پر سرکاری یا نجی اختیارات کے غلط استعمال کے ذریعے سے یا خیالات اور آراء کی گردش پر بھی پابندی نہیں لگائی جا سکتی۔

مذکورہ بالا پیراگراف 2 کی دفعات کے باوجود، عوامی تفریحی اصولوں کے تحت سابقہ سنسرشپ سے مشروط ہو سکتے ہیں تاکہ وہ بچپن اور جوانی کے اخلاقی تحفظ کے لیے ان تک رسائی کو منظم کر سکیں۔

جنگ کے لیے کیا جانے والا کوئی بھی پروپیگنڈا، قومی، نسلی، یا مذہبی منافرت کی کسی بھی طرح کی حمایت جو بے بنیاد تشدد یا کسی بھی بنیاد پر کسی بھی شخص یا افراد کے گروہ کے خلاف نسل، رنگ، مذہب، زبان، یا وطنیت سمیت کسی بھی طرح کی کارروائی کے لئے اکسانے کا سبب بنے' قانون کے ذریعہ اس کو قابلِ سزا جرم سمجھا جائے گا"

اس قانون کے نکات بھی بظاہر بہت اچھے ہیں اور آخری نکتہ کہ جس میں مذہبی منافرت کو جرم سمجھا جائے گا موجود ہے، لیکن اس جرم کی سزا کیا ہو گی اس حوالے سے کوئی وضاحت نہیں دی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ اس کو جرم سمجھنے کے باوجود بھی توہین آمیز رویہ کی حوصلہ شکنی کے بجائے حوصلہ افزائی ہی کی جاتی ہے۔

ایشین انٹر گورنمینٹل کمیشن

"آسیان" کے نام سے مشہور جنوب ایشیائی اقوام کی تنظیم کا قیام دسمبر 1967ء کو انڈونیشیا، ملائیشیا، فلپائن، سنگاپور اور تھائی لینڈ کے ذریعے عمل میں آیا، بعد ازاں برونائی دارالسلام، ویتنام، میانمر، لاوس اور کمبوڈیا نے بھی اس میں شمولیت اختیار کی جس کے بعد آسیان کے ممبر ممالک کی تعداد 10 ہو گئی ہے۔ بنیادی طور پر اس تنظیم کا مقصد اشتراکیت کے ویت نام سے آگے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے متحد ہونا تھا۔ اس کے علاوہ اقتصادی، سماجی اور ثقافتی میدانوں میں رکن ممالک کو ترقی دینا اور

[1] American Convention on Human Rights, Article 13, Department of International Law Secretariat for Legal Affairs, Organization of America states, 1978, P:6

علاقائی امن کی ترویج تھا۔ 23 اکتوبر 2009ء کو (ASEAN) نے اپنے پندرہویں سربراہی اجلاس میں انسانی حقوق کے حوالے سے ایشین انٹر گورنمینٹل کمیشن قائم کیا جس نے انسانی حقوق کے حوالے سے ایک اعلامیہ جاری کیا۔ اس اعلامیہ کی شق 23 کے مطابق

> "Every person has the right to freedom of opinion and expression, including freedom to hold opinions without interference and to seek, receive and impart information, whether orally, in writing or through any other medium of that person's choice" [1]

"ہر فرد کو رائے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق ہے، رائے رکھنے، معلومات کی تلاش، معلومات کے وصول اور فراہم کرنے کی آزادی، خواہ زبانی طور پر، تحریری طور پر یا اس شخص کی پسند کے کسی اور ذریعہ سے ہو"

اس اعلامیہ کے الفاظ ICCPR اور انسانی حقوق کے امریکی کنونشن سے مماثلت رکھتے ہیں لیکن یہ بھی محض الفاظ ہیں عمل کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے

انسانی وعوامی حقوق کا افریقی چارٹر

افریقی ممالک کی تنظیم (OAU) کا اٹھارواں اسمبلی اجلاس 27 جون 1981ء کو نیروبی[2] کینیا میں منعقد ہوا جس میں براعظم افریقہ میں انسانی حقوق اور آزادی کے حوالے سے انسانی وعوامی حقوق کا افریقی چارٹر (African Charter on Human and Peoples' Rights) پیش کیا گیا جسے 53 افریقن ممالک کی تنظیم (OAU) نے واضح اکثریت سے منظور کیا۔ اس چارٹر کو بنجول چارٹر کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ بعد ازاں 21 اکتوبر 1986ء کو اسے نافذ کیا گیا اسی لیے افریقہ میں 21 اکتوبر کو انسانی حقوق کے دن کے طور پر منایا جاتا ہے

اس چارٹر کی شق 9 کے مطابق

1. "Every individual shall have the right to receive information.
2. Every individual shall have the right to express and disseminate his opinions within the law" [3]

---

[1] Asean Human Rights Declaration, The Asean Secretariat, Jakarta, 2013, P:5

[2] نیروبی کینیا کا دار الحکومت ہے۔ 1899ء میں قائم ہونے والا یہ شہر 1907ء میں ممباسا کی جگہ ملک کا دارالحکومت بنا، یہ شہر جنوبی کینیا میں دریائے نیروبی کے کنارے پر سطح سمندر سے 5450 فٹ (1661 میٹر) کی بلندی پر واقع ہے۔ نیروبی آبادی کے لحاظ سے مشرقی افریقہ کا سب سے بڑا شہر ہے جس کی آبادی 50 لاکھ کے قریب ہے

[3] Article 9, African (BANJUL) Charter on Human and Peoples Rights, Nairobi, Kenya, June 27, 1981, P:4

"ہر فرد کو معلومات حاصل کرنے کا حق ہو گا۔

ہر فرد کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ قانون کے اندر رہ کر اپنی رائے کا اظہار کرے اور اسے عام کرے"

اس چارٹر کی مذکورہ شق کے ذریعے سے کسی حد تک استہزا کے مسئلے پر قابو لیا گیا تھا کیونکہ اس میں بھی اظہار رائے کی کھلی آزادی نہیں دی گئی تھی لیکن 2010ء میں رہی سہی پابندی بھی اس قرارداد کے ساتھ ختم کر دی گئی

"Resolution 169 on Repealing Criminal Defamation Law in Africa by the African Commission on Human and Peoples' Rights - 24 November 2010

1. Underlines that criminal defamation laws constitute a serious interference with freedom of expression and impedes on the role of the media as a watchdog, preventing journalists and media practitioners to practice their profession without fear and in good faith;

2. Commending States Parties to the African Charter (States Parties) that do not have, or have completely repealed insult and criminal defamation laws; (a) Calls on States Parties to repeal criminal defamation laws or insult laws which impede freedom of speech, and to adhere to the provisions of freedom of expression, articulated in the African Charter, the Declaration, and other regional and international instruments;

(b) Also calls on States Parties to refrain from imposing general restrictions that are in violation of the right to freedom of expression" [1]

افریقی کمیشن برائے انسانی اور عوامی حقوق نے 24 نومبر 2010ء کو افریقہ میں مجرمانہ بدنامی کے قانون کے خاتمے کے لیے قرارداد 169 پیش کی جس کے مطابق

"اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ فوجداری ہتک عزت کے قوانین آزادی اظہار رائے میں سنجیدہ مداخلت کرتے ہیں اور ایک نگاہ رکھنے والے کی حیثیت سے میڈیا کے کردار کو روکتے ہیں، جو کہ صحافیوں اور میڈیا پرسنز کے لیے خوف اور ایمانداری کے ساتھ اپنے پیشے پر عمل کے راستے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔

افریقی چارٹر (اسٹیٹ پارٹیز) کی ان ریاستوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ جن میں توہین اور مجرمانہ بدنامی کے قوانین مکمل طور پر منسوخ نہیں ہیں۔

---

[1] Resolution 169 on Repealing Criminal Defamation Law in Africa by the African Commission on Human and Peoples' Rights, 24 November 2010, P:2

(الف) ریاستوں کی جماعتوں سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ مجرمانہ ہتک عزت والے قوانین یا توہین کے قوانین کو منسوخ کریں جو آزادی اظہار کی راہ میں رکاوٹ ہیں، اور افریقی چارٹر، اعلامیہ، اور دیگر علاقائی اور بین الاقوامی دستاویز میں بیان کردہ آزادی اظہار رائے کی دفعات پر عمل پیرا ہوں۔

(ب) ریاستوں کی جماعتوں سے بھی مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ عام پابندیاں عائد کرنے سے گریز کریں جو آزادی اظہار رائے کے حق کے منافی ہیں"

دنیا بھر میں یہی مسئلہ سامنے آتا ہے کہ آزادی اظہار رائے کے فلسفے کی بقا زیادہ اہمیت کی حامل ہے بنسبت توہین آمیز رویہ کے۔ لہٰذا اس قرارداد کے منظور ہو جانے کے بعد اب اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ کسی کے بھی حوالے سے توہین آمیز رویہ اختیار کرنے کی مکمل آزادی ہے

او آئی سی کا اعلامیہ

تنظیم تعاون اسلامی (OIC) کا قیام 25 ستمبر 1969ء کو مراکش کے شہر رباط میں عمل میں آیا، 57 مسلم اکثریتی ممالک کی اس تنظیم کا مقصد مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کرنا تھا، یہ اور بات ہے کہ اس حوالے سے کوئی قابلِ ذکر کوششیں سامنے نہیں آسکیں، 1990ء میں اس تنظیم نے قاہرہ میں منعقد ہونے والے اجلاس میں انسانی حقوق سے متعلق ایک اعلامیہ جاری کیا جس کی شق 22 اور 24 درج ذیل ہے

Article 22

"(a) Everyone shall have the right to express his opinion freely in such manner as would not be contrary to the principles of the Shari'ah.

(b) Everyone shall have the right to advocate what is right, and propagate what is good, and warn against what is wrong and evil according to the norms of Islamic Shari'ah

(c) Information is a vital necessity to society. It may not be exploited or misused in such a way as may violate sanctities and the dignity of Prophets, undermine moral and ethical values or disintegrate, corrupt or harm society or weaken its faith.

Article 24

All the rights and freedoms stipulated in this Declaration are subject to the Islamic Shari'ah" [1]

---

[1] Cairo Declaration on Human Rights in Islam, Organization of Islamic Conference, Fourth session, Geneva, 19 April - 7 May 1993, Item 5 on the provisional agenda, P:3

"ہر ایک کو آزادانہ طور پر اپنی رائے کا اظہار کرنے کا حق ہو گا جو شریعت کے اصولوں کے منافی نہیں ہو گا۔
ہر ایک کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ صحیح کی وکالت کرے، اچھائی کا پرچار کرے، اور اسلامی شریعت کے اصولوں کے مطابق غلط اور برے کاموں کے خلاف متنبہ کرے
معلومات معاشرے کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اس کا استحصال یا غلط استعمال اس طرح سے نہیں کیا جاسکتا کہ جس سے حرمت اور انبیاء کرامؑ کی عظمت کی خلاف ورزی ہو سکتی ہو، اخلاق اور اخلاقی اقدار کو مجروح کیا جاسکتا ہو یا معاشرے کو منتشر، بدعنوان یا نقصان پہنچایا جاسکتا ہو یا اس کے ایمان کو کمزور کیا جاسکتا ہو"
اس اعلامیہ میں طے کردہ تمام حقوق اور آزادیاں اسلامی شریعت کے تابع ہیں۔
او آئی سی کا مندرجہ بالا اعلامیہ ہر لحاظ سے ایک معتدل اعلامیہ ہے جو کہ اسلامی تعلیمات سے بھی مطابقت رکھتا ہے اگر اس کو دنیا میں لاگو کر دیا جائے تو استہزا کی کوئی صورت سامنے نہ آئے

فریڈم ہاوس کی رپورٹ

فریڈم ہاوس آزادئ اظہار کی حمایت اور اشاعت کرنے والا ادارہ ہے جو دنیا بھر کے ممالک پر آزادئ اظہار رائے کے حوالے سے تحقیق کرتا ہے، اس کی مرتب کردہ رپورٹ کے مطابق

> "اقوام متحدہ کے اندر آرگنائیزیشن آف اسلامک کانفرنس (OIC) کی ممبر ریاستیں، اور کچھ افریقی گروپ جس میں مصر، الجیریا اور پاکستان خاص ہیں' ایک تحریک چلا رہے ہیں تا کہ مذہب کی تذلیل پر پابندی کو انسانی حقوق کے بین الاقوامی ڈھانچہ میں جگہ دی جاسکے۔ او آئی سی کی نمائندگی کرتے ہوئے، پاکستان نے 1999ء میں انسانی حقوق کمیشن میں اس مسئلہ پر پہلی قرارداد پیش کی تھی۔ 2009ء میں انسانی حقوق کونسل کے سامنے یہ قرارداد دوبارہ پیش کی گئی اور اس بار اس میں مذہب کی تذلیل کو بہت واضح طور پر ICCPR کے آرٹیکل 20(2) کے تحت ریاستوں کی ذمہ داری سے بہت واضح طور پر جوڑ دیا گیا، جس کے تحت، ریاستوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ "نفرت کی ترغیب" کو قانونی طور پر روکیں۔ 2009ء کی قرارداد میں اس پر زور دیا گیا کہ مذہب کی تذلیل انسانی وقار پر ایک شدید حملہ ہے جس سے اس مذہب کے ماننے والوں کی مذہب کی آزادی محدود ہوتی ہے اور اس سے مذہبی منافرت اور تشدد کی ترغیب پیدا ہوتی ہے"[1]

فریڈم ہاؤس کی یہ رپورٹ اور او آئی سی کے مندرجہ بالا اعلامیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ او آئی سی میں شریک ممالک بشمول پاکستان توہین اسلام کے سدباب کے حوالے سے اپنی کوششیں جاری رکھے ہوئے ہیں

---

[1] انسانی حقوق پر مذہبی توہین کے قوانین کا اثر، جو-این پروڈھوم، فریڈم ہاؤس، 2011ء، ص:7

یورپی یونین کے رہنما اصول

24 جون 2013ء کو یورپی یونین کا اجلاس ہوا جس میں مذہب یا عقیدے کی آزادی کے فروغ اور تحفظ کے لیے یورپی یونین نے رہنما اصول طے کیے، جس کی شق نمبر 32 الف کے مطابق

"جب مذاہب اور عقائد کے بارے میں ایسے تنقیدی تبصرے کیے جائیں جنہیں ان مذاہب اور عقائد کے ماننے والے اس حد تک جارحانہ تصور کریں کہ اس کے نتیجے میں تشدد پھیلنے کا امکان پیدا ہو جائے تو اگر بادی النظر میں یہ نفرت آمیز بیان کا معاملہ دکھائی دے یعنی آئی سی سی پی آر کا آرٹیکل 20 کا پیراگراف 2 (جو کسی بھی قسم کی مذہبی منافرت پھیلانے کو ممنوع قرار دیتا ہے جس سے امتیاز، مخاصمت یا تشدد کا خطرہ ہو) کے دائرہ کار میں آتا ہو تو یورپی یونین اس کی مذمت کرے گی اور مطالبہ کرے گی کہ اس کی تحقیقات کسی غیر جانبدار جج سے کرائی جائے"[1]

یہ رہنما اصول 'مفید بنائے گئے ہیں لیکن اس میں بھی اسے تشدد کے پھیلنے سے مشروط کیا گیا ہے، دوسرے لفظوں میں مذاہب اور عقائد کے بارے میں جو بھی استہزا کیا جائے اس کی اس وقت تک آزادی ہو گی یہاں تک کہ ان مذاہب کے ماننے والے تشدد کے راستے پر گامزن ہو جائیں، پھر یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ واقعی وہ نفرت آمیز بیان تھا یا نہیں۔ یورپی یونین بھی اگر اتنے لچکدار اصول اپنائے گی تو اس کا نتیجہ وہی ہو گا جو سامنے آرہا ہے جبکہ دوسری جانب یورپ کے 34 ممالک میں Anti-Semitism اور ہولوکاسٹ کے خلاف قوانین موجود ہیں جن کے تحت اس حوالے سے ہر قسم کا منفی اظہار رائے جرم ہے جس پر جرمانے اور قید کی سزا ہو سکتی ہے

"27 جنوری 2003ء میں اسرائیلی وزیر اعظم کا ٹیلی گراف میں کارٹون شائع ہوا کہ جس میں فلسطینی بچوں کی کھوپڑیاں کھاتے ہوئے دکھایا گیا، یہودیوں کے احتجاج پر معذرت کی گئی، محمد علی کلے نے ویتنام جنگ کے متعلق امریکی پالیسی پر بیان دیا اس کا عالمی چیمپئین کا ٹائٹل چھین لیا گیا، 19 ستمبر 2012ء کے اخبارات نے یہ خبر شائع کی کہ برطانیہ میں کثیر الاشاعت آئرش اخبار "دی سن" کے ایڈیٹر مائیکل او کینی کو محض اس لیے معطل کر دیا گیا کہ اس کے اخبار میں برطانوی شہزادہ ہیری کی متنازعہ تصاویر شائع ہوئی ہیں، 3 مئی 2010ء کو ناروے کی وزارتِ ثقافت نے ایک مصری ٹیلی ویژن "الرحمۃ" کی نشریات پر پابندی لگا دی کیونکہ وہ یہودیوں کے خلاف نفرت ابھارتا تھا"[2]

---

[1] یورپی یونین کونسل، فارن افیئرز کونسل کا اجلاس، لکسمبرگ، 24 جون 2013ء، ص: 8

[2] حرمت رسول ﷺ اور آزادیٔ رائے، رانا محمد شفیق خان، علم و عرفان پبلشر، لاہور، 2013ء، ص: 213

اس طرح کی بیشمار مثالیں موجود ہیں۔اسی طرح آزادیٔ اظہار رائے کا ڈھنڈورا پیٹنے والے یورپ اور امریکا کی من پسند حدود و قیود ہیں،وکی لیکس اس کی اہم مثال ہے کہ جب وکی لیکس کے ذریعے سے امریکہ اور دیگر عالمی قوتوں کے راز افشا کیے گئے تو اپنے من پسند فلسفے آزادیٔ اظہار رائے کو پسِ پشت ڈال کر اس جرم میں وکی لیکس کے بانی جولین اسانج کو گرفتار کر لیا گیا۔

دیگر ممالک کے قوانین کا جائزہ

دنیا کے مختلف ممالک میں استہزائے مذہب یا مقدس شخصیات کے تمسخر کے حوالے سے قوانین موجود ہیں اور یہ قوانین بھی کوئی نئے نہیں ہیں بلکہ تاریخ کے اوراق میں بھی پائے جاتے ہیں۔انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق

> "موسوی قانون کے تحت قبل مسیح کے انبیاءؑ کی اہانت اور توراۃ کی بے حرمتی کی سزا سنگسار مقرر تھی ،رومن امپائر کے شہنشاہ جسٹینین (Justinian) کا دور حکومت طلوع اسلام سے چند سال قبل 528 تا 565 صدی عیسوی پر محیط ہے۔رومن لا کی تدوین کا سہرا بھی اسی کے سر ہے اور اس کو عدل وانصاف کا مظہر بھی سمجھا جاتا ہے۔اس نے جب دینِ مسیحی قبول کر لیا تو قانونِ موسوی کو منسوخ کر کے انبیائے بنی اسرائیل کے بجائے صرف یسوع مسیح علیہم الصلاۃ والسلام کی توہین اور انجیل کی تعلیمات سے انحراف کی سزا 'سزائے موت مقرر کی گئی،اس کے دور سے قانونِ توہین مسیح علیہم الصلاۃ والسلام سارے یورپ کی سلطنتوں کا قانون بن گیا۔روس اور اسکاٹ لینڈ میں اٹھارویں صدی تک اس جرم کی سزا سزائے موت ہی دی جاتی رہی"[1]

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ احترامِ انبیاءؑ اور ناموس کی حفاظت کا اہتمام قبل از مسیح بھی کیا جاتا تھا اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت بھی توہینِ انبیاءؑ جیسے جرم کا ارتکاب کیا گیا کہ جس کے سد باب کے لیے اس طرح کی قانون سازی کی گئی۔

یہاں بالخصوص ان ممالک کے قوانین کو بیان کیا گیا ہے جو عصرِ حاضر میں استہزائے اسلام کے حوالے سے پیش پیش رہے ہیں

ڈنمارک کا قانون

ڈنمارک کے کریمنل کوڈ کی دفعہ 140 اور 266 (بی) میں مذہبی جذبات کی توہین کو جرم قرار دیا گیا ہے،اس کے مطابق

---

[1] دائرۃ المعارف برٹانیکا،انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا،ایڈنبرگ برطانیہ،1768،ص:11/74

140

"Those who publicly mock or insult the doctrines of worship of any religious community that is legal in this country, will be punished by a fine or incarceration for up to four months

266 b (1)

Any person "who, publicly or with the intention of wider dissemination, makes a statement or imparts other information by which a group of people are threatened, insulted or degraded on account of their race, colour, national or ethnic origin, religion, or sexual inclination shall be liable to a fine or to imprisonment for any term not exceeding two years" [1]

"جو لوگ اعلانیہ طور پر کسی بھی ایسے مذہبی گروہ، جسے اس علاقے میں قانونی حیثیت حاصل ہے، اس کے متعلقہ مذہبی عقائد کا مذاق اُڑاتے ہیں یا ان کی توہین کرتے ہیں، تو ان کو جرمانے کی سزا دی جائے گی، یا چار ماہ تک قید کی سزا دی جائے گی،

جو شخص جانتے بوجھتے عوام الناس میں ایسا مواد پھیلائے جس سے معاشرے کے کسی بھی طبقہ کو خطرہ لاحق ہو یا نسل، رنگ، قومیت، نسلی وابستگی، عقیدہ، جنسی امتیاز کی بنیاد پر اس کی توہین اور بے توقیری ہو اس پر جرمانہ عائد کیا جائے گا اور دو سال قید کی سزا دی جائے گی"

اس قانون کا تجزیہ کیا جائے تو یہ ادراک ہوتا ہے کہ محض جرم اس وقت متصور ہو گا کہ جب کسی قانونی حیثیت والے مذہب یا اس کے عقائد کی توہین کی جائے اور اس جرم کی سزا بھی انتہائی معمولی جرمانہ یا چار ماہ قید ہے یہی وجہ ہے کہ ڈنمارک کی قانون کی کتاب میں یہ قانون تو موجود ہے لیکن دوسری جانب ڈنمارک ہی وہ ملک ہے جہاں فلیمنگ روز جیسے صحافی 'نبی ﷺ کے حوالے سے کارٹون سازی کا مقابلہ منعقد کراتے ہیں، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس مقابلے کے انعقاد کے اعلان کے ساتھ ہی قانون حرکت میں آتا اور اس صحافی پر جرمانہ اور قید کی سزا عائد کی جاتی لیکن اس کے برعکس اس مجرم کا بیان اس طرح جاری ہوا کہ "مجھے ان خاکوں کو شائع کر کے کوئی پچھتاوا نہیں"

اور جب مسلم ممالک کے سفیر اپنا احتجاج جمع کرانے کے لیے ڈنمارک کے وزیرِ اعظم راسموسین سے ملاقات کے لیے گئے تو وہ اپنے سرکاری مؤقف پر ڈٹا رہا کہ یہ آزادی اظہارِ رائے ہے اور اس پر بات کرنے سے انکار کیا

ناروے کا قانون

ناروے کا شمار بھی اُن ممالک میں ہوتا ہے جہاں نبی ﷺ کے خاکے شائع کیے گئے تھے

Section 135 a.

"Section 142. Any person who by word or deed publicly insults or in an offensive or injurious manner shows contempt for any creed whose practice is permitted in the realm or for the doctrines or worship of any

[1] The Criminal Code Order No. 909 of September 27, 2005, as amended by Act Nos. 1389 and 1400 of December 21, 2005, P:68

religious community lawfully existing here, or who aids and abets thereto, shall be liable to fines or to detention or imprisonment for a term not exceeding six months " [1]

"کوئی بھی شخص کسی لفظ یا عمل کے ذریعے عوامی سطح پر توہین کرے جو دوسروں کے لیے ناگوار یا ضرر کا باعث ہو، یا کسی بھی ایسے مذہب کی توہین کو ظاہر کرتا ہو جس پر عمل کرنے کی اس ملک میں اجازت ہو، یا کسی ایسے گروہ کے عقائد یا عبادت کی توہین ہو جسے قانوناً یہاں رہنے کی اجازت ہو، ایسے شخص کو قید یا چھ ماہ تک جرمانے کی سزا ہو گی"

ناروے کا قانون بھی ڈینمارک کے قانون کی طرح انتہائی نرم قانون تھا لیکن 2015ء میں تو سرے سے یہ قانون ہی ختم کر دیا

"On May 12, 2015, the Norwegian Parliament made a final decision to immediately remove the provision on blasphemy from the country's General Civil Penal Code" [2]

"12 مئی 2015ء کو ناروے کی پارلیمنٹ نے حتمی فیصلے کے نتیجے میں اس قانون کو ختم کر دیا"

اس سے قبل 2009ء میں بھی اس کے خلاف رائے شماری کی گئی تھی لیکن اس وقت اس قانون میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی لیکن اب ناروے کے قانون پینل کوڈ 1902ء کے مطابق سیکشن 142 پر ترمیم کے بعد 29 مئی 2015ء کو اس قانون کو مستقل طور پر ختم کر دیا گیا ہے

جنوری 2010 ء کو توہین آمیز خاکے ناروے کے ایک اخبار "Aftenposten" میں شائع کیے گئے، اس شرمناک حرکت کے بعد اس اخبار کے ساتھ قانون کے مطابق کاروائی تو درکنار، پانچ سال بعد اس قانون کو ختم کر کے اس عمل کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے

برطانیہ کا قانون

انگلینڈ، ویلز، اسکاٹ لینڈ اور شمالی آئرلینڈ پر مشتمل ریاست یونائیٹڈ کنگڈم یا برطانیہ کہلاتی ہے، توہینِ رسالت کا قانون اسکاٹ لینڈ اور شمالی آئرلینڈ میں موجود ہے جبکہ انگلینڈ اور ویلز میں اسے ختم کر دیا گیا ہے

---

[1] General Civil Penal Code of Norway, P:42
http://www.un.org/depts/los/LEGISLATIONANDTREATIES/PDF FILES/NOR_penal_code.pdf Accessed on 12-2-19, Time:2:19

[2] Wendy Zeldin, Norway: Blasphemy Provision to Be Removed from Penal Code, Library of Congress
http:// www.loc.gov/law/foreign-news/article/norway-blasphemy-provision-to-beremoved-from-penal-code/ Accessed on 11-2-19, Time:1:11

"The offences of blasphemy and blasphemous libel under the common law of England and Wales are abolished. Extend to England and Wales only" [1]

"انگلینڈ اور ویلز کے قانون کے مطابق سیکشن 79 کے تحت توہین رسالت کے قانون کو ختم کر دیا گیا ہے جس پر 2008ء کو شاہی دستخط کر دیے گئے"

یہ بھی حقیقت ہے کہ توہینِ مقدسات کا برطانوی قانون عملی طور پر محض مسیحیت تک ہی محدود رہا ہے جس کا اسلام کی توہین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ریاست برطانیہ میں استہزائے اسلام کی مکمل اجازت ہے ورنہ رچرڈ ڈاکنز جیسے سائنسدان ہوں یا تھومس کارلائل اور تھومس فلور جیسے مصنفین ہوں ان سب کی استہزائے اسلام کی کوششیں ریاستِ برطانیہ میں ہی ہوئی ہیں لیکن قانون کبھی حرکت میں نہیں آیا

فرانس کا قانون

اسلام کے استہزا اور مخالفت میں فرانس کا ہمیشہ کردار رہا ہے

(Article R. 625-7)

"The penal code forbids any private *incitement* to discrimination or to hatred or violence against a person or group for belonging or not belonging, in fact or in fancy, to an ethnicity, a nation, a race, a religion, a sex, or a sexual orientation, or for having a handicap " [2]

"فرانس کے ضابطہ فوجداری قوانین کے مطابق ہر قسم کی اُس سرکاری اور غیر سرکاری نشر و اشاعت پر پابندی ہے جو اہانت اور بے عزتی کا باعث بن سکتی ہو یا جس سے کسی بھی شخص یا گروہِ معاشرہ کے خلاف وطنیت، نسلیت یا عدم شناخت نسل، قومیت، نسل، خاندان، مخصوص مذہب، جنس، جنسی شناخت یا معذوری کی بنیاد پر امتیاز، نفرت یا تشدد جنم لیتا ہو"

اس قانون کے مطابق اہانت آمیز اشاعت پر پابندی عائد کی جاتی ہے لیکن عملی طور پر یہ قانون بھی غیر فعال ہے

فرانس سے تعلق رکھنے والے میکسیم روڈنسن نامی مستشرق کے مطابق

"ہم نے دیکھا ہے کہ محمد کے پاس بعض ایسے دیوانے نوجوان کارندے تھے جو عملاً اس کی انگلیوں پر ناچتے تھے، جو ایسا موقع ملنے کے انتظار میں رہتے تھے کہ جہاں کہیں بھی ضرورت پڑے مخالفت کو کچل دیں" [3]

---

[1] Criminal Justice and Immigration Act 2008, Great Britain, Part 4, The Stationery Office, London, 01-May-2008, P:59

[2] JORF n ° 74 of March 30, 2005, P:5752 https://www.legifrance.gouv.fr/affichTexte.do;jsessionid=1B09771D3B23D96B137C9169E86B67F4.tpdjo13v_2?cidTexte=JORFTEXT000000257363&dateTexte=&oldAction=rechJO&categorieLien=id Accessed on 23-1-19, Time:23:10

[3] Mohammad, P:224

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس طرح کی کوئی کتاب شائع ہی نہ ہوتی کہ جس میں اہانت موجود ہو اور جس کی وجہ سے نفرت یا تشدد جنم لیتا ہو۔ لیکن یہی وہ فرانس ہے جہاں اسلام کی مخالفت میں اسکارف پر پابندی عائد کی جاتی ہے اور چارلی ہیبڈو جیسے متنازعہ جریدے کی سرکاری سرپرستی کی جاتی ہے

کینیڈا کا قانون

توہینِ مذہب کے حوالے سے کینیڈا میں بھی قانون موجود ہے

"Criminal Code18 Article 296. (1)
Everyone who publishes a blasphemous libel is guilty of an indictable offence and liable to imprisonment for a term not exceeding two years
• Marginal note: Question of fact
(2) It is a question of fact whether or not any matter that is published is a blasphemous libel.
• Marginal note: Saving (3) No person shall be convicted of an offence under this section for expressing in good faith and in decent language or attempting to establish by argument used in good faith and conveyed in decent language, an opinion on a religious subject" [1]

"ہر وہ شخص جو توہین آمیز مواد شائع کرنے کا واضح مرتکب پایا جائے، تو اسے دو سال تک قید کی سزا سنائی جاسکتی ہے، اس حقیقت کی نشاندہی کی جائے گی کہ وہ مواد گستاخانہ ہے یا نہیں، قانون کی اس شق کا اطلاق ایسے فرد پر نہ ہو گا جو اپنے عقیدے کا اظہار مناسب الفاظ اور انداز سے نہ کرے اور اپنے عقیدے کے اظہار کے لیے اپنے دلائل کو بہتر انداز میں اور ایک رائے کے طور پر پیش کرے"

اس قانون میں توہین کی سزا تو سخت ہے یعنی دو سال قید ہے لیکن اس مواد کو توہین آمیز ثابت کرنا مشکل کام ہے

کینیڈا سے تعلق رکھنے والی خاتون ارشاد منجی اپنی کتاب میں لکھتی ہیں

"میں نے قرآن میں واضح تضادات دیکھے ہیں بالخصوص جہاں خواتین کا ذکر آتا ہے، ہمارے پاس اس خیال کی تمام وجوہات موجود ہیں کہ قرآن کا طرزِ تحریر یقیناً غیر متواتر ہے۔ اسلام کے اس صحیفے میں انسانی حقوق کے حوالے سے غیر واضح اور تضادات سے بھرپور احکامات پائے جاتے ہیں" [2]

---

[1] Canadian Penal Code, Justice Laws Website, Government of Canada, justice.gc.ca/eng/acts/C46/page-150.html#h-89, http://lawslois, Accessed on 13-2-19, Time: 3:12

[2] The Trouble with Islam, P:36

یہاں کا قانون بھی کتاب کی حد تک تو ہے لیکن عملی طور پر اس قانون میں موجود لچک سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے، اسی لیے اس ارشاد منجی جیسے خیالات کے حامل خواتین و حضرات اس قانون کی زد میں نہیں آتے۔ آخری مرتبہ 1935ء میں یہ قانون حرکت میں آیا تھا۔

امریکہ کا قانون

امریکہ میں توہینِ رسالت کا قانون پہلے موجود تھا لیکن اب مندرجہ ذیل شق کے ذریعے سے اسے ختم کر دیا گیا ہے

"Congress shall make no law respecting an establishment of religion, or prohibiting the free exercise thereof; or abridging the freedom of speech, or of the press; or the right of the people peaceably to assemble, and to petition the Government for a redress of grievances" [1]

"کانگریس ایسا کوئی قانون نہیں بنائے گی جو کہ مذہب کے قیام اور احترام سے متعلق ہو، یا جو آزادئی اظہار پر قدغن لگاتی ہو، لوگوں کا حق ہے کہ وہ اپنے موٴقف کے اظہار کے لیے پر امن اجتماع کر سکیں اور شکایت کے ازالے کے لیے حکومت کو درخواست کر سکیں"

امریکہ میں بھی اظہار رائے کی آزادی اپنی مرضی سے ہی ہے، توہین کا قانون اظہار رائے کی آزادی کی وجہ سے ختم کر دیا لیکن یہی جمہوریت کے دعوے دار کی اسمبلی' اظہار رائے کی آزادی کا استعمال کرتے ہوئے جمہوریت کے خلاف ہی رائے دے دیں تو یکدم جمہوریت مقدس بن جائے گی اور رائے کی آزادی پیچھے رہ جائے گی۔

امریکا میں اس حوالے سے آخری کیس 1928ء میں ایک ملحد چارلس لی اسمتھ پر چلا تھا کہ جس نے توہین آمیز لٹریچر کی تشہیر کی تھی اور جج نے اسے 25ڈالر کا جرمانہ اور 26دن جیل کی قید سنائی تھی

اگر امریکہ میں قانون توہینِ رسالت موجود ہوتا تو گولڈ زیہر جیسا مستشرق بھی اپنے قلم سے زہر اگلنے کے بجائے اخلاقیات کے دائرے میں رہ کر اسلام پر تحقیق کرتا اور یونیورسٹی آف کیلیفورنیا لاس اینجلس کے پروفیسر گسٹیو ای وون بھی بد تہذیبی کی جرات نہیں کرتا۔

آسٹریلیا میں قانون

آسٹریلیا میں استہزائے مذہب کے حوالے سے نسبتاً سنجیدہ قانون بنایا گیا ہے

[1] Cornell University Law School https://www.law.cornell.edu/constitution/first_amendment, Accessed on 11-5-19, Time: 13:20

"A person must not, on the ground of the religious belief or activity of another person or class of persons, knowingly engage in conduct with the intention of inciting serious contempt for, or revulsion or severe ridicule of, that other person or class of persons in this case, imprisonment for 6 months or 60 penalty units or both " [1]

"مذہبی عقیدے یا سرگرمیوں کی بنیاد پر کسی شخص کو ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ کسی دوسرے شخص یا طبقے کے خلاف سنگین توہین کے ارادے سے دوسروں کو بھڑکائے یا کسی فرد یا گروہ کے خلاف نفرت اور شدید تضحیک مقصود ہو تو خلاف ورزی کی صورت میں 6 ماہ یا 60 پینلٹی یونٹس یا دونوں سزائیں اکھٹی بھی دی جاسکتی ہیں"

آسٹریلیا میں مذہب کے استہزا کے حوالے سے قانون بھی سخت ہے اور اس پر کسی حد تک عمل بھی ہوتا ہے اسی لیے آسٹریلوی سینیٹر پولین ہینسن کو ترنبل حکومت کی طرف سے اس وقت ملامت کا سامنا کرنا پڑا جب وہ سینیٹ کے سوال جواب کے سیشن میں کالا برقعہ پہن کر داخل ہوئیں اور قومی سلامتی کی وجہ سے اس مذہبی لباس پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کیا۔ قانونی سزا تو یقیناً نہیں دی گئی لیکن ہینسن کے اس عمل کی حوصلہ افزائی بھی نہیں کی گئی بلکہ اس کے برعکس ملامت کی گئی۔

جرمنی کرمنل کوڈ

جرمنی کے کرمنل کوڈ میں بھی مذہب کے حوالے سے قانون تو موجود ہے لیکن اس میں صراحت کے ساتھ توہین کے جرم کو نقصِ امن کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے

"Criminal Code (1998)31 Section 166 – Insulting of faiths, religious societies and organizations dedicated to a philosophy of life
1. Whoever publicly or through dissemination of writings (Section 11 sub-section 3) insults the content of others' religious faith or faith related to a philosophy of life in a manner that is capable of disturbing the public peace, shall be punished with imprisonment for not more than three years or a fine.
2. Whoever publicly or through dissemination of writings (Section 11 sub-section 3) insults a church, other religious society, or organization dedicated to a philosophy of life located in Germany, or their

[1] Hate Speech and Freedom of Speech in Australia, Katharine Gelber, Adrienne Sarah Ackary Stone, Federation Press, Australia, 2007, P:175

institutions or customs in a manner that is capable of disturbing the public peace, shall be similarly punished" [1]

"جو کوئی بھی عوامی سطح پر کسی بھی ذریعے سے ایسے تحریری مواد کی اشاعت کرے، یا مذہب یا دوسروں کے نظریات کو ایسے انداز سے بد نام کرے جس سے عوامی امن میں نقص پیدا ہوتا ہو دفعہ 11 کی شق 3 کے تحت تین سال کی قید اور جرمانہ ہو گا

جو شخص عوامی طور پر یا تحریری مواد کی اشاعت کے ذریعے چرچ یا دیگر کسی مذہبی ادارے کو بد نام کرے یا جرمنی کی حدود میں نظریاتی تنظیم کرے، یا اداروں اور روایات کی ایسی توہین کرے، جس کی وجہ سے نقصِ امن کا خدشہ پیدا ہو تو ایسے فعل کے مرتکب فرد کو بھی مندرجہ بالا سزا دی جائے گی"

اس قانون میں موجود شقوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اس وقت تک کسی بھی قسم کے استہزا اور تمسخر کی اجازت ہے جب تک کہ امن خراب نہ ہو۔ یہاں بھی قانون اگر سخت ہوتا اور اس پر عمل بھی ہو رہا ہوتا تو جرمن وکیل سیرین ایٹیس جیسے لوگ پورے یورپ میں LGBT مسجدیں بنانے کی ہمت نہیں کرتے

دیگر یورپی ممالک کا قانون

توہینِ مذہب کا قانون یورپ کے دیگر ممالک میں بھی موجود ہے، آئرلینڈ کے قانون کے آرٹیکل 1، 6 اور 40 کے مطابق توہین آمیز گفتگو جرم ہے، اسپین کے آرٹیکل 525، آسٹریا کے آرٹیکل 189، ہالینڈ کے کریمنل کوڈ کے آرٹیکل 147، فن لینڈ کا آرٹیکل 10 کا باب 17، نیوزی لینڈ کے کرائم ایکٹ 1961ء کے سیکشن 123، سوئزلینڈ کے پینل کوڈ کے آرٹیکل 261 کے مطابق بھی اسے جرم ہی تصور کیا جاتا ہے

دنیا کے وہ ممالک جہاں توہینِ مذہب کا قانون موجود ہے

> "دنیا کے 71 ممالک میں توہینِ مذہب کا قانون موجود ہے، جس میں سے 25 فیصد ممالک کا تعلق مڈل ایسٹ اور شمالی افریقہ سے ہے، 25 فیصد ایشیا، 22 فیصد یورپ، 15 فیصد افریقہ اور 11 فیصد کا تعلق امریکہ سے ہے" [2]

مڈل ایسٹ اور شمالی افریقہ

مڈل ایسٹ اور شمالی افریقہ کے وہ ممالک جن میں توہینِ مذہب کا قانون موجود ہے وہ درج ذیل ہیں

[1] Respecting Rights, Joelle Fiss and Jocelyn Getgen Kestenbaum, U.S. Commission on International Religious Freedom, U.S, 2017, P:50

[2] Respecting Rights, P:14

الجزائر، بحرین، یمن، متحدہ عرب امارات، تیونس، شام، سوڈان، سعودی عرب، قطر، عمان، لیبیا، لبنان، کویت، اردن، اسرائیل، عراق، مصر اور مراکش شامل ہیں

ایشیا

ایشیا کے وہ ممالک جہاں توہینِ مذہب کا قانون موجود ہے

پاکستان، ترکی، وینواتو، تھائی لینڈ، سری لنکا، سنگاپور، فلپائن، پاپونیو جینیا، نیوزیلینڈ، ملائشیا، قازقستان، ایران، انڈونیشیا، بھارت، برونائی، بنگلہ دیش، افغانستان اور قبرص

یورپ

وہ یورپین ممالک جہاں توہینِ مذہب کا قانون موجود ہے

سوئزلینڈ، اسپین، سان مرینو، روس، پولینڈ، مانٹی نیگرو، مالٹا، اٹلی، آئرلینڈ، جرمنی، فن لینڈ، ڈینمارک، آسٹریا، لیچسٹین اندورا اور گریس

افریقہ

وہ افریقی ممالک جہاں توہینِ مذہب کا قانون موجود ہے

زمبابوے، زمبیا، تزانیہ، جنوبی سوڈان، صومالیہ، روانڈہ، نائجیریا، ماریشیس، ایتھوپیا، ایریٹریا، کوموروس اور ایریٹیریا

امریکہ

براعظم امریکہ کے وہ ممالک جہاں توہینِ مذہب کا قانون موجود ہے

انٹیگوا اور بربودہ، برازیل، کینیڈا، گرینادہ، گیانا، سینٹ لوسیا، سینٹ ونسینٹ، گریناڈائنز اور سوری نیم

ان 73 ممالک میں توہین کا قانون کتابوں کی حد تک موجود ہے، ان میں سے بھی حال ہی میں ڈینمارک اور مالٹا وہ ممالک ہیں جہاں سے یہ قانون ختم ہو گیا ہے

توہینِ مذہب کے قانون پر عمل کرنے والے ممالک

جن ممالک میں اس قانون پر سنجیدگی کے ساتھ عمل ہوتا ہے ان میں ایران، پاکستان، یمن، صومالیہ، قطر، مصر اور اٹلی شامل ہیں

مندرجہ بالا قوانین کو بیان کرنے کے بعد یہ واضح ہوتا ہے کہ مہذب اقوام بھی مادر پدر آزادئ اظہار رائے کے حق میں نہیں ہیں بلکہ کچھ حدود و قیود کے ساتھ اجازت دیتی ہیں۔ کچھ ممالک میں قانون کے الفاظ میں ہی سختی پائی جاتی ہے اور کچھ کے قوانین لچکدار ہیں۔ اسی طرح چند ممالک اس قانون کی حساسیت کو سمجھتے ہوئے استہزا کے مجرم کو سزائیں دینے پر یقین رکھتے ہیں اور زیادہ تر ممالک اس معاملے پر صرفِ نظر کا رویہ رکھتے ہیں لیکن اتنا ضرور ہے کہ مذہب، مذہبی شخصیات

اور ان کے مقدس عقائد کے استہزا کو جرم تصور کرتے ہیں البتہ صرف نظر کرنے کی دیگر وجوہات میں سے ایک وجہ اسلام دشمنی بھی ہے جس کے پیشِ نظر بعض اوقات اس جرم کی حوصلہ افزائی ہوتی دکھائی دیتی ہے اور یہ حوصلہ افزائی استہزائے اسلام کے حوالے سے ہوتی ہے لیکن دیگر کسی مذہب یا مذہبی شخصیات کے استہزا پر قانون حرکت میں آجاتا ہے۔ جہاں تک ان قوانین کا شریعت کے تناظر میں جائزہ لینے کی ضرورت ہے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ چند اسلامی ممالک جن میں پاکستان، سعودی عرب اور ایران شامل ہیں کے علاوہ باقی ممالک میں توہینِ مذہب کے حوالے سے مکمل شرعی قوانین موجود نہیں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ استہزا کی سرگرمیوں میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے

اسلام میں آزادی اظہار رائے کا تصور

اس موقعے پر ضروری ہے کہ اس بات کی وضاحت کی جائے کہ اسلام میں اظہار رائے کی کس حد تک آزادی ہے تاکہ اسلام کے حوالے سے اذہان میں پایا جانے والا یہ تصور کہ اسلام اپنے مقلدین کی زبانوں کو خاموش رہنے کی تلقین کرتا ہے 'وہ ختم کیا جاسکے

اسلام میں آزادی اظہار رائے کا تصور بہت واضح ہے، قرآنی آیات اس کی دلیل ہیں

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾[1]

"دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے"

یہ آیت اسلام میں داخلے کے حوالے سے بالکل واضح ہدایت دے رہی ہے اور بنی نوع انسان کو آزادی کا پروانہ جاری کرتی ہے، یہ واضح رہے کہ یہ آیت دین میں داخلے کے حوالے سے ہے کہ کسی کو زبردستی دین میں داخل نہیں کیا جائے گا لیکن جب کوئی داخل ہو جائے تو اسے حدود و قیود کا پابند ہونا پڑے گا، اور یہ کوئی اچھنبے کی بات نہیں ہے، ہر ادارے کے اپنے اصول وضوابط ہوتے ہیں جس پر عمل درآمد کرنا پڑتا ہے چاہے اس ادارے کا فرد اسے پسند کرے یا نہ کرے، اسی طرح اسلام بھی ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ادارے کی مانند ہے، جب کوئی بھی شخص 'اسلام کے ادارے سے وابستہ ہوتا ہے تو اسے اسلام کے اصولوں پر عمل کرنے کی پابندی ہو گی۔

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾[2]

"اور دین کے معاملات میں ان کو بھی مشورے میں شریک رکھو"

---

[1]سورۃ البقرہ:256/2

[2]سورہ آل عمران:159/3

نبی ﷺ کو اللہ نے یہ ہدایت دی ہے کہ دین کے کام میں بھی مکمل آزادیٔ اظہار رائے ہے اس لیے صحابہ کرامؓ کو شریکِ مشورہ رکھو۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے ہر اہم موقعے پر صحابہ کرام ؓ سے مشورہ کیا، بدر کے قیدیوں کا معاملہ ہو یا اُحد میں مدینہ سے باہر لڑنے کا مشورہ ہو یا خندق کے موقعے پر رائے لینا ہو اور اہم بات یہ کہ نبی ﷺ کی سیرت اس بات کی شاہد ہے کہ آپ ﷺ نے متعدد مواقع پر اپنی رائے کی قربانی بھی دی ہے۔

﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ﴾[1]

"اے نبی ﷺ! جو باتیں یہ لوگ بنا رہے ہیں انہیں ہم خوب جانتے ہیں، اور تمہارا کام ان سے جبراً بات منوانا نہیں ہے۔ بس تم اس قرآن کے ذریعہ سے ہر اس شخص کو نصیحت کر دو جو میری تنبیہ سے ڈرے"

﴿فَذَكِّرْ ۣاِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾[2]

"اچھا تو ﴿اے نبی ﷺ﴾ نصیحت کرو، بس تم نصیحت ہی کرنے والے ہو، ان پر جبر کرنے والے نہیں ہو"

مندرجہ بالا دونوں آیات میں نبی ﷺ کو صراحتاً یہ حکم دیا گیا ہے کہ جبر کے رویہ کو اپنائے بغیر ان تک اپنی بات پہنچا دو کیونکہ اسلام 'جور و جبر کے بجائے آزادی کو پسند کرتا ہے

اسلامی تعلیمات میں اظہار رائے کی آزادی کی ایک دلیل اس حدیث کے ذریعے سے بھی ملتی ہے

((عن أبي سعيد الخدري قال قال رسول الله ﷺ أفضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر))[3]

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا! ظالم بادشاہ کے سامنے عدل کی بات (کہنا) افضل جہاد ہے"

یہ وہ اسلامی تعلیمات ہیں جو مکمل آزادیٔ اظہارِ رائے کی ضمانت دیتی ہیں لیکن اسلام نے اس آزادی کے ساتھ کچھ حدود و قیود بیان کیے ہیں جن کی پابندی کا بالتاکید درس دیا جاتا ہے۔

عہد خلفائے راشدین میں آزادیٔ اظہار رائے

دورِ نبوی ﷺ کے بعد اسلام کی تاریخ کا سنہری دور خلفاء راشدین کا تھا ان کا طرز عمل عین اسلام کی تعلیمات کے مطابق تھا یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کبھی اظہار رائے پر پابندی عائد نہیں کی اور اپنے آپ کو تنقید سے بالاتر نہیں سمجھا، خلفائے

---

[1] سورہ ق:50/45

[2] سورۃ الغاشیہ:88/21،22

[3] سنن ابن ماجه، دار إحياء الكتب العربية، مصر، 1402ھ، كتاب الجهاد، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، صحيح لغيره: حديث: 4011، ص:2/1329

راشدین کی پوری سیرت اس بات کی گواہ ہے، وہ نمازوں کی امامت کراتے تھے، مساجد میں ہر عام وخاص سے ملاقات کرنا اور ان کی رائے کا احترام کرنا ان کا خاصہ تھا۔ لہذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آزادیٔ اظہارِ رائے کا فلسفہ چند حدود کے ساتھ عین اسلامی تعلیمات سے مطابقت رکھتا ہے ساتھ ہی یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اسلام کا آزادیٔ اظہار رائے کا فلسفہ مغرب کے فلسفے سے قطعاً مختلف ہے۔ اسلام کا آزادیٔ اظہار رائے انسانی فطرت اور عدل کے عین مطابق ہے جس کے ذریعے سے نہ صرف معاشرے پر امن رہتے ہیں بلکہ افراد کے درمیان باہمی محبت اور اخوت کا جذبہ بھی پروان چڑھتا ہے، پروفیسر خورشید احمد اسلام کے اس فلسفے کو اس اندز میں بیان کرتے ہیں

> "قولوا قولا سدیدا کا حکم دے کر قرآن نے آزادیٔ اظہار کا دستوری حق تمام انسانوں کو دیا، لا اکراہ فی الدین کے اصول میں مذہبی رواداری اور حقیقی تکثیریت کی قانونی اور اخلاقی حیثیت کو تسلیم کیا گیا، امر ھم شوریٰ بینھم کے ذریعے پورے اجتماعی نظام کو آزادی، مشاورت اور حقیقی جمہوریت سے روشناس کرایا گیا، حکمرانوں سے اختلاف کے حق کو فان تنازعتم فی شیءفردوہ الی اللہ ورسولہ کے فرمان کے ذریعے قانون کا مقام دے دیا گیا لہٰذا آزادیٔ اظہار پر مغرب کی اجارہ داری کا دعویٰ تاریخ کا مذاق اُڑانے کے مترادف ہے"[1]

ہم یہ بات کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اسلامی تعلیمات میں اظہار رائے کی آزادی ہے لیکن ان شرائط کے ساتھ کہ کسی دوسرے کا تمسخر اس میں شامل نہ ہو جبکہ موجودہ مغربی اور امریکی فلسفے کے مطابق اظہاررائے کی بلاتحدید مکمل آزادی ہے چاہے اس میں استہزا کا پہلو ہی کیوں نہ شامل ہو، سوائے اس تحدید کے کہ نقصِ امن کا اندیشہ پیدا نہ ہو

آزادئی اظہار رائے کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کا خلاصہ برطانوی محقق اور مورخ برٹرینڈ رسل کی کتاب کے اس اقتباس سے مماثلت رکھتا ہے

> "فرد کی آزادی کا احترام وہاں ہونا چاہیے جہاں کے اعمال سے دوسروں کو کوئی براہ راست، واضح اور غیر مشکوک نقصان نہیں پہنچتا۔ بصورت دیگر ہماری ایذا رساں جبلتیں سولہویں صدی کے سپین جیسی ایک دھڑے پر چلنے والا معاشرہ تعمیر کر دیں گی۔ یہ خطرہ حقیقی ہے اور اہم بھی۔ اگر ہم نے آزادی کو اس کے مناسب مقام پر رکھنا نہ سیکھا تو پھر اس خطرے سے دوچار ہوئے بغیر نہ رہیں گے۔ ہمیں ایسی آزادی کی تمنا

---

[1] اظہار رائے کی آزادی اور مغرب، پروفیسر خورشید احمد، علم وعرفان پبلشر لاہور، 2002ء، ص:144

نہیں کرنی چاہیے جو دوسروں کو محروم کرنے والی ہو بلکہ ہمیں ایسی آزادی تلاش کرنی چاہیے جو ہمیں اپنی مرضی کے مطابق رہنے اور سوچنے کا حق دے اور ہمارے اس حق سے دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے "[1]

نفرت انگیز تقریر اور توہین آمیز قانون

اس ساری گفتگو میں اہم پہلو یہ ہے کہ اس وقت دنیا کے بیشتر ممالک میں نفرت انگیز تقریر(Hate Speech) کے حوالے سے سنجیدہ قانون سازی کی گئی ہے اور اس مسئلے کے تدارک کے لیے سنجیدہ نوعیت کے اقدامات کیے گئے ہیں، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جس شخص یا گروہ کے بارے میں نفرت انگیز زبان استعمال کی جاتی ہے وہ Hate speech law کے تحت فوراً مقدمہ دائر کر دیتا ہے، اور اس کی شکایت سن کر فوراً ملزمان کے خلاف کاروائی کی جاتی ہے ۔ایسے میں اظہار رائے کی آزادی کو پسِ پشت ڈال دیا جاتا ہے لیکن جب یہی کام استہزا کی صورت میں کسی مذہبی اعتقادات کے حوالے سے کیا جاتا ہے تو اسے آزادئ اظہار رائے کا نام دیا جاتا ہے، لہٰذا اس مسئلے کا تجزیہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ Hate speech کی تعریف اور متعلقہ قوانین کا مطالعہ کیا جائے

نفرت انگیز تقریر کی تعریف

مریم ویبسٹر ڈکشنری کے مطابق

" Speech expressing hatred of a particular group of people"[2]

" لوگوں کے کسی خاص گروہ سے نفرت کا اظہار کرنے والی تقریر"

آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں اس کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے

"Abusive or threatening speech or writing that expresses prejudice against a particular group, especially on the basis of race, religion, or sexual orientation" [3]

---

[1] آزادی اور معاشرہ، برٹرینڈ رسل، مترجم قاضی جاوید، مشعل پبلیکیشنز، لاہور 2000ء، ص:4

[2] Merriam-Webster, P:709

[3] Murray, James, Oxford English Dictionary, Oxford university press, United Kingdom, 1884, P 746

"گالی گلوچ یا دھمکی آمیز تقریر یا تحریر جو کسی خاص گروہ کے خلاف تعصب کا اظہار کرتی ہے، خاص طور پر نسل، مذہب، یا جنسی رجحان کی بنا پر"

نفرت انگیز تقریر کے قوانین

سب سے پہلے نفرت انگیزی کے حوالے سے 1965ء میں اقوام متحدہ نے ایک معاہدہ بعنوان "کنونشن برائے انسداد نسلی امتیاز" "The elimination of all forms of racial discrimination (CERD)" منظور کیا جس کے مطابق مندرجہ ذیل 4 نکات کو Hate Speech تصور کیا جائے گا

1- "Dissemination of ideas based on racial superiority
2- Dissemination of ideas based on racial hatred
3- Incitement to racial discrimination
4- Incitement to acts of racially motivated violence" [1]

1- "نسلی فوقیت کی بنیاد پر نظریات کا پھیلاؤ
2- نسلی منافرت پر مبنی نظریات کی بازی
3- نسلی امتیاز کو اکسانا
4- نسلی طور پر حوصلہ افزائی کی وارداتوں کو اکسانا"

مندرجہ بالا نکات میں غور طلب امر یہ ہے کہ ان کا تعلق محض نسلی امتیاز سے ہے یعنی نسل کی بنیاد پر اگر کوئی نفرت آمیز گفتگو کی گئی تو وہ قابلِ گرفت ہو گی

یورپی یونین کی عدالت برائے انسانی حقوق (ای ایچ سی آر)

یورپی یونین کی عدالت برائے انسانی حقوق کا یہ ادارہ 1950ء میں قائم ہوا اور 1953ء میں فعال ہوا جس میں یورپ کی 47 ریاستیں شامل ہیں، اس کی تعریف کے مطابق

"The European Court of Human Rights, in a definition adopted by the Council of Europe's Committee of Ministers, considers 'hate speech' as: "all forms of expression which spread, incite, promote or justify racial hatred, xenophobia, anti-Semitism or other forms of hatred based on intolerance, including intolerance expressed by aggressive

[1] General Assembly Resolution, 2106A (XX), December 1965

nationalism and ethnocentrism, discrimination and hostility towards minorities, migrants and people of immigrant origin" [1]

"یوروپین کورٹ آف ہیومن رائٹس، کونسل برائے یورپ کی کمیٹی برائے وزراء 'نفرت انگیز تقریر' کی تعریف کرتی ہے:"ہر طرح کے اظہار جو نسلی منافرت پھیلانے، اکسانے، فروغ دینے یا جواز پیش کرنے، زینو فوبیا، یہودیت دشمنی یا کسی اور کو عدم رواداری پر مبنی نفرت کی اقسام، جارحانہ قوم پرستی اور نسل پرستی کے ذریعہ عدم رواداری، اقلیتوں، تارکین وطن اور تارکین وطن کے لوگوں کے ساتھ امتیازی سلوک اور دشمنی کا اظہار"

اس تعریف کے مطابق یہودیت دشمنی کی بنیاد پر بھی اگر کسی نے کسی بھی طریقے سے اظہار کیا تو وہ بھی جرم تصور ہو گا۔اس طرح کی متعصبانہ اور غیر عادلانہ قانون سازی کی جائے گی تو استہزا کے واقعات ہی رونما ہوں گے

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس ادارے کی جانب سے انسانی حقوق کے حوالے سے کبھی معقول فیصلے بھی سنائے جاتے ہیں، آسٹریا کی ایک متعصب خاتون جس نے 2008 میں ایسے سیمنار منعقد کرائے تھے جو توہین آمیز موضوعات پر مشتمل تھے، مسلمانوں کی شکایت پر نفرت انگیز مواد پر 548ڈالر جرمانہ کر دیا۔

آسٹرین کریمنل کوڈ188 کے مطابق

"Anyone who publicly disparages or mocks a person or a thing that is the object of worship of a domestic church or domestic religious society, or a religious doctrine, a legally admissible custom, or a legally admissible institution of such a church or religious society, in a manner that is capable of causing legitimate offense, shall be liable to imprisonment not exceeding six months or a fine of up to 360 daily units" [2]

"جو بھی فرد عوامی طور پر کسی فرد یا کسی چیز کا تعزیر یا مذاق اُڑائے، جو گھریلو چرچ یا گھریلو مذہبی معاشرے، یا مذہبی عقائد، قانونی طور پر قابل قبول رواج، یا اس طرح کے چرچ یا مذہبی معاشرے کا قانونی طور پر قابل اعتراف ادارہ ہے کا مذاق اُڑائے تو یہ جرم متصور ہو گا، جو کہ چھ ماہ سے زیادہ قید یا 360 روزانہ یونٹ تک جرمانے کا پابند ہو گا"

---

[1] The Council of Europe, Hate Speech, https://www.coe.int/en/web/freedom-expression/hate-speech, Accessed on 21-10-19, Time: 8:24

[2] Blasphemy and Related Laws in Selected Jurisdictions, Staff of the Global Legal Research Center, The Law Library of Congress, Global Legal Research Center, Washington, 2017, P:12

اس خاتون نے مذکورہ فیصلے کو یورپی یونین کی عدالت میں چیلنج کر دیا چونکہ اس ادارے کا کام افراد اور ملکوں کی جانب سے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے بارے میں جاری کردہ مقدمات پر فیصلہ سنانا ہے لہٰذا انہوں نے یہ فیصلہ سنایا

"یورپی یونین کی عدالت برائے انسانی حقوق (ای ایچ سی آر) نے کہا ہے کہ پیغمبرِ اسلام کی توہین 'آزادیٔ اظہار کی جائز حدوں سے تجاوز کرتی ہے، اور اس کی وجہ سے تعصب کو ہوا مل سکتی ہے اور اس سے مذہبی امن خطرے میں پڑ سکتا ہے "[1]

بظاہر تو یہ فیصلہ درست ہے اور اس کی حوصلہ افزائی بھی ہونی چاہیے لیکن غور طلب پہلو یہ ہے کہ فیصلے کے الفاظ یہ پیغام دے رہے ہیں کہ بذات خود توہینِ پیغمبر میں کوئی قباحت نہیں ہے لیکن چونکہ اس کے نتیجے میں تعصب میں اضافہ ہو گا اور مذہبی امن خطرے میں پڑنے کا اندیشہ ہے اس لیے توہین کے مرتکب فرد کو جرمانے کی سزا ملنی چاہیے۔ آسان الفاظ میں یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اگر توہینِ پیغمبر پر مسلمان خاموشی سے بیٹھے رہیں اور کوئی رد عمل نہ دکھائیں تو یہ جرم بھی جرم متصور نہیں ہو گا۔ اسی طرح چند سو روپے جرمانے کی سزا اتنے بڑے جرم کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ مجرم کی حوصلہ افزائی کے مترادف ہے

لیکن یورپ اور امریکہ میں موازنہ کیا جائے تو اس بات کا ادراک ہوتا ہے کہ یورپی یونین کے قوانین میں تو "نفرت انگیز تقریر" کو قانونی جرم تصور کیا گیا ہے چاہے اس کی وجہ نقصِ امن کا اندیشہ ہی ہو اور اس کی سزا بہت چھوٹی ہی کیوں نہ ہو لیکن امریکہ میں باقاعدہ اسے آزادیٔ اظہار رائے کے نام پر آئینی حق دیا گیا ہے۔ مائیکل روزن فیلڈ کے مطابق

"Hate speech – that is, speech designed to promote hatred on the basis of race, religion, ethnicity or national origin – poses vexing and complex problems for contemporary constitutional rights to freedom of expression. --- however, a big divide between the United States and the other Western democracies. In the United States, hate speech is given wide constitutional protection, while under international human rights covenants and in other Western democracies, such as Canada, Germany and the United Kingdom, c and subjected to criminal sanctions" [2]

---

[1] روزنامہ جنگ، جنگ گروپ آف پبلشرز، 27 اکتوبر 2018ء، ص:6

[2] Hate speech in constitutional jurisprudence: a comparative analysis, Michel Rosenfeld, Ibn Cardozo Law Review, London, 2001, P:3

"نفرت انگیز تقریر یعنی، نسل، مذہب، نسل یا قومی اصل کی بنیاد پر نفرت کو فروغ دینے کے لئے تیار کی جانے والی تقریر، آزادی اظہار کے عصری آئینی حقوق کے لیے پیچیدہ ترین مسائل پیدا کرتی ہے۔۔۔ تاہم، ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور دوسرے مغربی جمہوری ریاستوں کے مابین ایک بہت بڑا فرق ہے۔ امریکا میں نفرت انگیز تقریر کو وسیع پیمانے پر تحفظ دیا جاتا ہے۔ آئینی تحفظ، جبکہ بین الاقوامی انسانی حقوق کے معاہدوں کے تحت کینیڈا، جرمنی اور برطانیہ جیسے دیگر مغربی جمہوری ریاستوں میں اسے مجرمانہ پابندیوں کا نشانہ بنایا گیا"

یہی اہم مسئلہ ہے کہ دنیا کی سپر پاور کے قانون میں نفرت انگیز تقریر کو بھی آزادئی اظہار کی وجہ سے آئینی سرپرستی حاصل ہے

"Hate speech in the United States is not regulated, in contrast to that of most other liberal democracies, due to the robust right to free speech found in the American Constitution The U.S. Supreme Court has repeatedly ruled that hate speech is legally protected free speech under the First Amendment" [1]

"امریکی آئین میں پائے جانے والے آزادانہ حق رائے دہی کے مضبوط حق کی وجہ سے، ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں نفرت انگیز تقریر کا اطلاق دیگر لبرل جمہوریتوں کے برعکس نہیں ہے۔ امریکی سپریم کورٹ نے بار بار فیصلہ دیا ہے کہ پہلی ترمیم کے تحت نفرت انگیز تقریر کو قانونی طور پر آزادانہ تقریر کہا جاتا ہے"

یہی وجہ ہے کہ اقوام متحدہ اور دیگر بین الاقوامی ادارے بھی اس مسئلے کا سنجیدگی کے ساتھ احساس نہیں کرتے اور اس وقت تک نوٹس نہیں لیا جاتا جب تک نقصِ امن کا اندیشہ نہ ہو

ڈنمارک کے چند اخبارات نے 2006ء میں نبی ﷺ کے حوالے سے توہین آمیز کارٹون شائع کیے تھے جس پر مسلم دنیا میں شدید رد عمل دیکھنے میں آیا، اس رد عمل کی وجہ سے امریکہ اور برطانیہ کے اخبارات نے ان کارٹونز کی اشاعت کا فیصلہ واپس لے لیا۔ اس فیصلے پر مشہور امریکی قانون دان اور فلسفی رونالڈ ڈوورکن نے نیویارک ریویو آف بکس میں ایک مضمون بعنوان "The right to ridicule" لکھا جسمیں اس نے امریکی اور برطانوی اخبارات کے فیصلے کو اس بنیاد پر درست ثابت کیا کہ اس سے مزید انارکی اور بدامنی میں اضافے کا امکان تھا لیکن ساتھ ہی وہ یہ سوال بھی اُٹھاتا ہے کہ کیا کسی مذہب کے لیے جو بات توہین آمیز یا مضحکہ خیز ہو، اسے جرم قرار دیا جانا چاہیے؟ نیز وہ جمہوریت کی وکالت کرتے ہوئے آزادئ اظہار رائے کو بنیادی انسانی حق سمجھتا ہے چاہے اس میں اسلام کی تضحیک شامل ہو یا ہولوکاسٹ کا تمسخر،

[1]Freedom of Speech, Van Mill, David, Stanford Encyclopedia of Philosophy, California, 2002, P:8

مضمون نگار کے مطابق مسلمانوں کی یہ شکایت درست ہے کہ ہولوکاسٹ پر گفتگو کرنا جرم قرار دیا گیا ہے جبکہ پیغمبر کی توہین جرم نہیں ہے، لیکن بجائے اس کے کہ توہینِ پیغمبر کو جرم قرار دیا جائے اور اظہارِ رائے کو پابند کیا جائے اس کا حل یہ ہے ہولوکاسٹ پر گفتگو کی بھی مکمل آزادی ہو۔

آخر میں اس مضمون کا خلاصہ یوں لکھا ہے

"Religion must observe the principles of democracy, not the other way around, no religion can be permitted to legislate for every one about what can or cannot be drawn any more than it can legislate about what may or may not be eaten. No one's religious convictions can be thought to trump the freedom that makes democracy possible" [1]

"مذہب پر لازم ہے کہ وہ جمہوریت کے اصولوں کی پابندی کرے، نہ کہ اس کے برعکس جمہوریت کو مذہب کا پابند بنایا جائے، کسی مذہب کو یہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ سب کے لیے یہ قانون بنا سکے کہ وہ کیسا خاکہ بنا سکتے ہیں اور کیسا نہیں، بالکل اسی طرح جیسے وہ ہر کسی کے لیے یہ قانون نہیں بنا سکتی کہ وہ کیا کھا سکتے ہیں اور کیا نہیں۔ کسی کے مذہبی اعتقادات کے متعلق یہ نہیں سوچا جاسکتا کہ وہ اس آزادی کو فتح کرلیں گے جو جمہوریت نے ممکن بنادی ہے"

اس مضمون کے مطالعے کے بعد امریکی قانون دان حضرات کی سوچ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بنیادی طور پر کسی کو بھی مذہبی اعتقادات کا تمسخر کرنے اور اسے تضحیک کا نشانہ بنانے کی مکمل آزادی ہونی چاہیے کیونکہ یہ آزادیٔ اظہار رائے کے فلسفے کا بنیادی تقاضہ ہے لیکن استہزا کی اُس وقت مذمت کی جائے گی جب استہزا کے نتیجے میں نقصِ امن کا اندیشہ ہو، اور کسی بھی معاشرے میں جب فساد پھیلے اور اس کا امن درہم برہم ہوجانے کا خدشہ ہو تو قانون کو حرکت میں آنا چاہیے لیکن قانون 'توہینِ مذہب کی بنیاد پر نہیں بلکہ نفرت انگیزی "Hate Speech" کی بنیاد پر حرکت میں آئے گا۔ جس کی ایک حالیہ مثال ناروے میں اس وقت سامنے آئی جب ناروے کے شہر کرسٹیئنسانڈ[2] میں Stop Islamization of Norway(SIAN) نامی تنظیم کے احتجاج میں اس وقت رونما ہوا جب اس تنظیم کے رہنما لارس تھورسن نے مقامی پولیس کی جانب سے اجازت نہ ملنے کے باوجود قرآن کے ایک نسخے کو بھرے مجمعے کے سامنے جلانے کی کوشش کی، اسی دوران مجمعے سے الیاس عمر نامی شامی مسلم نوجوان نے لارس تھورسن پر حملہ کردیا، جس کے بعد پولیس حرکت میں آئی اور فریقین کو حراست میں لے لیا گیا یعنی اگر کوئی ردعمل دکھائے گا تو ہی قانون حرکت میں آئے گا

[1] The Right to Ridicule, Ronald Dworkin, New York Review of Books, Giles Harvey, New York, March 23, 2006, P:5

[2] ناروے کا چھٹا بڑا ملک ہے جس کی آبادی سوا لاکھ کے قریب ہے

نفرت انگیز تقریر اور اسلام

دنیا کے مختلف ممالک میں جہاں نفرت انگیز تقریر کے حوالے سے قانون سازی کی گئی وہیں اسلام کا نقطہ نظر اس حوالے سے اتنا واضح ہے کہ اگر ان اخلاقی اقدار کو اپنا لیا جائے تو کسی قانون سازی کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ سورۃ الحجرات میں ان اخلاقی اقدار کو یوں بیان کیا گیا ہے

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاۗءٌ مِّنْ نِّسَاۗءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾[1]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، ایک دوسرے پر طعن نہ کرو، اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو، ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے، جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں"

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾[2]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔ اللہ سے ڈرو، اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے"

سورۃ الحجرات کی مندرجہ بالا آیات انسانی حقوق کے عالمی منشور میں اظہار رائے کی آزادی کی شق کے ساتھ شامل کر دینی چاہیے تاکہ اس آزادی کی حدود و قیود کا سب کو ادراک ہو سکے، یہ آیات بنیادی انسانی اخلاقیات کی جانب رہنمائی کرتی ہیں جو کہ نہ صرف اسلامی معاشروں کے لیے بلکہ ہر انسانی معاشرے کے لیے رہنما اصول کے طور پر موجود ہیں۔

نفرت انگیز تقریر کے حوالے سے مومن کی صفات اس طرح بیان ہوئی ہیں

((عن عبد الله بن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «ليس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذيء))[3]

---

[1] سورۃ الحجرات:4-9/11

[2] سورۃ الحجرات:12/49

[3] جامع ترمذی، كتاب البر والصلة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء في اللعنة ، حديث مرفوع، حديث: 1977، ص: 350/4

"حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کسی کو طعنے دینے والا، لعنت بھیجنے والا، فحش گفتگو کرنے والا اور بد تمیزی کرنے والا مومن نہیں ہے"

استہزائے اسلام کے مرتکب حضرات اس حدیث کو ہی سمجھ لیں تو اندازہ ہو گا کہ اسلام اپنے کارکن کے اندر ان خوبیوں کا متقاضی ہوتا ہے اور یہی صفات اگر پوری دنیا کے لوگ اپنا لیں تو دنیا کے بیشمار تنازعوں سے نجات مل جائے گی۔

درج بالا گفتگو سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بین الاقوامی سطح پر بھی توہینِ مذہب کے قوانین تو موجود ہیں لیکن ایک تو ان کی سزا معمولی ہے اور دوسرا غیر فعال ہیں، یہی وجہ ہے کہ کسی بھی مذہب کا بآسانی استہزا کیا جاتا ہے اور ان کے ممالک کے باختیار افراد کی جانب سے بھی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، اسی طرح نفرت انگیز قوانین پر عملدرآمد کے حوالے سے تو سنجیدگی کا مظاہرہ دیکھنے میں آتا ہے لیکن توہینِ رسالت ﷺ کے معاملے میں اس عمل کو نفرت انگیز تقریر میں متصور نہیں کیا جاتا۔ جبکہ اسلامی تعلیمات' آزادیٔ اظہارِ رائے کے حوالے سے بھی بالکل واضح ہیں اور نفرت انگیز تقریر کے حوالے سے بھی حدود و قیود متعین کرتی ہیں۔

خلاصہ کلام

اس باب میں ملکی قوانین کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ پاکستان میں توہینِ رسالت کے قوانین اسلامی تعلیمات کے مطابق ہیں صرف قانونِ توہینِ رسالت میں بالعمد کا اضافہ کرنے سے اس میں عملی طور پر موجود ابہام دور ہو جائے گا کیونکہ تاریخ اسلام میں بھی بالعمد استہزا کرنے والے مجرم کو ہی سزا دی گئی ہے، بین الاقوامی اعلامیے، قوانین، قراردادیں، معاہدات اور ترقی یافتہ ممالک کے قوانین سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مذہب اور اس کی تعلیمات کی توہین، مقدس شخصیات کا استہزا کسی بھی مہذب معاشرے میں ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے اسی لیے آزادی اظہار رائے و تقریر وخیالات پر ایک خاص حد کے بعد قانونی قدغن لگانا ضروری سمجھا جاتا ہے لیکن صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ بین الاقوامی قوانین ہوں یا ممالک کے اپنے قوانین ان کے الفاظ میں اتنی لچک موجود ہے کہ جس کا مستہزئین ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ دنیا بھر کے ممالک اور خود اقوام متحدہ نے آزادیٔ اظہار رائے کے فلسفے کو ایسا بُت تسلیم کیا ہوا ہے کہ جس کے سامنے توہین کے قوانین کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور استہزا کے جتنے بھی واقعات سامنے آئے ہیں ان سب کے لیے آزادیٔ اظہار رائے کو ہی جواز بنایا جاتا ہے جبکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلامی تعلیمات بجائے خود اس آزادی کی نا صرف حامی ہیں بلکہ اس کی ترغیب بھی دیتی ہیں لیکن کچھ حدود و قیود کے ساتھ کہ جن کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

باب ششم

استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے ممکنہ اقدامات

فصل اول: استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے ریاست کا کردار

فصل دوم: استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے اہلِ علم کی ذمہ داری

فصل سوم: استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے ذرائع ابلاغ کا کردار

باب ششم: استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے ممکنہ اقدامات

اس باب میں اُن اقدامات کے بارے میں گفتگو کی جائے گی جن پر استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے ممکنہ طور پر عمل درآمد کیا جاسکتا ہے

فصل اول: استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے ریاست کا کردار

یہ فصل تین مباحث پر مشتمل ہے، جس میں استہزا کے سدباب کے لیے ریاست کے کردار پر گفتگو کی جائے گی۔ ریاست کسی بھی معاشرے میں امن وسکون کے قیام کی ذمہ دار ہوتی ہے اس لیے استہزائے اسلام کے مسئلے کے سدباب کے لیے سب سے بنیادی ذمہ داری ریاست کی بنتی ہے، لہٰذا اس فصل میں اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ ریاست ایسے کیا اقدامات کر سکتی ہے جس کے ذریعے سے اس مسئلے کا سدباب کیا جاسکتا ہے

مبحث اول: استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے مقننہ کے اقدامات

مبحث اول میں مقننہ کے اُن اقدامات کا جائزہ لیا جائے گا جو استہزء اسلام کے سدباب کے لیے ناگزیر حیثیت رکھتے ہیں مقننہ کو کسی بھی ریاست کا اہم ستون سمجھا جاتا ہے، استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے قانون سازی کی بہت اہمیت ہے۔ باب پنجم میں اس کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے کہ نہ صرف بین الاقوامی قوانین بلکہ مختلف ممالک کے اپنے قوانین بھی استہزاءمذہب اور نفرت آمیز گفتگو پر پابندی عائد کرتے ہیں لیکن قانون میں موجود ان پابندیوں کے الفاظ محض اس لیے لچکدار ہیں کہ آزادئ اظہار رائے کے نظریہ کو نقصان نہ پہنچے، اسی طرح اس جرم کو چھوٹا جرم سمجھ کر اس کی سزا بھی بہت معمولی رکھی جاتی ہے جبکہ اگر کسی بھی ملک کی مقننہ اس مسئلے کی حساسیت کو سمجھتے ہوئے سنجیدہ اور سخت قانون سازی کرے تو مقننہ اہم کردار ادا کر سکتی ہے

پروفیسر عبد السلام خورشید لکھتے ہیں

> "دنیا کے ہر ملک کے دستور میں خواہ وہ آمرانہ ہوں یا اشتراکی یا جمہوری' آزادئ اظہار کی حفاظت وبقا کی ضمانت دی گئی ہے، لیکن قطعی آزادی نہ دنیا میں کبھی رائج ہوئی ہے نہ ہو گی، ہر آزادی کے ساتھ کچھ پابندیاں ضرور ہوتی ہیں اور یہ نہ ہوں توانسانی معاشرہ درہم برہم ہو جائے اور انسان انسان کو جینے نہ دے۔ ان پابندیوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ معاشرے میں امن و امان قائم رہے، اخلاقی اقدار کو ٹھیس نہ

پہنچے، آزادی کا مطلب لا قانونیت یا نزاع نہیں ہوتا، آزادی اپنی جلو میں کچھ حقوق لاتی ہے اور یہ ہمیشہ ذمہ داریوں سے عبارت ہوتی ہے"[1]

اس عبارت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اجتماعی طور پر کوئی بھی دستور مادر پدر آزادی کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی کسی ملک کی مقننہ اس کے حق میں ہو سکتی ہے کیونکہ مکمل آزادئ اظہار نقصِ امن کا باعث بن سکتا ہے

اس کی مزید وضاحت صلاح الدین صاحب اپنے مضمون میں اس طرح کرتے ہیں

"آزادی کے معنیٰ بے مہاری نہیں ہیں، گھوڑے کے منہ میں لگام اور اونٹ کے منہ میں نکیل نہ ہو تو وہ اپنے سوار کو منزل پر پہنچانا تو کجا شاید زندہ سلامت بھی نہ چھوڑے۔۔۔مادر پدر آزادی کا مہذب انسانی معاشرے میں کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا، ذرائع ابلاغ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں، ان کی آزادی، وطن کی آزادی، اس کے شہریوں کی جان ومال اور عزت و آبرو کے تحفظ اور اس کے شہریوں میں اپنے مستقبل پر یقین واعتماد قائم رکھنے کی ذمہ داریوں سے بے نیاز ہو جائے تو پھر یہ فتنہ بن جاتی ہے"[2]

استہزا کسی معمولی شخص کا ہو یا مقدس شخصیت کا، کسی مذہب کا ہو یا کسی روایت اور ثقافت کا یہ مشغلہ بجائے خود سراپہ شر، فتنہ اور فساد ہے جو کوئی بھی ریاست اپنے ملک میں پسند نہیں کرتی۔

آزادئ اظہار رائے کی اصل 'تنقید کی آزادی ہے، تنقید اور استہزا کے فرق کو سمجھنا بہت ضروری ہے، تنقید کے ذریعے سے اصلاح اور تعمیر مقصود ہوتی ہے جبکہ استہزا میں تخریب کا عنصر پایا جاتا ہے، بس یہی بنیادی فرق ہے تنقید اور استہزا کا۔ اس لیے قانون ساز اداروں کے لیے ضروری ہے کہ اس حوالے سے سنجیدہ نوعیت کے اقدام اٹھائے جائیں۔

پاکستان کے تناظر میں گفتگو کی جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ پاکستان کی سطح پر مقننہ کے اقدامات قابلِ اطمینان ہیں جہاں استہزائے مذہب کے حوالے سے مناسب قانون سازی کی گئی ہے، تاہم مذہبی تعلیمات کے استہزا کے حوالے سے جزئیات میں قانون سازی کی ضرورت ہے

- استہزا اور تمسخر کے حوالے سے علیحدہ قانون سازی کی جائے
- استہزائے مذہب کے قوانین 'نقصِ امن کے حوالے سے مشروط نہ ہوں
- نفرت انگیز تقریر اور استہزا کے قوانین علیحدہ ہونے چاہئیں اور دونوں کی سزا بھی سخت ہونی چاہیے

---

[1] فن صحافت، پروفیسر عبد السلام خورشید، مکتبہ کاروان لاہور، 1988ء، ص:247

[2] محمد صلاح الدین، ہفت روزہ تکبیر، گلبہار پریس کراچی، 19 اپریل 1987ء، ص:11

- استہزا کے حوالے سے عمومی قوانین کے علاوہ مقدس شخصیات، مذاہب، عبادات کے حوالے سے بھی منفرد قوانین بنائے جائیں
- قانون اتنے مضبوط ہونے چاہئیں کہ ان میں کوئی سقم نہ ہو اور سزا بھی سخت ہونی چاہیے کہ کوئی اس مشغلے کو اختیار کرنے سے پہلے لاکھ مرتبہ سوچے

مبحث دوم: استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے عدلیہ کے فیصلے

قانون سازی ہو جانے کے بعد استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے عدلیہ کے فیصلے بہت اہمیت کے حامل ہیں، دنیا بھر میں یہی وہ ادارہ ہے جو اس مسئلے کے سدباب کے لیے اپنا مثبت کردار ادا کر سکتا ہے، اس مبحث میں ان امور پر روشنی ڈالی جائے گی۔

پاکستان میں اس حوالے سے عدلیہ کی جانب سے بہتر اقدامات کیے گئے ہیں، اسلام آباد ہائی کورٹ کے جسٹس شوکت صدیقی نے وہ بلاگرز جو سوشل میڈیا پر بلاگز کے ذریعے سے استہزا میں پیش پیش تھے اُن مستہزئین کے حوالے سے درخواستوں پر 31 مارچ 2017ء کو ایک تاریخی فیصلہ سنایا جس کو استہزا کے سدباب کے ضمن میں ایک خوش آئند قدم کہا جاسکتا ہے، اس فیصلے کے نکتہ 5 اور 6 کے مطابق

> "جہاں تک ان پانچ بلاگرز کا تعلق ہے، جو پاکستان سے جا چکے ہیں تو اس معاملے میں ایف آئی اے کو ہدایت کی جاتی ہے کہ قانون کے مطابق پیش رفت کرے اور اگر کوئی قابل گرفت شہادت میسر ہے تو ان بلاگرز کو واپس لایا جائے، تاکہ ان کے خلاف قانون کے مطابق کاروائی ہو سکے لیکن اس معاملے میں قانون کے مطابق سلوک کے اصول کو مدنظر رکھا جائے، وزارت داخلہ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ ملک میں کام کرنے والی ایسی NGOs (این جی اوز) کی بھی نشاندہی کریں، جو ملک میں گستاخانہ مواد اور فحش مواد کی اشاعت و تشہیر کے ایجنڈے پر گامزن ہیں"[1]

عدلیہ اس مسئلے کو بہتر انداز میں حل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور استہزائے اسلام کو قانوناً جرم سمجھنے کے بعد مکمل تفتیش کے ذریعے جرم ثابت ہو جانے کے بعد سزا دے سکتی ہے

عدلیہ کی جانب سے ممکنہ اقدامات درج ذیل ہیں

- قانون بن جانے کے بعد عدلیہ کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ قانون پر احسن انداز میں عمل درآمد کرائے
- استہزا کا کوئی واقعہ رونما ہونے کے بعد عدلیہ وقت ضائع کیے بغیر اس کے شواہد جمع کرے اور شفاف تحقیقات کے ساتھ اس مقدمے کے سماعت کرے
- مقدمات کی تاریخ میں تاخیر کی وجہ سے ملزم مشکلات کا سامنا کرتا ہے اس لیے ایسے مقدمات کو جلد از جلد نمٹانے کی ضرورت ہے

---

[1] ناموس رسالت ﷺ اعلیٰ عدالتی فیصلہ، ص: 63

- مدعی اور ملزم کی باہمی چپقلش بھی اس طرح کے مقدمات میں بہت اہمیت کی حامل ہے کیونکہ پاکستان سمیت دنیا کے دیگر ممالک میں بھی اس قانون کا غلط استعمال معمول بن گیا ہے جس کی وجہ سے بجائے خود قانون پر انگلیاں اُٹھائی جاتی ہیں، لہٰذ قانون پر عملدرآمد کرتے ہوئے عدلیہ کے لیے ضروری ہے کہ مدعی اور ملزم کے حوالے سے شفاف تحقیقات کروائے۔

مبحث سوم: استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے انتظامیہ کالائحہ عمل

انتظامیہ کسی بھی ریاست کا سب سے اہم اور بااختیار ستون ہوتا ہے جسے کے ماتحت بیوروکریسی، فوج، فورسز، پولیس اور خفیہ ایجنسیاں جیسے ادارے موجود ہوتے ہیں جو عموماً زیادہ بااختیار ہوتے ہیں، انتظامیہ کے ان اقدامات پر مبحث سوم میں بحث کی جائے گی۔

پاکستان میں استہزا کے سدباب کے حوالے سے انتظامیہ کے اقدامات تسلی بخش ہیں، اس حوالے سے سیکریٹری داخلہ کا یہ بیان وضاحت کرتا ہے

> " 8مارچ 2017ء کو ناموس رسالت ﷺ کے مقدمے کی دوسری سماعت میں عدالت نے درخواست سے منسلک تمام مواد عدالت میں موجود سرکاری افسران کو ملاحظہ کے لیے چیمبر میں فراہم کیا، مواد کا جائزہ لینے پر افسران نہ صرف محوِ حیرت بلکہ کرب واضطراب کی کیفیت میں پائے گئے، سیکریٹری داخلہ نے دو ٹوک الفاظ میں بیان کیا کہ: ذات باری تعالیٰ، قرآن مجید اور دنیا کی معزز ترین ہستی حضرت محمد ﷺ، آپ کے صحابہؓ، اہل بیت اور ازواج مطہرات کے خلاف گھٹیا اور شرمناک مہم چلانے والے مجرموں کے خلاف سخت قانونی کاروائی کی جائے گی، انہوں نے عدالت کو یقین دہانی کرائی کہ پوری سرکاری مشینری کو اس شر انگیزی کو روکنے اور اس کے خاتمے کے لیے حرکت میں لایا جائے گا اور ذمہ دار افراد کے خلاف متعلقہ دفعات کے تحت فوجداری مقدمات دائر کیے جائیں گے "[1]

اس اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ پاکستان کی حد تک انتظامیہ کا کردار قابلِ تحسین ہے کہ جو ایسے ملزمان کے حوالے سے فوری کاروائی پر یقین رکھتے ہیں لیکن دیگر ممالک میں عموماً انتظامیہ اسی وقت حرکت میں آتی ہے کہ جب نقصِ امن کا اندیشہ ہو۔

انتظامیہ کی جانب سے ممکنہ اقدامات

- اسلام یا کسی بھی مذہب کے استہزا کے حوالے سے کوئی واقعہ ہو تو فوراً اقدامات کرنا
- جائے وقوعہ پر پہنچ کر تحقیقات کرنا
- ملزم اور مدعی سے احسن انداز میں تفتیش کرنا
- کسی ایک فریق کی سیاسی، لسانی، علاقائی یا مذہبی وابستگی کی وجہ سے اس کا ساتھ نہ دینا

---

[1] ناموس رسالت ﷺ اعلیٰ عدالتی فیصلہ، ص:54

- کسی بھی قسم کا دباؤ قبول نہ کرنا

حکومت کے ممکنہ اقدام

- بین الاقوامی سطح پر استہزاء اسلام کی کوئی صورت سامنے آتی ہے اور اگر ملکی سطح پر اس کے سدباب کے لیے کوئی کوشش نہیں ہوتی تو اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس حوالے سے اقوام متحدہ کے متعلقہ فورم میں اس کا اندراج کرائیں
- جس ملک کے شہری کی طرف سے یہ جرم سرزد ہو رہا ہو تو اس ملک کو تنبیہ کرنے کے بعد سفارتی تعلقات ختم کرنے کی دھمکی دی جاسکتی ہے
- استہزائے اسلام کی صورت میں صدارتی روابط کے ذریعے سے اس مسئلے کو متفقہ طور پر حل کیا جاسکتا ہے
- مختلف ممالک میں اپنے سفیر بھیج کر اس مسئلے کے سدباب کے لیے رائے عامہ ہموار کی جاسکتی ہے
- ریاست کی جانب سے پر امن احتجاج کو بھی ایک ممکنہ اقدام کہا جاسکتا ہے
- علامتی طور پر یوم سیاہ یا یوم سوگ کے طور پر دنیا بھر میں اپنا احتجاج ریکارڈ کرایا جاسکتا ہے

درج بالا کلام سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی بھی معاشرے میں ریاست کی بہت اہمیت ہوتی ہے وہ اپنے اختیارات کا استعمال کرکے استہزائے اسلام جیسی منفی سرگرمیوں کے سدباب کی صلاحیت رکھتی ہے۔ریاست کے بنیادی ستون اگر مثبت انداز میں اپنا کردار ادا کریں تو یہ مسئلہ بآسانی حل ہو سکتا ہے۔مقننہ 'اس حوالے سے سخت ترین قانون سازی کرے،عدلیہ فوری اور انصاف پر مبنی فیصلے صادر فرمائے اور انتظامیہ سنجیدہ نوعیت کے اقدامات کرے تو استہزائے اسلام کے سدباب کیا جاسکتا ہے

فصل دوم: استہزائے اسلام کے سد باب کے لیے اہلِ علم کی ذمہ داری

فصل دوم تین مباحث پر مشتمل ہے۔

استہزائے اسلام کے سد باب کے لیے اہلِ علم حضرات بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اہل علم میں کسی یونیورسٹی اور کالج کا پروفیسر بھی ہو سکتا ہے اور کسی مدرسے کا استاد بھی، اسی طرح گھر اور خاندان کے بڑے بھی اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں اور عصرِ حاضر کے مثبت موٹیویشنل اسپیکرز بھی، درس و تدریس سے وابستہ مدرس بھی اور ائمہ مساجد بھی اس حوالے سے اپنی اپنی سطح پر تعاون کر سکتے ہیں۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ استاد کسی بھی معاشرے کا وہ طبقہ ہوتا ہے کہ جس کا واسطہ ہر عمر کے افراد سے پڑتا ہے جس میں مرد اور عورت کی بھی کوئی تفریق نہیں ہے اور یہ وہ معزز ہستی ہے جس کو ہمیشہ عزت کی نگاہ سے ہی دیکھا جاتا ہے۔

مبحث اول: آزادیٔ اظہار کے اسلامی تصور کی تعلیم

دنیا بھر میں اسلام کا مذاق اُڑانے والوں اور آزادیٔ اظہار کے علمبرداروں کے ساتھ ساتھ تمام اقوامِ عالم کو آزادیٔ اظہار کے حوالے سے اسلام کے صحیح اور حقیقی تصور سے روشناس کرانے کی ضرورت ہے اور یہ ذمہ داری کسی بھی سطح کے اہلِ علم حضرات احسن انداز میں ادا کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن و حدیث میں واضح ہدایات موجود ہیں

آزادیٔ اظہار کا قرآنی تصور

قرآن نے تو اظہارِ رائے کی آزادی کا بڑا واضح تصور پیش کیا ہے

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾[1]

"اے مؤمنوں!، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صاف بات کیا کرو"

یعنی اللہ سے ڈرتے ہوئے صاف اور سیدھی ، سچی اور کھری بات کیا کرو، گول مول، مبہم اور غیر واضح بات کرنے سے احتراز کرو، ساتھ ہی نیکی اور بھلائی کی بات کرو

سید ابو الاعلیٰ مودودی قرآن کے تصور کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"ایک اور اہم چیز جسے آج کے زمانہ میں آزادیٔ اظہار (Freedom of Expression) کہا جاتا ہے قرآن اسے دوسری زبان میں بیان کرتا ہے مگر دیکھیے مقابلتاً قرآن کا کتنا بلند تصور ہے، قرآن کا ارشاد ہے

---

[1] سورۃ الاحزاب: 33/70

کہ "امر بالمعروف "اور" نہی عن المنکر "نہ صرف انسان کا حق ہے بلکہ یہ اس کا فرض بھی ہے، قرآن کی رُو سے بھی اور حدیث کی ہدایات کے مطابق بھی، انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ بھلائی کے لیے لوگوں سے کہے اور برائی سے روکے، اگر کوئی برائی ہو رہی ہو تو صرف یہی نہیں کہ بس اس کے خلاف آواز اٹھائے بلکہ اس کے انسداد کی کوشش بھی فرض ہے، اور اگر اس کے خلاف آواز نہیں اٹھائی جاتی اور اس کے انسداد کی فکر نہیں کی جاتی تو الٹا گناہ ہوگا"[1]

ڈاکٹر ہاشم کمالی[2] آزادیٔ اظہار رائے کو اسلام کے تناظر میں اس طرح بیان کرتے ہیں

"Freedom of expression is, broadly speaking, subject to the same limitations, whether moral or legal, that apply to other rights and liberties. The most important of these is avoidance of harm (ḍarar) to others, which means that the exercise of this freedom must neither be hurtful to others nor violate their right of privacy and personal dignity. Freedom of speech does also not extend to promotion of chaos in society, incitement of crime and violence[3]"

"اظہار رائے کی آزادی وسیع ہے لیکن اسی حدود کے تابع ہے جو دوسرے کے حقوق اور آزادیوں پر لاگو ہوتا ہے چاہے وہ اخلاقیات کا ہو یا قانونی، ان میں سب سے اہم چیز دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے بچنا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس آزادی کی مشق سے نہ تو دوسروں کو تکلیف پہنچائی جائے اور نہ ہی ان کے رازداری اور ذاتی وقار کے حق کی خلاف ورزی کی جائے۔ اظہار رائے کی آزادی معاشرے میں انتشار کو فروغ دینے، جرائم اور تشدد کو اکسانے کے لیے نہیں ہے"

ڈاکٹر ہاشم کمالی کے مطابق اظہارِ رائے کی آزادی کی حدود دوسرے کو تکلیف پہنچانے سے پہلے ختم ہو جاتی ہے

نبی ﷺ کی سیرت

نبی ﷺ کی سیرت بھی اس بات کی شاہد ہے کہ آپ ﷺ نے اہم مواقعوں پر اظہار رائے کی آزادی کے فلسفے پر عمل کرتے ہوئے مشاورت کے عمل کو جاری رکھا ہے، بدر میں جگہ کا انتخاب ہو یا بدر کے قیدیوں کا فیصلہ ہو، احد یا خندق کی جنگی حکمت عملی طے کرنی ہو یا غزوہ بنو قریضہ میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اہم فیصلے کا اختیار دینے کا معاملہ ہو کسی بھی موقع

[1] اسلامی ریاست، سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، اگست 1998ء، ص:589

[2] Chairman of the International Institute of Advanced Islamic Studies (IAIS), Malaysia

[3] Mohammad Hashim Kamali ,Ethical Limits on Freedom of Expression with Special Reference to Islam, Cile Journal, spring 2014, P:7

پر رائے کے اظہار پر پابندی عائد نہیں کی اور حیات طیبہ ﷺ میں ایسے مواقع بھی سامنے آئے ہیں کہ جس میں آپ ﷺ نے اپنی رائے سے رجوع بھی کیا ہے اور اس کا ببانگ دہل اقرار بھی کیا ہے

((عن أنس، أن النبي صلى الله عليه وسلم مر بقوم يلقحون، فقال: «لو لم تفعلوا لصلح» قال: فخرج شيصا، فمر بهم فقال: «ما لنخلكم؟» قالوا: قلت كذا وكذا، قال: «أنتم أعلم بأمر دنياكم»))[1]

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول ﷺ کے ساتھ کچھ ایسے افراد کے پاس سے گزرا جو کھجور کے درخت میں کام کر رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا، پیوند لگاتے ہیں یعنی نر کو مادہ میں رکھتے ہیں اور وہ گابھہ ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر نہ کرو تو بہتر ہو گا۔ انہوں نے نہیں کیا، اور آخر خراب کھجور نکلی۔ آپ ﷺ ادھر سے گزرے اور لوگوں سے پوچھا: تمھارے درختوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ انھوں نے کہا آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ گابھہ نہ کرو، ہم نے نہ کیا، اس وجہ سے کھجور خراب نکلی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے دنیا کے کاموں کو مجھ سے بہتر جانتے ہو"

یہ واقعہ آزادئ اظہار رائے کی وہ واضح دلیل ہے جو نبی ﷺ نے اپنی امت کو دی ہوئی تھی اور یہ اقرار کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کیا کہ دنیا کے کاموں میں تم مجھ سے بہتر جانتے ہو

اسلام کا تصور آزادئ اظہار رائے کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے خلفائے راشدین کے طرزِ عمل سے بھی آگہی ضروری ہے

خلفائے راشدین کا طرز عمل

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اظہار رائے کی آزادی کی مکمل اجازت دیتے ہوئے فرمایا

"میں بشر ہوں اور آپ لوگوں میں کسی ایک سے بھی بہتر ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا، مجھے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے اگر آپ دیکھیں کہ میں ٹھیک کام کر رہا ہوں تو آپ میرے ساتھ چلیں اور اگر دیکھیں کہ میں بھٹک رہا ہوں تو مجھے ٹوک دیجیے"[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہر عام و خاص کو اظہار رائے کی اتنی آزادی تھی کہ راہ چلتے یا کسی بھی مجلس میں سب کے سامنے خلیفہ وقت کو ٹوکنے کی اجازت تھی، اس کا ایک نمونہ علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب میں پیش کرتے ہیں

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قاله شرعا، دون ما ذكره صلى الله عليه وسلم من معايش الدنيا، على سبيل الرأي صحيح مرفوع،حديث :2363، ص:1836/4

[2] حضرت ابو بکر صدیق کے سرکاری خطوط، ڈاکٹر خورشید احمد فاروقی، ادارہ اسلامیات لاہور، 1978ء، ص:10

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ امت کی قوتِ احتساب کا جائزہ لینے کی خاطر فرمایا اگر میں بعض معاملات میں ڈھیل اختیار کروں تو تم کیا کروگے؟ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، تلوار نیام سے کھینچ کر کہا ہم تمہارا سر اُڑادیں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹ کر کہا کیا میری شان میں تو یہ الفاظ کہتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ہاں تمہاری شان میں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خوش ہو کر کہا "الحمد للہ قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ میں کج ہو جاؤں تو لوگوں کو سیدھا کر دیں"[1]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سب کے سامنے خطاب کرتے ہوئے فرمایا

"اگر کسی کا مجھ پر کوئی حق ہو یا ظلم کرنے کا دعویٰ ہو تو میں حاضر ہوں، اگر چاہے تو مجھ سے بدلہ لے لے اور اگر چاہے تو معاف کر دے"[2]

چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی عوام الناس کو اظہار رائے کی آزادی کا حق دیا تھا جبکہ یہ وہ دور تھا کہ جس میں خوارج نے اپنی سازشوں کے ذریعے سے مستقلاً مرکزی حکومت کو تنگ کیا ہوا تھا لیکن ایسے میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اظہار رائے کی آزادی پر قدغن نہیں لگایا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کو تحریری پیغام بھجوایا

"تمہیں اس بات کی آزادی ہے کہ جہاں چاہے رہو البتہ ہمارے درمیان اس بات پر اتفاق ہے کہ ناجائز طور پر کسی کا خون نہیں بہاؤ گے، بدامنی پیدا نہیں کروگے اور کسی پر ظلم نہیں ڈھاؤ گے"[3]

یہ اسلامی تاریخ کے وہ واقعات ہیں جو اسلام کی سوچ کی صحیح ترجمانی کرتے ہیں اور آزادیٔ اظہار رائے کے درست عکاس ہیں، اہل علم حضرات کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان واقعات کے ذریعے سے اسلام کے آزادیٔ اظہار کے بلند اور مدلل فلسفے کو دنیا کے سامنے پیش کریں

[1] الفاروق، علامہ شبلی نعمانی، مدینہ پبلشنگ ہاؤس کراچی، 1975ء، ص:511

[2] اسلامی ریاست، مولانا گوہر الرحمان، المنار بک سینٹر لاہور، 1982ء، ص:408

[3] اسلامی ریاست، امین احسن اصلاحی، دار التذکیر، لاہور، 1950ء، ص:33

مبحث دوم: اسلام کے نظریہ اخلاق کی تعلیم

استہزائے اسلام کے سد باب کے لیے اہلِ علم حضرات پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ اسلام کے نظریہ اخلاق کو اپنی گفتگو اور درس کا حصہ بنائیں نہ صرف اپنے طلبہ تک یہ پیغام پہنچائیں بلکہ دنیا کو بھی یہ باور کرائیں کہ اسلام کا نظریہ اخلاق کسی کو بھی استہزا کی اجازت نہیں دیتا، اسی لیے اسلامی تعلیمات میں بھی اسلام کے حوالے سے ہونے والے استہزا کو برداشت نہیں کیا جاتا۔

دشمن کے ساتھ اخلاقی تعلیمات

شر پھیلانے والوں کے ساتھ کیسا رویہ رکھنا ہے اس کو قرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے

﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴾[1]

"اور اے نبی ﷺ! نیکی اور بدی برابر نہیں ہیں، تم برائی کو بہترین نیکی کے ذریعے سے دور کرو، تمہیں اس بات کا ادراک ہو گا کہ تمہارے ساتھ جس کی دشمنی تھی وہ تمہارا پکا دوست بن گیا ہے"

﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ﴾[2]

"اے محمد ﷺ! برائی کو احسن طریقہ سے دور کرو"

﴿فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ﴾[3]

"پس اے نبی ﷺ! صبر کرو، یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور ہر گز ہلکا نہ پائیں تم کو وہ لوگ جو یقین نہیں لاتے"

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾[4]

"اے نبی ﷺ! عفو و درگزر سے کام لو، نیکی کا حکم دو، اور جاہلوں سے اعراض کرو"

قرآن کی تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کرنا اور اس کی تکرار کرنا یہ اہل علم کی ذمہ داری ہے تاکہ اس وقت جو اسلام کی شدت پسندی کی تصویر دکھائی جاتی ہے وہ اس آیت کے ذریعے ختم کی جائے اور یہ باور کرایا جائے کہ اسلام دراصل ایسی تعلیمات کے مجموعے کا نام ہے

---

[1] سورہ فصلت: 34/41

[2] سورۃ المؤمنون: 96/23

[3] سورۃ الروم: 60/30

[4] سورۃ الاعراف: 199/7

اہل ایمان کے لیے تعلیمات

قرآن اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ﴾[1]

"اس امکان سے بچنے کے لیے کہ یہ جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں تم بھی انہیں گالیاں نہ دو جنہیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں"

استہزائے اسلام کے اسباب میں سے ایک سبب وہ عمل ہے جو مستہزئین کو رد عمل دینے کی وجہ بنتا ہے، اس لیے قرآن ایمان والوں کو یہ پیغام دے رہا ہے کہ کسی کے معبود کو گالیاں نہ دو ورنہ وہ رد عمل کے طور پر تمہارے خدا کو گالیاں دیں گے

تمسخر کی ممانعت

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاۗءٌ مِّنْ نِّسَاۗءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾[2]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے۔ جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں"

یہ اتنی جامع آیت ہے کہ اس پر دنیا کی ہر تہذیب اور معاشرے میں عمل کیا جا سکتا ہے اور عمل شروع ہو جائے تو دنیا میں رونما ہونے والے بہت سے فسادات کا سد باب ہو جائے، اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ اس آیت کی تکرار کے ساتھ تعلیمات دی جائیں

تعمیری سوچ

سورہ فرقان میں مومنین کی صفات بیان کی گئی ہیں، جس میں سے ایک یہ ہے

---

[1] سورۃ الانعام:6/108

[2] سورۃ الحجرات:49/11

﴿وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾[1]

"اور جاہل ان سے مخاطب ہوں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام ہو"

قرآن کے مطلوب انسان کی ایک یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ جب جاہل اپنی جہالت پر اتر آئے تو اس سے بحث کرنے کے بجائے اس پر سلامتی بھیج کر گزر جانا چاہیے

﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا﴾ [2]

"اللہ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، ان سے تعرّض مت کرو، انہیں سمجھاؤ اور ایسی نصیحت کرو جو ان کے دلوں میں اتر جائے"

﴿وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۔ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ﴾[3]

"اور جب انہوں نے بے ہودہ بات سنی تو یہ کہہ کر اس سے کنارہ کش ہوگئے کہ "ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے، تم کو سلام ہے، ہم جاہلوں کا سا طریقہ اختیار کرنا نہیں چاہتے"

مندرجہ بالا آیات ایک واضح پالیسی دیتی ہیں کہ الجھاؤ کے بجائے سلجھاؤ کے راستے پر گامزن رہنا چاہیے اور بگاڑ کی جگہ بناؤ کی روش اختیار کرنی چاہیے

---

[1] سورۃ الفرقان: 63/25

[2] سورۃ النساء: 63/4

[3] سورۃ القصص: 55/28

مبحث سوم: اسلام کے داعیانہ اسلوب کا پرچار

اسلام نے دعوت دینے کے حوالے سے جو اسلوب متعین کیے ہیں' اہلِ علم کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان اسلوب کا زیادہ سے زیادہ پرچار کیا جائے تاکہ عامۃ الناس پر یہ واضح کیا جائے کہ اسلام تو اپنے داعی کو بھی ایسی ہدایات دیتا ہے جو کسی بھی تنازعہ کا سبب نہ بنے اور ساتھ ہی اہل علم خود انہی اسلوب کو اپناتے ہوئے ایک نمونے کے طور پر اپنے آپ کو پیش کریں تاکہ استہزائے اسلام کے مرتکب حضرات کو احسن انداز میں اس حرکت سے باز رکھا جائے۔

حکمت و مصلحت

کسی کو بھی دعوت دینے کے لیے ضروری ہے کہ داعی میں حکمت و مصلحت کی بنیادی صفت موجود ہو

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِیَ اَحْسَنُ﴾[1]

"اے نبی، اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ، اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو"

دعوتی نقط نظر سے انتہائی خوبصورت اور جامع ہدایات اس آیت میں دی گئی ہے کہ حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ مخاطب کو دعوت دینے کا اسلوب اختیار کیا جانا چاہیے

علم اور اخلاص

دعوت کے اصول میں سے ایک اصول داعی میں علم کا موجود ہونا ہے، اس حوالے سے علامہ عبد العزیز لکھتے ہیں کہ "ناواقفیت اور لاعلمی کی صورت میں دعوت دینے سے احتراض کریں اور اس بات سے بھی قطعی گریزاں رہیں کہ آپ کوئی ایسا موضوع چھیڑ بیٹھیں جس کے متعلق خود آپ کو وافر معلومات حاصل نہیں، کیونکہ ناواقف بگاڑتا تو ہے سنوارتا کچھ بھی نہیں، فساد برپا کرتا ہے، اصلاح نہیں کرپاتا"[2]

اسی طرح داعی کے اندر اخلاص ہونا بھی بہت ضروری ہے

---

[1] سورۃ النحل:16/125

[2] دعوت الی اللہ اور داعی کے اوصاف، علامہ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز، مترجم، شیخ ابو عدنان، توحید پبلیکیشنز بنگلور (انڈیا)، 2003، ص:53

مخاطب کے مزاج اور ذہنیت کی رعایت

کسی بھی دعوت کے لیے اہم اصول سمجھا جاتا ہے کہ مخاطب کا مزاج اور ذہنیت کا خیال رکھتے ہوئے دعوت پیش کی جائے، اس ضمن میں قاری محمد طیب اسلام میں دعوت و تبلیغ کے اصول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"تمام داعیانِ دین کا فرض ہے کہ وہ رعایتِ طبع کے ماتحت مخاطبوں کی ذہنیتوں کا اندازہ کر کے تبلیغ کا آغاز کریں ورنہ بلا رعایتِ طبائع ان کی دعوت و تبلیغ موثر نہیں ہو گی"[1]

نرم خوئی اور اعلیٰ ظرفی

دعوت کے بنیادی اصول میں سے ایک اصول نرم لہجہ اپنانا ہے، اس اصول کی ہدایت خود رب العالمین نے موسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام اور ہارون علیہم الصلاۃ والسلام کو اس وقت کی تھی جب فرعون کے سامنے پیغامِ حق پہنچانے کا فریضہ سرانجام دینے جارہے تھے، قرآن میں اس کو اس طرح بیان کیا گیا ہے

﴿فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ﴾[2]

"اس سے نرم لہجے میں بات کرنا، شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا خوف زدہ ہو جائے"

مولانا امین احسن اصلاحی اس اصول کو یوں بیان کرتے ہیں

"ایک داعی کے لیے قابلِ لحاظ یہ ہے کہ اسے کسی حال میں بھی اپنے مخاطب کے اندر حمیتِ جاہلیت کے بھڑکنے کا موقع نہیں پیدا ہونے دینا چاہیے، ہر داعی حق کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہر قوم اپنے معتقدات اور روایات کے ساتھ کم و بیش اسی طرح کی وابستگی رکھتی ہے جس طرح کی وابستگی ایک داعی حق اپنے معتقدات کے ساتھ رکھتا ہے"[3]

موقعے کی مناسبت

دعوت کے اصولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ موقعے کی مناسبت اور وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے دعوت دی جائے، نبی مہرباں ﷺ وعظ و نصیحت کرتے ہوئے اس کا خیال کرتے تھے کہ ان کے وعظ سے کہیں مخاطب اکتاہٹ محسوس نہ

---

[1] اسلام میں دعوت و تبلیغ کے اصول، قاری محمد طیب، دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ستمبر 1991ء، ص:37

[2] سورۃ طٰہٰ:20/44

[3] دعوت دین اور اس کا طریقہ کار، امین احسن اصلاحی، فاران فاؤنڈیشن لاہور پاکستان، اکتوبر 2010ء، ص:124

کرے اسی لیے مخصوص وقفہ کے ساتھ وعظ فرمایا کرتے تھے ، یہ خیال نبی ﷺ اس وقت رکھتے تھے کہ جب صحابہ کرامؓ جیسے عاشقِ رسول ﷺ مخاطبین میں موجود تھے

((عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ كَرَاهَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا))[1]

"حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا کہ نبی ﷺ نے ہمیں نصیحت کرنے کے لئے کچھ دن مقرر کر دیے تھے، ہمارے اکتا جانے کے خوف سے (ہر روز وعظ نہ فرماتے)"

داعی اعظم کی یہ صفت بھی اپناتے ہوئے ہمیں مخاطب کو زچ کرنے کے بجائے وقت اور حالات کا خیال کرنا ہو گا

آسانیوں کی فراہمی

دعوت کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ مخاطب کو اپنی سوچ اور فکر کے قریب لانے کے لیے آسانی پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، خدا کا خوف دلانے کے بجائے خدا کی محبت کی بات کی جائے، جہنم کی سزائیں یاد دلانے کے بجائے جنت کی نعمتوں کا تذکرہ کیا جائے

نبی ﷺ نے اس حوالے سے خوبصورت بات کہی ہے

((عَنْ أَنَسٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا))[2]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"آسانی کرو اور سختی نہ کرو، لوگوں کو خوشخبری سناؤ اور متنفر نہ کرو"

یہ وہ صفات ہیں کہ اگر اہلِ علم حضرات اس کو اپناتے ہوئے مستہزئین سے گفتگو کریں تو وہ استہزا سے باز آسکتے ہیں درج بالا گفتگو سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ معاشرے میں استاد اور اہل علم حضرات کی بڑی اہمیت ہے اگر وہ حکمت و مصلحت کے ساتھ نبوی ﷺ انداز گفتگو کو اپناتے ہوئے آزادئی اظہار رائے کے اسلامی فلسفے کو بیان کریں اور اسلام کی اخلاقی تعلیمات کا پرچار کریں تو کوئی بعید نہیں کہ استہزاء اسلام کا مذکورہ مسئلہ حل ہو جائے۔

---

[1]صحیح بخاری، كتاب العلم، باب ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يتخولهم بالموعظة والعلم كي لا ينفروا ، صحيح مرفوع، حدیث:68،ص:1/ 25

[2]صحیح بخاری، كتاب الأدب ، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: «يسروا ولا تعسروا»، صحيح مرفوع،حدیث:6125، ص:8/ 30

فصل سوم: استہزائے اسلام کے سد باب کے لیے ذرائع ابلاغ کا کردار

یہ فصل تین مباحث پر مشتمل ہے

نبی مہرباں ﷺ نے ترویج اسلام کے لیے تمام ممکنہ ذرائع اور وسائل استعمال کیے، صفا پہاڑی پر دعوت دینا، کھانے پر بلانا، مؤثر افراد کے لیے دعائیں کرنا، مدد کے لیے حبشہ کے بادشاہ نجاشی سے تعلقات استوار کرنا، ترویجِ اسلام کے لیے طائف کا سفر کرنا، مصعب بن عمیر کو مبلغ کی حیثیت سے مدینہ بھیجنا، بازاروں، میلوں اور حج کے اجتماعات میں دعوتِ اسلام پیش کرنا، مدینہ میں پہنچ کر میثاقِ مدینہ کی صورت میں یہودیوں سے معاہدہ کرنا، ریاست قائم کرنا اور اس کے دفاعی انتظامات کرنا، بادشاہوں کو خطوط لکھنا یہ سب امور اس بات کا ثبوت ہیں کہ آپ ﷺ نے پوری جانفشانی سے ترویجِ اسلام کے لیے تمام ممکنہ ذرائع اور وسائل سے استفادہ کیا۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ عہدِ نبی ﷺ میں اسلام کی ترویج کے لیے وہ ذرائع موجود نہیں تھے جو آج ہیں اسی لیے ایک مستشرق کہتا ہے کہ "اس دور میں نہ ٹیلیویژن تھا اور نہ ہی ریڈیو، اس کے باوجود اتنے کم عرصے میں نبی اکرم ﷺ کا انقلاب لانا ایک معجزے سے کم نہیں، عہدِ رسالت ﷺ میں دائرہ شاعری تنگ ہو گیا، خطابت کی وسعتیں سمٹ سمٹا کر قرآن حکیم کے جھنڈے تلے آگئیں"[1]

اس لیے سنت نبوی ﷺ سے یہ پیغام ملتا ہے کہ اس مسئلے کے سد باب کے لیے تمام ممکنہ ذرائع اور وسائل کو استعمال کیا جا سکتا ہے، جہاں اسلام کا مذاق اُڑانے کے لیے ذرائع ابلاغ کو ماہرانہ طریقے سے استعمال کیا جاتا ہے وہیں اس کے سد باب کے لیے بھی ذرائع ابلاغ اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ عصر حاضر میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت سے نہ تو انکار ممکن ہے اور نہ ہی اس سے مفر کا کوئی معقول راستہ ہے

ڈی اے صدیقی کے بقول

"In the twentieth first century it appears that who over controls the air waves will control the whole world" [2]

"اکیسویں صدی میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو ہوا کی لہروں کو کنٹرول کرے گا وہی دنیا کو کنٹرول کرے گا"

محمد علی چراغ ذرائع ابلاغ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

---

[1] اسلام کا قانونِ صحافت، ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، بک ٹاک لاہور 2008ء، ص: 112

[2] Dr. Zulkeple Ibn Gani, Islamic broadcasting A search for islamic idaenty, Hamderd Islamicus, Karahi, April- June.2006 P: 23

"ذرائع ابلاغ نے زمین کی طنابیں کھینچ کر اسے مختصر کر دیا ہے شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو گا جو ملکی اور بین الاقوامی نشریات سے دامن بچا سکے بلکہ معلومات اور اطلاعات کی اس فراوانی سے بوچھاڑ ہو رہی ہے کہ انہیں سنبھالنا اور سمیٹنا مشکل ہو اجاتا ہے"[1]

ذرائع ابلاغ کی اہمیت کے پیشِ نظر استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے اس کا استعمال ناگزیر ہو گیا ہے

مبحث اول: ذرائع ابلاغ کی اخلاقیات

یہاں تک تو عموماً سب کا اتفاق ہو تا ہے کہ ذرائع ابلاغ کو استہزا کے سدباب کے لیے استعمال کرنا ضروری ہے لیکن اس کا استعمال کیسے کیا جائے؟ اس کے اصول وضوابط کیا ہوں؟ اس کے لیے کس قسم کی اخلاقیات کا خیال رکھنا چاہیے یہ سارے پہلو اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہیں

پیمرا کا کردار

حکومتِ پاکستان کا منظور شدہ ادارہ پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) نے الیکٹرانک میڈیا کی اخلاقیات اور اُصول وضوابط کو مدِ نظر رکھتے ہوئے 2002ء میں آرڈیننس جاری کیا بعد ازاں ترمیمی آرڈیننس 2007ء میں جاری کیا گیا، اس آرڈیننس میں کل 40 نکات شامل ہیں جس میں سے نکتہ 20 لائسنس کی قیود و شروط کے عنوان سے ہے

"لائسنس کی قیود و شروط: کوئی شخص جسے اس آرڈیننس کے تحت لائسنس جاری کیا گیا ہو

(الف) اسلامی جمہوریہ پاکستان کی عزت، حفاظت اور سالمیت کا تحفظ یقینی بنائے گا

(ب) اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں موجود پبلک پالیسی کے اُصولوں اور قومی، ثقافتی، سماجی اور مذہبی اقدار اور اُن کا تحفظ یقینی بنائے گا

(ج) اس امر کو یقینی بنائے گا کہ پروگرامز اور اشتہارات، تشدد، دہشتگردی، نسلی تعصب، نسلی یا مذہبی منافرت، فرقہ واریت، انتہاپسندی، جنگ پسندی یا نفرت یا فحش نگاری، فحاشی، عامیانہ پن یا دیگر ایسے مواد پر مشتمل ہو جو عام طور پر شائستگی کے قابلِ قبول معیارات کے برعکس ہو' کی حوصلہ افزائی نہیں کرے گا"[2]

---

[1] پروپگینڈہ، محمد علی چراغ، سنگ میل پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور، 1987ء، ص:34

[2] پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی آرڈیننس 2002ء بذریعہ ترمیم شدہ پیمرا (ترمیمی) ایکٹ 2007ء، پیمرا، حکومت پاکستان، ص:16

اس آرڈیننس کے مطابق بھی کوئی بھی الیکٹرانک چینل اس کا پابند ہوگا کہ وہ مذہبی اقدار کا تحفظ یقینی بنائے اور ساتھ ہی نسلی یا مذہبی منافرت یا فرقہ واریت کا پرچار کرنے سے اجتناب کرے گا۔ استہزائے اسلام کے معاملے میں پیمرا کو بھی اپنا مثبت کردار ادا کرنا چاہیے کہ ایسے چینلز کا فوری لائسنس منسوخ کرے جو مندرجہ بالا قیود سے تجاوز کرتے ہیں

اسی طرح اقوامِ متحدہ کے ادارے یونیسکو UNESCO کے تحت صحافیوں کی بین الاقوامی تنظیم نے نومبر 1974ء میں "صحافت کا عالمی ضابطہ اخلاق" منظور کیا تھا۔ اس کے مطابق "پہلا نکتہ ہی تھا کہ کوئی صحافتی حقائق کو مسخ نہیں کرے گا، تیسرا نکتہ یہ تھا کہ کسی فرد، افراد یا کسی مذہبی گروہ کی توہین کرنے کے لیے صحافت کے ذریعے کوئی حملہ نہیں کیا جائے گا، اس کا پانچواں نکتہ یہ تھا کہ ہر صحافی عوامی مفاد کے لیے کام کرے گا، بنیادی انسانی حقوق کا ہر وقت خیال رکھے گا، لوگوں کے درمیان افہام و تفہیم کو فروغ دے گا، عالمی سطح پر دہشت گردی کے پھیلاؤ کے لیے کوئی کوشش نہیں کرے گا، سماجی، نسلی، مذہبی تعصبات اور نفرت کی حوصلہ افزائی ہرگز نہیں کرے گا"[1]

یونیسکو کے تحت منظور کیا جانے والا مندرجہ بالا ضابطہ اخلاق قابلِ تحسین و تقلید ہے لیکن عملی صورت یہ ہے کہ خود اقوامِ متحدہ کی اس حوالے سے کوششیں کاغذوں کی حد تک محدود ہیں، مذہبی تعصبات کے تدارک کے لیے کوئی قابلِ ذکر کردار سامنے نہیں آیا۔

یہاں ذرائع ابلاغ کی اخلاقیات کے لیے شروط و قیود بیان کر دی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ جو اوصاف ذرائع ابلاغ کی بنیادی اخلاقیات میں شمار ہوسکتے ہیں وہ درج ذیل ہیں

تحقیق

ذرائع ابلاغ کی سب سے بنیادی اخلاقی ذمہ داری تحقیق ہے۔ جو بات بھی پہنچائی ہو وہ چاہے بذریعہ قلم ہو یا برقی لہروں کے ذریعے ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے تحقیق کر لی جائے، اس اہم اصول کو قرآن نے پندرہ سو سال پہلے بتا دیا تھا

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾[2]

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی چھان بین کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ ضرر پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر شرمندہ ہو"

---

[1] توہین آمیز خاکے اور بین الاقوامی صحافتی اخلاقیات، ڈاکٹر احسن اختر ناز، تحقیق: محمد متین خالد، علم و عرفان پبلشرز لاہور، 2013ء، ص:402

[2] سورۃ الحجرات:49/6

اس بنیادی اخلاقی پہلو کو سامنے رکھا جائے تو پہلے اس بات کی تحقیق بھی ضروری ہو گی کہ کس نے اسلام کے حوالے سے استہزا کیا ہے اور کیا الفاظ یا عمل ایسا کیا ہے کہ جو استہزا کے زُمرے میں شامل ہے، استہزا ثابت ہونے کے بعد ہی ذرائع ابلاغ کی کوئی بھی صورت اسکے سدباب کے لیے اپنا کردار ادا کر سکتی ہے

نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی یہ حدیث بھی بلا تحقیق بات کرنے کی ممانعت کرتی ہے

((كَفَى بالمرْءِ كَذِباً أنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ ما سَمِعَ))[1]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کر دے"

عصر حاضر میں ذرائع ابلاغ کے میدان میں جھوٹی خبر کا پھیلاؤ ایک بڑا جرم متصور ہونا چاہیے۔

کتمان حق سے احتراز

ذرائع ابلاغ کی اخلاقیات میں سے ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ ذرائع ابلاغ کے نمائندے کتمانِ حق جیسے جرم کے مرتکب نہ ہوں، حق اور باطل کو مکمل وضاحت کے ساتھ پیش کریں، اس نکتے کو قرآن نے بھی بیان کیا ہے

﴿وَلَا تَلْبِسُواالْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُواالْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[2]

"باطل کا رنگ چڑھا کر حق کو مشتبہ نہ بناؤ اور نہ جانتے بوجھتے حق کو چھپانے کی کوشش کرو"

ذرائع ابلاغ اُس وقت اپنا صحیح کردار ادا کر سکتا ہے کہ جب وہ حق کو حق کہے اور باطل کو باطل پکارے، ایسا نہ ہو کہ اسلام کے استہزا کے سدباب کے لیے تمام وسائل استعمال کرے لیکن کسی اور مذہب یا کسی اور نبی کے حوالے سے استہزا کی صورت میں خاموشی اختیار کرے اور جب ذرائع ابلاغ کا یہ مثبت رویہ سامنے آئے گا تو یہ خود یہ پیغام دے گا کہ استہزا کی اس روایت کا خاتمہ ہونا چاہیے۔

جھوٹی گواہی سے اجتناب

ذرائع ابلاغ کے ذریعے جب جھوٹی بات کہی جاتی ہے تو وہ گواہی کی مانند ہے کہ جو ناظرین اور سامعین کو گمراہ کرنے کا باعث بنتی ہے

---

[1] صحیح مسلم، کتاب: مقدمہ مسلم، باب: بلا تحقیق ہر سنی ہوئی بات بیان کرنے کی ممانعت کے بیان میں، صحیح مرفوع، حدیث:9، ص: 18/1

[2] سورۃ البقرہ:2/42

مندرجہ ذیل آیت بھی ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کے لیے واضح ہدایت دیتی ہے

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾[1]

"اور وہ جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور کسی لغویات پر سے شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں"

انصاف کے علمبردار

ذرائع ابلاغ کی اخلاقیات میں سے یہ بھی ہے کہ جب بات کی جائے تو انصاف کی بات کی جائے چاہے اس کی زد میں اپنے مذہب، قوم، مسلک، فرقہ کوئی بھی آجائے، قرآن نے اس اصول کو بالکل صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾[2]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو اگرچہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔ لہٰذا اپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو، اور اگر تم نے لگی پٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے"

اتنے خوبصورت پیرائے میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ ہر حال میں انصاف کی بات کہنی ہے، اس لیے ذرائع ابلاغ کی جانب سے بھی وہی ابلاغ ہونا چاہیے جو مبنی بر انصاف ہو۔

طعنہ زنی سے پرہیز

ذرائع ابلاغ کی اخلاقیات میں یہ بھی شامل ہے کہ کسی کو بھی طعنہ زنی کا نشانہ نہیں بنانا چاہیے کیونکہ اس عادت سے معاملات درست ہونے کے بجائے بگاڑ کی طرف جاتے ہیں، قرآن میں اس کو تباہی کہا گیا ہے

﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾[3]

"ہر اس شخص کے لیے تباہی ہے جو ﴿منہ در منہ﴾ طعنہ زنی اور برائیاں کرنے کا عادی ہے"

---

[1] سورۃ الفرقان:72/25

[2] سورۃ النساء:135/4

[3] سورہ ہمزہ:1/104

مستہزئین کو اصولی بات سمجھانے کے بجائے اگر میڈیا طعنہ زنی شروع کر دے گا تو یہ مزید استہزا کا سبب ضرور بن سکتا ہے لیکن سدباب نہیں ہو سکے گا

سید عبد السلام اپنی کتاب میں اس پر یوں روشنی ڈالتے ہیں

"لکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقصد پر نظر رکھے، اپنے قلم کو اللہ کی دی ہوئی امانت سمجھے، جذبات میں آکر جاہلوں سے نہ الجھے، حجت بازی، جھگڑالوپن اور طعن و تشنیع سے خود بھی پرہیز کرے اور اگر کوئی ایسی حرکت کرے تو خم ٹھونک کر میدان میں نہ آجائے کیونکہ اس طرح کوئی مسئلہ طے نہیں ہو سکتا، سخت بات کے جواب میں اسے سخت بات لکھنے اور گالی کے جواب میں اس سے سخت گالی دینے کا انجام نہ کبھی اچھا ہوا ہے نہ آئندہ ہو سکتا ہے اس لیے صحیح طریقہ یہ ہے کہ سلیقے اور شائستگی سے بات کہی جائے اور اگر اس کے باوجود کوئی جہالت کا مظاہرہ کرنے پر تلا ہوا ہو تو اسے سلام کر کے اس کے منہ لگنے سے معذوری کا اظہار کر دیا جائے"[1]

---

[1]سید عبید السلام الزینی، ادارہ معارف اسلامی لاہور، 1988ء، ص:111

مبحث دوم: رائے عامہ

جہاں ذرائع ابلاغ کا ایک مقصد ابلاغ ہے وہیں اس کی بنیادی ذمہ داری رائے عامہ ہموار کرنا ہے اس حوالے سے بنیادی انسانی اخلاقیات کی رائے بنانا اور اس کا بار بار پرچار کرنا بھی اس کی ذمہ داریوں میں شامل ہے

یہ بھی حقیقت ہے کہ ذرائع ابلاغ کی اس رفتار نے اس دنیا کو "گلوبل ویلج "بنا دیا ہے، ایک چھوٹے سے علاقے میں ہونے والا معمولی واقعہ کی اطلاعات سرعت کے ساتھ دنیا میں پھیل جاتی ہے ، اس بنیاد پر دنیا کو چھوٹے سے گاؤں کی صورت میں ہی دیکھا جاتا ہے، دنیا کے چھوٹے سے گاؤں میں تبدیل ہونے کے بعد کسی بھی مسئلے کے حوالے سے رائے عامہ ہموار کرنا مزید آسان ہو گیا ہے اس لیے ذرائع ابلاغ کسی بھی نظریہ کے لیے رائے عامہ ہموار کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتا ہے، بین الاقوامی سطح پر دیکھا جائے تو اکانمسٹ، نیوز ویک، ہیر الڈ اور ٹائم میگزین جیسے میگزین اس وقت دنیا میں رائے عامہ ہموار کرنے کا مؤثر ذریعہ ہیں۔ اس رپورٹ کے مطابق

> "میڈیا کے ذریعہ سے اسلام اور مسلمانوں کا حقیقی چہرا اتنا بگاڑا گیا ہے کہ لوگ اسلام اور مسلمانوں سے سخت متنفر ہو چکے ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت کو بڑھاوا دینے کے لیے اب مغربی اور یورپی میڈیا کا سب سے اہم مشغلہ بن گیا ہے۔ ۱۹۹۶ سے لیکر ۲۰۰۰تک یعنی چار سال میں صرف The west Australian Herald ,The sydeney Morning. کے 1038 مضامین شائع ہوئے جن میں ۸۰ فیصد مضامین میں مسلمانوں کو دہشت گرد، بنیاد پرست اور انتہا پسند کی حیثیت سے دکھایا گیا۔ ۴۳ فیصد مضامین میں مسلمانوں کو انسانیت کے قاتل ٹھہرایا گیا اور صرف ۴ فیصد مضامین میں مسلمانوں کو انسانیت نواز بتایا گیا"[1]

اس رپورٹ کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ کس طرح کسی بھی نظریہ کے حق میں یا خلاف رائے عامہ ہمواری کی جاتی ہے۔ عصر حاضر میں مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ رائے عامہ کے ذریعے سے ہی اسلام کا چہرہ مسخ کر کے اسے ایک پر تشدد افراد کے گروہ کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ پھر آگے چل کر یہی اسلام کا یہ شدت پسند چہرہ استہزا کی وجہ بنتا ہے، احمد حسن زیات اس کے حوالے سے لکھتے ہیں

---

[1] Dr. Hasnul Amin and Farah Afzal, Construction of Muslims as a security threat, peace preventers and as a terrorist in the west, Hamdard islamicus, July _September, 2015, P:56

"اگر مسلمان علم و استدلال کے ذریعہ ذرائع ابلاغ کی دنیا میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کریں گے تو اسلام کو دائمی اور عالمی مذہب کے طور پر ہر گز پیش نہیں کر سکیں گے۔ صرف تیر و تفنگ اور بندوق کے میدان میں دشمن کا مقابلہ کرنا مطلوب نہیں بلکہ قرطاس و قلم اور نشر واشاعت کی دنیا میں بھی اس کا مقابلہ ضروری ہے اور اس طرح سے ہر چیلنج کا جواب دینا ضروری ہے جو اسلام کو درپیش ہے"[1]

اس لیے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ دنیا بھر میں اسلام کے حق میں رائے عامہ ہموار کرنے کی کوشش کی جائے اورآزادیٔ اظہار رائے کے درست تصور کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے اور ساتھ ہی ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے یہ باور کرایا جائے کہ آزادیٔ اظہار رائے یقیناً انسانی حقوق میں سے ہے لیکن یہ اس وقت تک ہے جب تک کسی کی دل آزاری نہ ہو اور دنیا میں خود اس کی عملی صورت موجود ہے کہ مادر پدر آزادی اس وقت دنیا کے کسی خطے میں موجود نہیں ہے۔

ڈاکٹر محمد شمس کے مطابق

"مکمل آزادی دنیا میں کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں ہنگامی صورتحال میں آزادیٔ صحافت میں کمی کر دی جاتی ہے، ان ممالک میں ذرائع ابلاغ ہنگامی حالات میں خود بھی اپنی یہ ذمہ داری سمجھتے ہیں کہ ایسی معلومات افشاء نہ کریں جو ملکی سالمیت کے خلاف ہوں۔ جب خارجہ پالیسی میں کوئی نازک موقع درپیش ہو تو ذرائع ابلاغ کو احتیاط کا مشورہ دیا جاتا ہے، ایک خاص حد کے اندر رہتے ہوئے ملکی مفاد کے پیش نظر بعض معلومات کو خفیہ رکھا جاتا ہے۔۔۔ ذرائع ابلاغ کی آزادی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اخلاقی ذمہ داریاں پوری نہ کی جائیں، صحت، معلومات، غیر جانبداری اور شائستگی داری ذرائع ابلاغ کی ذمہ داری ہے"[2]

دنیا کے اس منظرنامے میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے اور اب یہ ناگزیر ہو گیا ہے کہ ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے نہ صرف اسلام کی درست تعلیمات کا پرچار کیا جائے بلکہ اس بات کے لیے بھی رائے عامہ ہموار کی جائے کہ دوسروں کی عزت و تکریم کے ساتھ ہی اظہار رائے کی آزادی ایک مہذب رویہ قرار پائے گی

[1] تاریخ الادب العربی، احمد حسن زیات، مترجم: عبدلرحمن طاہر سورتی ، البران الہ آباد، 1985ء، ص: 135

[2] ابلاغ عام کے نظریات، ڈاکٹر محمد شمس الدین، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، 1995ء، ص: 50

مبحث سوم: آگاہی مہمات اور صورتیں

ذرائع ابلاغ کی مروجہ صورتوں کے ذریعے سے ماضی میں بھی مختلف آگاہی مہمات چلائی جاتی رہی ہیں جن کا بنیادی مقصد مثبت آگاہی فراہم کرنا ہے، جیسے پولیو، ڈینگی اور ٹی بی وغیرہ سے بچاؤ کی تدابیر کے لیے میڈیا کے ذریعے سے سرکاری سطح پر مختلف آگاہی مہمات چلائی جاتی رہی ہیں، اسی طرح جنگوں کے مواقع پر بھی ذرائع ابلاغ کو قوم کے جذبات اُبھارنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اس لیے استہزا کے اس مذموم فعل کے سدباب کے لیے ذرائع ابلاغ کو مہم کی صورت میں اس حوالے سے استعمال کیا جاسکتا ہے اور اگر اس حوالے سے رکاوٹیں درپیش ہوں تو اسلامی میڈیا کی ترویج و اشاعت میں وسائل خرچ کیے جائیں۔

محمد اسامہ اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

> "اسلامی میڈیا کا قیام عمل میں لایا جائے اور اس کے ذریعے مغربی میڈیا اور اس کے نقصانات کو دنیا کے سامنے تنقیدی نظر سے پیش کیا جائے، مزید بر آں اسلامی میڈیا کی ضرورت، اہمیت، فوائد اور اس کے اخلاقی اقدار کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا جائے کہ انسانیت کی بھلائی اور کامیابی اسی کے ذریعے ممکن ہے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ مغربی میڈیا اور اس کے اثرات کو نئی نسل عمداً اور غیر عمداً بہت تیزی سے قبول کر رہی ہے جس سے ان کے اندر اخلاقی زوال اور انارکی پیدا ہو رہی ہے"[1]

پرنٹ میڈیا

ذرائع ابلاغ میں سب سے قدیم قسم پرنٹ میڈیا ہے جس کو مختلف مہمات میں استعمال کیا جاسکتا ہے، اخبارات کے صفحات پر اشتہار کے ذریعے سے، میگزین میں آرٹیکلز کے ذریعے سے یا اسی حوالے سے کوئی کتاب یا کتابچہ لکھ کر باقاعدہ مہماتی انداز میں پرنٹ میڈیا کو استعمال کیا جاسکتا ہے، نفرت آمیز گفتگو یا تقریر کی مذمت میں سرکاری سطح پر کوئی دن یا پورا ہفتہ بھی منایا جاسکتا ہے کہ جس میں ہر اخبار اور میگزین میں مذمتی اشتہارات لگائے جائیں اور اس حوالے سے اداریے لکھے جائیں

الیکٹرانک میڈیا

الیکٹرانک میڈیا پر بھی استہزاء اسلام کے سدباب کے لیے مختلف مہمات چلائی جاسکتی ہیں، وہ اشتہارات کی صورت میں ہوں، شارٹ کلپس ہوں، ٹاک شوز ہوں یا اس موضوع پر ڈرامے بھی بنائے جاسکتے ہیں۔ جہاں الیکٹرانک میڈیا کو الیکشن میں استعمال کرتے ہوئے پوری حکومتیں قائم ہو جاتی ہیں وہیں اس مسئلے کے سدباب کے لیے الیکٹرانک میڈیا کو بآسانی

---

[1] محمد اسامہ، میڈیا اور اخلاقی اقدار، زندگی نو، نئی دہلی، فروری 2019ء، ج:45، ش:2، ص56

استعمال کیا جا سکتا ہے

فیس بک مہم

ذرائع ابلاغ کی ایک قسم سوشل میڈیا ہے جس میں فیس بک پر ماضی میں مثبت مہمات چلائی جاتی رہی ہیں،2 تا 4 جون2017ء میں رمضان کے مہینے میں مہنگے پھلوں کی بائیکاٹ مہم مؤثر انداز میں چلائی گئی جو کہ اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب رہی، اسی طرح We are green کے نام سے شجر کاری مہم چلائی گئی، اسی انداز میں Say no to blasphemy کے عنوان سے یا We hate hate speech کے نام سے بھی مہمات چلائی جا سکتی ہیں جس کے ذریعے سے یہ شعور پیدا کیا جائے کہ آزادی اظہار کچھ تحدید کے ساتھ ہی مہذب اقوام کا وطیرہ ہے

ٹویٹر ٹرینڈ

اسی طرح ٹویٹر پر جو ٹرینڈ چلائے جاتے ہیں وہ بھی ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت چلائے جاتے ہیں، اس حوالے سے دیکھا جائے تو کسی بھی مذہب یا مذہبی شخصیات کے استہزا کی مذمت میں کسی اچھے ٹائٹل کے ساتھ وقتاً فوقتاً ٹرینڈ چلائے جا سکتے ہیں، واٹس ایپ اور بلاگز کو بھی اس مقصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے

ممکنہ اقدامات

ذرائع ابلاغ کے ذریعے استہزائے اسلام کا سدباب مندرجہ ذیل ممکنہ اقدامات کے ذریعے ممکن ہے

- مسلم ممالک اپنے وسائل کا استعمال کرتے ہوئے میڈیا کے تربیتی ادارے بنائیں جہاں امت کے نوجوانوں کو ماہرین کی مدد سے تربیت دی جائے، جس کے ذریعے سے وہ اسلام کے خلاف ہونے والے پروپیگنڈے کا مثبت انداز میں جواب دے سکیں
- مسلم ممالک کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ خبر رساں ایجنسیاں اور نیوز چینلز بنائیں جس کے ذریعے سے نہ صرف اسلام کا مثبت رُخ دنیا کے سامنے پیش کر سکیں بلکہ استہزاء اسلام کے سدباب کے لیے بھی رائے عامہ ہموار کریں
- سرکاری کے ساتھ ساتھ پرائیویٹ چینلز بنانے کی بھی ضرورت ہے جو مشنری انداز میں اسلام کی خدمت کریں
- ایسے تحقیقاتی ادارے قائم کیے جائیں جو اسلام کی تعلیمات پر اُٹھائے جانے والے اعتراضات کا مدلل جواب دیں اور ان کو چینلز اور سوشل میڈیا کے ذریعے پیش کیا جائے
- امت کی علمی، فکری اور اخلاقی تربیت کے لیے میڈیا کا استعمال ناگزیر ہے اس لیے اسی مرکزی خیال کے تحت مختلف نوعیت کے پروگرامات ترتیب دیے جائیں

- امت کے نوجوانوں کو یہ باور کرایا جائے کہ سوشل میڈیا کو تفریح کے بجائے ایک محاذ کے طور پر استعمال کیا جائے اور اس کے ذریعے سے شدت پسندی کے بجائے اعتدال پسندی کو اسلام کے تناظر میں اُبھارا جائے
- اسلام کی ترویج کے لیے عالم اسلام کی بڑی تحریکیں اور متمول ممالک اپنے وسائل اور توجہ علمی، فکری اور تحقیقی کام پر مرکوز رکھیں

درج بالا گفتگو سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ریاست میں ذرائع ابلاغ کا اہم کردار ہوتا ہے اسی لیے مستہزئینِ اسلام بھی اسلام کا مذاق اُڑانے کے لیے ذرائع ابلاغ کا استعمال کرتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کی بھی کچھ حدود و قیود ہونی چاہئیں تاکہ اس کے منفی استعمال پر پابندی لگائی جا سکے۔ اگرچہ پاکستان میں پیمرا نے کچھ اخلاق وضوابط کا آرڈیننس منظور کرایا ہے اور اقوامِ متحدہ کے ادارے یونیسکو نے 'صحافت کا عالمی ضابطہ اخلاق' بھی بنایا ہے لیکن میڈیا پر استہزائے اسلام کی سرگرمیوں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کاغذی کاروائی ہے، عملی طور پر یہ ادارے فعال کردار ادا نہیں کرتے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ذرائع ابلاغ کے منفی استعمال پر پابندی عائد کی جائے اور عوام کو بھی اس حوالے سے ترغیب دی جائے کہ ذرائع ابلاغ کا مثبت استعمال کیا جانا چاہیے۔

خلاصہ کلام

اہلِ اسلام کے لیے استہزائے اسلام کا سدباب کرنا ایک فرض کی حیثیت رکھتا ہے، اس ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے ہر دور کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس کی تیاری کرنا بھی اہلِ اسلام کے لیے ضروری ہے، اللہ رب العالمین کی سنت بھی یہی ہے کہ اس نے اپنے انبیاءؑ کو جو معجزے دیے تھے وہ سب اُس دور کے بڑے چیلنجز کے مقابلے میں اس چیلنج کی حیثیت کو ختم کر دیتے تھے، وہ چاہے عصاءِ موسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام ہو کہ جس نے بڑے بڑے جادوگروں کو سجدہ کرنے پر مجبور کیا یا عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام کی طب و حکمت ہو کہ جس نے اس وقت کے طبیبوں کو زیر کر دیا تھا یا نبی مہرباں ﷺ کا قرآن ہو جس نے اس دور کے شعراا اور ادیبوں کی زبانوں کو گنگ کر دیا تھا۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہر دور کے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اس دور کے جدید اور ہر ممکنہ ذرائع و وسائل کو استعمال کیا جائے تاکہ بات میں وزن، اور انداز میں جدت پیدا ہو جو مخاطب کے لیے قابلِ قبول بھی ہو اور اس پر اثر انداز بھی ہو

اس لیے ریاست کی سطح پر تمام ممکنہ اقدامات کیے جانے کی ضرورت ہے، مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ اپنا کردار ادا کریں اسی طرح اہلِ علم حضرات بھی ہر فورم پر اس مسئلے کو اٹھائیں اور اسلام کے آزادئ رائے کے تصور سے روشناس کراتے ہوئے اس کے سدباب کی کوشش کریں۔ ذرائع ابلاغ چونکہ ایک اہم شعبہ ہے لہٰذا اس کی مروجہ صورتوں کو استعمال کرتے ہوئے رائے عامہ ہموار کی جائے

نتائج بحث

تمام مباحث کو مکمل کرنے کے بعد جو نتائج سامنے آئے ہیں ان میں سے چند اہم کو ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

- استہزائے اسلام کی تاریخ بہت قدیم ہے، اسلام کی ترویج کے ساتھ استہزائے اسلام کا عمل شروع ہو گیا تھا
- استہزائے اسلام کے بنیادی اسباب میں عناد پرستی، شدت پسندی، مذہب بیزاری اور مذہبی تعصب شامل ہیں لہٰذا اس مسئلے پر قابو پانے کے لیے اس کے اسباب پر قابو پانا ہو گا
- عصرِ حاضر میں استہزائے اسلام کے حوالے سے مختلف نظریات پیروکار کام کر رہے ہیں جن میں الحاد، سیکولرزم، جدید تحریک نسواں اور مابعد جدیدیدت شامل ہیں یہ کبھی صراحتاً اور کبھی غیر محسوس انداز میں استہزائے اسلام کا باعث بنتے ہیں
- استہزائے اسلام کی مختلف صورتیں ہیں، جس میں خدا اور ملائکہ کا استہزا، انبیاءؑ اور صحابہ ؓ کا تمسخر، قرآن میں تشکیک کے ذریعے سے استہزا کا رویہ اور اسلامی تعلیمات کے مختلف اجزا کا استہزا بھی شامل ہے
- مستہزئینِ اسلام 'اسلام کا مذاق اُڑانے کے لیے میڈیا کے معاصر ذرائع جن میں پرنٹ، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا شامل ہیں' استعمال کرتے ہیں جس کے معاشرے میں منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں
- استہزا کے ملکی قوانین شرعی تقاضے پورے کرتے ہیں تاہم اسلامی تعلیمات کے حوالے سے جزئیات میں قانون سازی کی ضرورت ہے
- دیگر ممالک میں استہزائے مذہب کے نسبتاً نرم قوانین موجود ہیں جس کا مستہزئین کی جانب سے ناجائز فائدہ اُٹھایا جاتا ہے جبکہ مغربی ممالک میں آزادیٔ اظہارِ رائے کی اہمیت کی وجہ سے استہزائے مذہب کا قانون عملی طور پر پس پشت چلا جاتا ہے
- بین الاقوامی قوانین بھی استہزائے مذہب پر پابندی تو عائد کرتے ہیں لیکن قانون پر عملدرآمد کے لیے کوئی سنجیدہ کوششیں نظر نہیں آتیں یہاں بھی آزادیٔ اظہار رائے کا نظریہ ایک مقدس نظریہ کے طور پر گردانا جاتا ہے
- اسلام 'اظہار رائے کی آزادی کا حق ہر شخص کو دیتا ہے لیکن تحدید کے ساتھ
- استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے ریاستی سطح کے اقدامات بہت اہمیت کے حامل ہیں جس میں مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ کا سنجیدہ کردار استہزا کا سدباب کر سکتا ہے
- استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے اہلِ علم کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر ممکنہ فورم پر اس حوالے سے رائے عامہ ہموار کریں اور ذرائع ابلاغ بھی اس مسئلے کے حوالے سے مثبت کردار ادا کر سکتے ہیں

تجاویزوسفارشات

دوران تحقیق اور مقالے کے اختتام پر کچھ آراء و تجاویز سامنے آئی ہیں، ان کو تجاویز اور سفارشات کے عنوان کے تحت ذیل میں ذکر کیا جارہاہے

- استہزائے اسلام کے محرکات اور اسباب جاننے کے بعد اُن اسباب کے تدارک کی کوشش کرتے ہوئے ان کے متبادل کو فروغ دیا جائے
- استہزائے اسلام کے معاصر نظریات کا مطالعہ کرتے ہوئے اُن کے حامیان کی جانب سے کیے جانے والے استہزائے اسلام کا مدلل اور احسن طریقے سے جواب دیا جائے اور ساتھ ہی اُن کو اسلام کی دعوت دی جائے
- استہزائے اسلام کے مستعمل ذرائع پر نظر رکھنے کے حوالے سے اتھارٹی قائم کی جائے جو کہ ان ذرائع کو اصول ضوابط کا پابند بنائے
- کسی بھی مذہب یا عقیدے کے مطابق اس کی مقدس شخصیات اور تعلیمات کے استہزا کو بھی بین الاقوامی قوانین میں جرم قرار دیتے ہوئے اس پر سنجیدگی کے ساتھ عمل کرانا چاہیے
- توہین اور نفرت انگیز تقریر کے حوالے سے موجود قوانین میں نقصِ امن کے اندیشے سے مشروط کرنے کے بجائے توہین اور نفرت انگیز تقریر کو بذات خود جرم متصور کرنا چاہیے
- عصر حاضر میں استہزا کے حوالے سے جو بین الاقوامی قوانین موجود ہیں ان پر سختی سے عملدرآمد ہونا چاہیے اور دیگر ممالک کو بھی اس حوالے سے غیر لچکدار قوانین بنانے چاہئیں
- دنیا کے بیشتر ممالک میں نفرت آمیز مواد یا گفتگو کو قابل اعتراض سمجھا جاتا ہے لیکن استہزا کے حوالے سے لچکدار رویہ سامنے آتا ہے، اس لیے قانون میں دونوں کے لیے سخت سزا ہونی چاہیے
- انٹرنیٹ کے مستعمل ذرائع میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے، بین الاقوامی سطح پر ایسی ویب سائٹس پر پابندی لگانی چاہیے جو استہزا کے عمل میں اپنا کردار ادا کرتی ہوں اور مستہزئین کا مقدمہ بین الاقوامی عدالت میں چلنا چاہیے
- حکومتِ وقت کی اس مسئلے کے حوالے سے سب سے اہم ذمہ داری ہے لہٰذا اسے اس اس مسئلے کے حل میں مؤثر کردار ادا کرنا چاہیے
- ریاستی اداروں، اہلِ علم حضرات اور ذرائع ابلاغ کو بھی استہزائے اسلام کے سدباب کے لیے مثبت کردار ادا کرنا چاہیے

فہرست آیات

نمبر شمار	آیت	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
1	وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ	البقرہ	13	173
2	وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا	البقرہ	14	173
3	وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ	البقرہ	42	296
4	وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ	البقرہ	231	22
5	لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ	البقرہ	256	221
6	وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى	البقرہ	260	41
7	إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ	آلعمران	5	149
8	هَاأَنْتُمْ أُولَاءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ	آلعمران	119	183
9	إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا	آلعمران	120	183
10	فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ	آلعمران	159	149
11	يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا	النساء	19	128
12	الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى	النساء	34	133
13	أُولَئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ	النساء	63	289
14	يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ	النساء	135	297
15	يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا	المائدہ	57	23
16	وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا	المائدہ	58	22

17	وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ	الانعام	93	179
18	وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ	الانعام	100	162
19	وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ	الانعام	108	288
20	وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ	الانعام	112	159
21	وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ	الاعراف	96	161
22	خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ	الاعراف	199	287
23	يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ	التوبۃ	64	31
24	قَالُوا يَاشُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا	ہود	87	105
25	هَذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا	ابراہیم	52	198
26	وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ	الحجر	11	26
27	وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ	الحجر	85	152
28	إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ	الحجر	95	33
29	وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا	النحل	58	126
30	يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ	النحل	59	126
31	ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ	النحل	125	290
32	وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ	الکھف	29	118
33	فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى	طٰہٰ	44	291
34	مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ	الانبیاء	2	31

20	36	الانبياء	وَإِذَا رَآكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا	35
26	41	الانبياء	وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِك	36
287	96	المؤمنون	ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ	37
152	115	المؤمنون	أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا	38
30	4	الفرقان	وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ	39
30	5	الفرقان	وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا	40
289	63	الفرقان	وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا	41
297	72	الفرقان	وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ	42
28	27	الشعراء	قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمُ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ	43
182	4	القصص	إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا	44
289	55	القصص	وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ	45
182	83	القصص	تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا	46
287	60	الروم	فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ	47
118	70	الاحزاب	يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا	48
198	17	يٰسين	وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ	49
26	30	يٰسين	وَإِنْ كُلٌّ لَمَّا جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ	50
157	78	يٰسين	وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ	51
156	5	ص	أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا	52

53	وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا	ص	27	152
54	وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ	فصلت	34	287
55	إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا	فصلت	40	85
56	أَوَمَنْ يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ	الزخرف	18	162
57	وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ إِنَاثًا	الزخرف	19	162
58	وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ	الدخان	38	151
59	مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ	الدخان	39	151
60	وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا	الجاثيه	9	179
61	وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا	الجاثيه	24	160
62	أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ	الاحقاف	8	179
63	يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ	الحجرات	2	195
64	يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا	الحجرات	6	295
65	يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ	الحجرات	11	273
66	يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ	الحجرات	12	273
67	نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ	ق	45	265
68	إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيُسَمُّونَ الْمَلَائِكَةَ	النجم	27	162
69	هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ	التغابن	2	118
70	وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا	التحريم	3	174

71	الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا	الملک	2	161
72	وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ	القلم	51	32
73	كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا	المدثر	16	48
74	أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَلَّنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ	القیامہ	3	140
75	بَلَى قَادِرِينَ عَلَى أَنْ نُسَوِّيَ بَنَانَهُ	القیامہ	4	140
76	فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى	النازعات	24	85
77	وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ	التکویر	8	123
78	إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ	المطففین	29	37
79	فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ	الغاشیہ	21	242
80	لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ	الغاشیہ	22	265
81	وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةٍ	ہمزۃ	1	49

فہرست احادیث

نمبر شمار	حدیث کا متن	کتاب کا نام	صفحہ نمبر
1	يا عباس، ألا تعجب من حب مغيث بريرة، ومن بغض بريرة مغيثا	صحیح بخاری	130
2	فليبلغ الشاهد الغائب	صحیح بخاری	199
3	إنما الأعمال بالنيات	صحیح بخاری	240
4	يتخولنا بالموعظة في الأيام، كراهة السآمة علينا	صحیح بخاری	292
5	يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا	صحیح بخاری	292
6	والله لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقوم على باب	صحیح مسلم	129
7	أنتم أعلم بأمر دنياكم	صحیح مسلم	285
8	هذه بتلك السبقة	سنن ابوداؤد	130
9	لا، ولكن من العصبية أن يعين الرجل قومه على الظلم	سنن ابن ماجہ	66
10	أفضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر	سنن ابن ماجہ	265
11	أكمل المؤمنين إيمانا أحسنهم خلقا، وخيركم خيركم لنسائهم	جامع ترمذی	129
12	ليس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذيء	جامع ترمذی	273
13	خيركم خيركم لأهله وأنا خيركم لأهلي	جامع ترمذی	129

فہرست اعلام

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
1	ابن وراق	181
2	ابوالحسن علی حسن ندوی (متوفی 1999ء)	58
3	احمد سعید دہلوی (متوفی 1959ء)	29
4	اینڈرز ایلڈرپ	227
5	جلال الدین عمری	87
6	جی ایل ٹھاکر داس، علامہ (متوفی 1902ء)	69
7	سلمان رشدی	51
8	عبدالحمید صدیقی (متوفی 1978ء)	91
9	عبدالقادر بدایونی، ملا (متوفی 1615ء)	44
10	عبدالماجد (متوفی 1977ء)	57
11	عمادالدین لاہز (متوفی 1900ء)	68
12	غلام مصطفے (متوفی 1367ھ)	41
13	فرائڈرچ نٹشے (متوفی 1900ء)	86
14	فریڈرک اینگلز (متوفی 1895ء)	86
15	قاضی ابوالفضل (متوفی 544ھ)	40

16	کارل مارکس(متوفی1883ء)	86
17	کینن ایڈورڈ سیل، علامہ (متوفی1932ء)	71
18	محمد سہراب، ڈاکٹر	114
19	مریم جمیلہ، (متوفی2012ء)	140
20	مہدی حسن، پروفیسر	198
21	موسیٰ بن مہدی (متوفی170ھ)	43
22	ہارون یحیٰ	86
23	ہاشم کمالی، ڈاکٹر	284
24	وحید الدین، سید (متوفی1968ء)	49
25	یوسف القرضاوی، ڈاکٹر	104

فہرست اماکن

نمبر شمار	نام جگہ	مختصر تعارف	صفحہ نمبر
1	بنیاس	شام کے ساحل کے کنارے واقع ایک چھوٹا سا شہر ہے جس کی آبادی پچاس ہزار ہے	170
2	بیویریا	یہ جرمنی کا تیسرا بڑا شہر تصور ہے جس کی کل آبادی سوا کروڑ کے لگ بھگ ہے	203
3	سرینگر	سرینگر ریاست جموں و کشمیر کا سب سے بڑا شہر اور سرمائی دارالحکومت ہے۔ یہ دریائے جہلم کے کنارے پر واقع ہے، آبادی تقریباً پندرہ لاکھ ہے	205
4	کاٹھیاواڑ	مغربی بھارت کا ایک جزیرہ نما ہے جو ریاست گجرات کا حصہ ہے	41
5	کیلیفورنیا	کیلیفورنیا ریاستہائے متحدہ امریکا کی سب سے گنجان آباد ریاست ہے،اس کی آبادی تین کروڑ کے قریب ہے، سکرامنٹو اس کا دارالحکومت ہے	218
6	گوٹنبرگ	سوئیڈن کے جنوب میں واقع دوسرا بڑا شہر ہے جس کی آبادی 60 لاکھ کے قریب ہے	206
7	لاس اینجلس	لاس اینجلس بلحاظ آبادی امریکہ کی ریاست کیلیفورنیا کا سب سے بڑا اور ریاستہائے متحدہ امریکا کا دوسرا سب سے بڑا شہر ہے۔ شہر تقریباً 40 لاکھ کی آبادی کا حامل ہے اور 498 مربع کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے	212
8	مالقہ	اسپین کا صوبہ ہے جس کی آبادی ساڑھے پانچ لاکھ سے زائد ہے	167
9	نبراسکا	امریکا کی ایک ریاست ہے جس کا صدر مقام لنکلون ہے، اس کی آبادی تقریباً بیس لاکھ ہے	191
10	نیروبی	کینیا کا دارلحکومت ہے، یہ شہر جنوبی کینیا میں دریائے نیروبی کے کنارے پر سطح سمندر سے 5450 فٹ (1661 میٹر) کی بلندی پر واقع ہے، آبادی کے لحاظ سے مشرقی افریقہ کا سب سے بڑا شہر ہے جس کی آبادی 50 لاکھ کے قریب ہے	250
11	ہیگ	ہیگ کا شمار نیدرلینڈز کے بڑے ساحلی شہروں میں ہوتا ہے۔ یہ شہر صوبہ شمالی ہالینڈ کا صدر مقام ہے، اس کی آبادی 70 لاکھ کے قریب ہے	210

فہرست مصادر و مراجع

القرآن الکریم

کتب التفسیر

- ابن کثیر، حافظ عماد الدین ابوالفداء، تفسیر ابن کثیر، مترجم مولانا محمد جونا گڑھی، مکتبہ قدوسیہ لاہور، 1995ء
- اصلاحی، امین احسن، تدبر القرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور پاکستان، 2009
- الاظہری، پیر کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلیکیشنزلاہور، 1965ء
- ثناء اللہ، قاضی محمد، تفسیر مظہری، دار الاشاعت اردوبازار کراچی، 1999ء
- دہلوی، محمد مظہر اللہ شاہ، تفسیر مظہر القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2004ء
- دہلوی، احمد سعید، کشف الرحمن فی تفسیر القرآن، مکتبہ رشیدیہ کراچی، 1962ء
- عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، دار الاشاعت کراچی، 1936ء
- عثمانی، مفتی شفیع، معارف القرآن، مکتبہ معارف القرآن کراچی، 1969ء
- قرطبی، ابوعبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی، الجامع لاحکام القرآن تفسیر قرطبی، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، 1964ء
- مودودی، سید ابو الاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، 1972ء
- نسفي، أبو البركات عبد الله بن أحمد النسفي، تفسير النسفي (مدارك التنزيل وحقائق التأويل)، تح: يوسف علي بديوي، دار الكلم الطيب، بيروت، 1419ھ

کتب الحدیث

- ابن حنبل، امام احمد بن حنبل، مسند احمد، مترجم: محمد ظفر اقبال، مکتبہ رحمانیہ لاہور، 2004ء
- ابن ماجہ، ابوعبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، مجلس علمی دار الدعوۃ نئی دہلی
- ابو داوٗد، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابو داوٗد، مترجم: ابو عمار عمر فاروق سعیدی، دار الاسلام، 2002ء
- بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری، مترجم: محمد داوٗد راز، جمعیت اہل حدیث، بنگلور ہند، 2004ء
- ترمذی، محمد بن عیسی، جامع ترمذی، مترجم: نواب بدیع الزماں حیدرآبادی، ضیاء احسان پبلشرز، 1988ء
- مسلم، مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری، صحیح مسلم، مترجم: یحیٰ سلطان محمود جلال پوری، دار السلام لاہور، 2004ء
- ہاشمی، عبد الحق حدیثِ نبوی ﷺ اور سائنسی علوم، اسلامک ریسرچ اکیڈمی، کراچی، 2009ء

کتب علوم القرآن

- سیوطی، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي، لباب النقول في أسباب النزول، دار الكتب العلمية بيروت–لبنان، 1967ء
- واحدی، ابو الحسن علی بن احمد الواحدی، اسباب نزول القرآن، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، 1991ء

کتب سیرت

- ابن ہشام، محمد اسحاق بن یسار ابو محمد عبد الملک بن ہشام، سیرت النبی ﷺ ابن ہشام، مترجم: قطب الدین محمودی، اسلامی کتب خانہ لاہور، 1990ء
- قاضی عیاض، ابو الفضل قاضی عیاض اندلسی، الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، 1919ء

کتب قانون

- ابن تیمیہ، تقی الدین ابو العباس ابن تیمیہ، الصارم المسلول علی شاتم الرسول، تح: محمد محی الدین، الحرس الوطنی السعودی، المملکۃ العربیہ السعودیہ، 1976ء
- صدیقی، جسٹس شوکت عزیز صدیقی، ناموس رسالت ﷺ اعلیٰ عدالتی فیصلہ، منشورات، لاہور، 2017ء
- غازی، ڈاکٹر محمود احمد غازی، قانون توہینِ رسالت، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد، 2014ء
- قریشی، محمد اسماعیل قریشی، ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت، الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور، نومبر 1999ء

کتب تاریخ

- ابن کثیر، حافظ عماد الدین ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر، دار الاشاعت کراچی، 1988ء
- بغدادی، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت مہدی الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد، دار الغرب الإسلامي بیروت لبنان 1987ء
- ڈریپر، ڈاکٹر جان ولیم، معرکہ مذہب و سائنس، مترجم ظفر علی خان، رفاہ عام اسٹریٹ پریس لاہور، 1910ء
- طبری، ابن جریر الطبری، تاریخ الامم والملوک، مترجم: ڈاکٹر محمد صدیق ہاشمی، نفیس اکیڈمی کراچی، 2004ء
- عبد الماجد، عبد الماجد بی اے، تاریخ اخلاق یورپ، انجمن ترقی اردو اورنگ باد دکن، 1932ء
- ملا عبد القادر، بن ملوک شاہ بدایونی، منتخب التواریخ، شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ پبلشرز لاہور 1967ء
- ندوی، ریاست علی، تاریخ اندلس، حاجی حنیف اینڈ سنز لاہور، جنوری 2003ء
- ندوی، سید ابو الحسن علی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ 1979ء

کتب اللغات

- ابن منظور، الافریقی، محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، بیروت، دار صادر، 1414ھ
- اصفہانی،، امام راغب مفردات القرآن، مترجم محمد عبدہ فیروز پوری، شیخ شمس الحق اقبال ٹاؤن لاہور، 1987ء
- دہلوی، سید احمد، فرہنگ آصفیہ، الفیصل ناشرانِ کتب لاہور، 1902ء
- رازی، احمد بن فارس بن زکریا القزوینی الرازی، معجم مقاییس اللغۃ، دار الفکر بیروت لبنان، 1979ء
- صدیقی، ڈاکٹر ابو اللیث، اردو لغت، اردو لغت بورڈ کراچی، 1979ء
- عبد الحمید، خواجہ عبد الحمید، جامع اللغات، جامع اللغات کمپنی لاہور، 1988ء
- قاسمی، مولانا وحید الزماں، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات لاہور، 2001ء

- مسعود، جبران، الرائد معجم لغوی عصری، دار العلم للملایین، بیروت 1967ء

متفرق کتب

- ابن باز، علامہ عبد العزیز بن عبد اللہ، دعوت الی اللہ اور داعی کے اوصاف، مترجم، شیخ ابو عدنان، توحید پبلیکیشنز بنگلور (انڈیا)، 2003ء
- ابن سعد، محمد، طبقات ابن سعد، مترجم: علامہ عبد اللہ العمادی، نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی، 1968ء
- ابن عاشور، محمد بن محمد طاہر، التونسی، مقاصد الشریعہ الاسلامیہ، وزارت الاقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، 2004ء
- ابو العزم، عالمی تحریک مقتنات، انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز اینڈ ریسرچ، انڈیا، 2016ء
- احمد، پروفیسر خورشید، اسلامی نظریہ حیات، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ جامعہ کراچی، 2006ء
- احمد دیاب، ڈاکٹر محمد، اصواء علی الاستشراق والمستشرقین، دار المنار، قاہرہ مصر، 1999ء
- احمد، پروفیسر خورشید، اظہار رائے کی آزادی اور مغرب، علم و عرفان پبلشر، لاہور، 2002ء
- ادیب، ہمایوں، تفتیشی خبر نگاری، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، 1995ء
- اشرفی، وہاب، مضمرات و ممکنات، یورپ اکادمی اسلام آباد، 2007ء
- اصلاحی، امین احسن، دعوت دین اور اس کا طریقہ کار، فاران فاؤنڈیشن لاہور پاکستان، اکتوبر 2010ء
- اصلاحی، امین احسن، اسلامی ریاست، دار التذکیر، لاہور، 1950ء
- اقبال، محمد ظفر، اسلام اور جدیدیت کی کشمکش، ادارہ علم و دانش، لاہور، 2104ء
- اقبال، ڈاکٹر محمد علامہ، بال جبریل، آزادئ افکار، کلیات اقبال، الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور، 2011ء
- امر تسری، ابو الوفا ثناء اللہ، مقدس رسول ﷺ بجواب رنگیلا رسول، مکتبہ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی 1924ء
- امین، ڈاکٹر محمد، اسلام اور تہذیبِ مغرب کی کشمکش، کتاب سرائے لاہور، 2006ء
- امینی، محمد تقی، عروج و زوال کا الٰہی نظام، مکی دار الکتب اردو بازار لاہور، 1959ء
- امینی، محمد تقی، لامذہبی دور کا تاریخی پس منظر، مکی دار الکتب اردو بازار لاہور، 1996ء
- ایسل، علامہ کینن، جنگ بدر و جنگِ احد، مترجم: پروفیسر محمد اسماعیل ایم-اے، ارفن اسکول پریس کلکتہ، 1919ء
- آزاد، ابو الکلام، مسلمان عورت، مکتبہ اشاعت القرآن دہلی، 1963ء
- پروڈہوم، جوایبن، انسانی حقوق پر مذہبی توہین کے قوانین کا اثر، فریڈم ہاؤس، 2011ء
- جان، ڈاکٹر طارق، سیکولرزم، مباحث اور مغالطے، ایمل مطبوعات اسلام آباد 2013
- جلال زئی، موسیٰ خان، این جی اوز اور قومی سلامتی کے تقاضے، فیروز سنز لیمیٹڈ لاہور، 2000ء
- جیلانی، ڈاکٹر عبد القادر، اسلام، پیغمبرِ اسلام اور مستشرقینِ مغرب کا انداز فکر، کتاب سرائے لاہور، 2005ء
- چراغ، محمد علی، پروپگینڈہ، سنگ میل پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور، 1987ء
- چموپتی، سوامی پنڈت ایم اے، رنگیلا رسول، محمد رفیع ترکاری منڈی، پوسٹ باکس نمبر 420، دلی-6، 1927ء

- حسن، پروفیسر مہدی، جدید ابلاغِ عام، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، 1990ء
- حسین، سید امجد، قرآن اور اس کے مصنفین، جرات تحقیق، لاہور، 2016ء
- حسینی، سید سعادت اللہ، مابعد جدیدیت کا چیلنج اور اسلام، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور، 2014ء
- الحوالی، ڈاکٹر سفر بن عبد الرحمٰن، سیکولرزم آغاز، ارتقاء اسلامی زندگی پر اثرات، مترجم محمد زکریا رفیق، کتاب سرائے بیت الحکمت لاہور، 2017ء
- خالد، محمد متین، آزادی اظہار، اسلام کے خلاف مغرب کا فکری حربہ، علم و عرفان پبلشر، لاہور، 2013ء
- خان، رانا محمد شفیق، حرمت رسول ﷺ اور آزادیٔ رائے، علم و عرفان پبلشر، لاہور، 2013ء
- خان، وحید الدین، خاتونِ اسلام، دار البلاغ، کرناٹک، انڈیا، 1986ء
- خورشید، پروفیسر عبد السلام، فن صحافت، مکتبہ کاروان لاہور، 1988ء
- داس، علامہ جی ایل ٹھاکر، ذنوبِ محمدیہ، وکیل ہندوستان پریس امر تسر، 1905ء
- داس، علامہ جی ایل ٹھاکر، سیرت المسیح والمحمد، وکیل ہندوستان پریس امر تسر 1886ء
- الرحمان، مولانا گوہر، اسلامی ریاست، المنار بک سینٹر لاہور، 1982ء
- رسل، برٹرینڈ، آزادی اور معاشرہ، مترجم قاضی جاوید، مشعل پبلیکیشنز، لاہور 2000ء
- رضوان، عمر بن ابراھیم، آراء المستشرقین حول القرآن الکریم وتفسیرہ، دار طیبہ، ریاض، 1992ء
- زیات، احمد حسن، تاریخ الادب العربی، مترجم: عبد لرحمن طاہر سورتی، البران الہ آباد، 1985ء
- سجاد، حافظ عبد الواحد، خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، 2012ء
- سرسوتی، سوامی دیانند، ستیارتھ پرکاش، مترجم پیٹر آرام، اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنجاب 15، لاہور 1899ء
- سرور، ملک احمد، ناموس رسالت ﷺ کے خلاف مغرب کی شر انگیزیاں، علم و عرفان پبلشر لاہور، 2012ء
- سلیم، محمد، اسلام الحاد اور سائنس، الفرقان پبلشرز لاہور، 2018ء
- سیل، ڈاکٹر ایڈورڈ، کشف القرآن، مترجم: منشی محمد اسماعیل، وکیل ہندوستان پریس امر تسر، 1902ء
- سین، پروفیسر آرتھر کرسٹن، ایران بعہد ساسانیان، مترجم: ڈاکٹر محمد اقبال، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی 1941ء
- شمس الدین، ڈاکٹر محمد، ابلاغ عام کے نظریات، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، 1995ء
- شورش، ڈاکٹر انیس، الفرقان الحق، سورہ الخاتم، وائن پریس پبلیشنگ، واشنگٹن، 1999ء
- صدیقی، عبد الحمید، انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام، اسلامک پبلشنگ ہاؤس، 1976ء
- صدیقی، نعیم، عورت معرضِ کشمکش میں، الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب لاہور، 2003ء
- طیب، قاری محمد، اسلام میں دعوت و تبلیغ کے اصول، دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ستمبر 1991ء
- علوی، ڈاکٹر خالد، اسلام کا معاشرتی نظام (اسلام اور جدید معاشرتی نظریات) الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور، 2004ء
- علی محمد، ڈاکٹر اسماعیل، الاستشراق بین الحقیقۃ والتضلیل، جامعہ الازہر مصر، 1998ء

- الغزالي، محمد بن محمد الطوسي، إحیاء علوم الدین، دار المعرفة بیروت، 2005ء
- فاروقی، ڈاکٹر خورشید احمد، حضرت ابو بکر صدیق کے سرکاری خطوط، ادارہ اسلامیات لاہور، 1978ء
- فریاد، ڈاکٹر شاہد، سیکولرزم ایک تعارف، کتاب محل لاہور، 2000ء
- فرید، عارفہ، تہذیب کے اس پار: عصرِ حاضر کے مسائل اور اسلامی فکر مغربی فکر کے تناظر میں، کراچی یونیورسٹی پریس، ستمبر 2000ء
- فقیر، سید وحید الدین، روز گار فقیر، لائین آرٹ پریس لیمیٹڈ دی مال لاہور، مئی 1964ء
- فوزی، فاروق عمر، الاستشراق والتاریخ الاسلامی، الاھلیہ للنشر والتوزیع، عمان 1998ء
- قرضاوی، یوسف القرضاوی، اسلام اور سیکولرزم، مترجم: ساجد الرحمن صدیقی، عالمی ادارہ فکرِ اسلامی، اسلام آباد، 1981ء
- قطب، محمد قطب، اسلام اور جدید مادی افکار، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، 1987ء
- لاہنر ڈی-ڈی، عماد الدین، تواریخ محمدی، وکیل ہندوستان پریس امرتسر، 1880ء
- مجلسی، علامہ باقر، حیات القلوب، مترجم سید بشارت حسین، امامیہ کتب خانہ موچی دروازہ لاہور، 1883ء
- مراد آبادی، سید محمد نعیم الدین، احقاق حق، فرید بک اردو بازار لاہور، 2002ء
- مراد، خرم، مغرب اور عالم اسلام ایک مطالعہ، منشورات، لاہور، 2006ء
- مسلمان عورت کے حقوق اور اُن پر اعتراضات کا جائزہ، سید جلال الدین عمری، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، 2011ء
- ملک، اجمل، صحافت صوبہ سرحد میں، قومی پبلشر انارکلی، لاہور، 1980ء
- مودودی، سید ابو الاعلیٰ، دین حق، نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، 2007ء
- مودودی، سید ابو الاعلیٰ، پردہ، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، 1940ء
- مودودی، سید ابو الاعلیٰ، اسلامی ریاست، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، اگست 1998ء
- ناز، ڈاکٹر احسن اختر، توہین آمیز خاکے اور بین الاقوامی صحافتی اخلاقیات، تحقیق: محمد متین خالد، علم و عرفان پبلشرز لاہور، 2013ء
- ندوی، مولانا سید ابو الحسن علی، پاجا سراغ زندگی، مجلس نشریات اسلامی کراچی، 1973ء
- ندوی، نذر الحفیظ، سیکولر میڈیا کا شر انگیز کردار، عوامی میڈیا واچ کمیٹی، لاہور، 2004ء
- ندوی، سید ابو الحسن علی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ، 1979ء
- ندوی، شاہ معین الدین احمد، دینِ رحمت، مکتبہ قاسم العلوم لاہور، 1967ء
- ندوی، عبد الباری، مذہب و عقلیت، انسٹیٹیوٹ علی گڑھ کالج علی گڑھ 1991ء
- ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، سید ابو الحسن علی، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنؤ، 1970ء
- نعمانی، علامہ شبلی، الفاروق، مدینہ پبلشنگ ہاؤس کراچی، 1975ء
- نیازی، ڈاکٹر لیاقت علی خان، اسلام کا قانونِ صحافت، بک ٹاک لاہور 2008ء
- ہنٹنگن، سیموئل، تہذیبوں کا تصادم، مترجم: محمد احسن بٹ، مثال پبلشنگ اردو بازار لاہور، جنوری 2003ء

- ولی بان،ڈاکٹر گستا، تمدن عرب، اعظم اسٹیم پریس، حیدرآباد دکن،1936ء

رسائل وجرائدو متفرق ذرائع

- رفعت، پروفیسر محمد، اسٹیفن ہاکنگ کے نظریات کا تنقیدی جائزہ، سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی علی گڑھ، اکتوبر-دسمبر2018، ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی
- سہراب، ڈاکٹر محمد، اقلیتوں کے حقوق اور مغرب میں اسلام وفوبیا، بعنوان: سرد جنگ کے بعد کی سیاست میں اسلاموفوبیا، گلوبلائیزیشن اور جمہوریت کا درس، ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی، جون 2011ء
- عابدین، محمد زین العابدین، رااور بنگلہ دیش، معارف فیچر، ادارہ معارف اسلامی کراچی، اپریل2014ء
- عبدالقیوم، حافظ محمد، سیکولرزم ومابعد سیکولرزم، الاضواء، شیخ زاید مرکز اسلامی، جامعہ پنجاب لاہور، 2015ء
- عمری، سید جلال الدین، انکارِ خدا کے نتائج، تحقیقات اسلامی علی گڑھ، اپریل تاجون1984ء، پانی والی کوٹھی، دودھ پور علی گڑھ
- محمد وسیم، اکبر شیخ، اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کا کردار، پی ایچ ڈی مقالہ، شعبہ ابلاغیات، پنجاب یونیورسٹی لاہور
- مزاری، ڈاکٹر شیریں مزاری، ثقافتی تنوع، آزادیٔ اظہار اور یورپی قوانین، آج کا مغرب اور مسلم دنیا، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، 2010ء

انگریزی کتب

- Man in the modern world, Huxley Julian, Great Birtain, London, 1917
- Between Tears and Laughter, Lin Yutang, The Johan Dav Company New York, 1943
- English Secularism: A Confession of Belief, George Jacob Holyoake, Open court publishing Company, Chicago, February 1896
- Encyclopedia of Religion and Ethics، James Hastings, T & T Clark, Edinburgh, 1908
- Ataturk, Irfan Orga, Joseph, London, 1962
- Marriage, Sheila Cronan, Dell publishing, New York, 1970
- Islam and The Muslim Woman Today, Maryam Jameelah, Mohammad Yusuf Khan, Lahore, 1976
- The Postmodern Condition: A Report on Knowledge, Jean-Francois Lyotard, Translation by Geoff Bennington and Brian Massumi, Manchester University Press, Manchester, England, 1984
- A vindication of the rights of woman, Mary Wollstonecraft, W. Scott, London,1759
- The works of Henry Smith: including sermons, treatises, prayers, and poems, Smith Henry, Edinburgh: J. Nichol, 1866
- Introduction to lslamic Theology and Law, Ignaz Goldziher, Translated by Andras and Ruth Hamori, Princeton University Press, Princeton, New Jersey, 1982
- Muhammad prophet and Statesman, Watt, W. Montgome ,Oxford University Press London, 1961

- Mohammad, Maxime Rodinson, Translated from the French by Anne Carter, Penguin Books, London, 1961
- On Heroes, Hero-Worship, and the Heroic in History, Thomas Carlyle, Yale University Press New Haven and London, 1841
- Introduction of Knowledge, Andrew Boorde, Hardwar College, 1789
- A Study of History, Toynbee, Arnold J, Vol. 3, Oxford University Press London, 1935
- Weber and Islam, Bryan S.Turner, Routledge Kegan & Paul, London,1978
- Universal Declaration of Human Rights, Preamble, United Nation, New York, 1948
- International Covenant on Civil and Political Rights, United Nation, New York, 1976
- Article 10, European Convention on Human Rights, Council of Europe, Strasbourg, 1953
- American Convention on Human Rights, Article 13, Department of International Law Secretariat for Legal Affairs, Organization of America states, 1978
- Article 9, African (BANJUL) Charter on Human and Peoples Rights, Nairobi, Kenya, June 27, 1981
- Murray, James, Oxford English Dictionary, Oxford university press, United Kingdom, 1884
- The Clash of Civilizations and the remarking of World Order, Samuel P. Huntington, Simon and Schuster New York, 1994
- International herald tribune Magazine, May 10, 1996
- Webster Comprehensive Dictionary, Encyclopedic Edition, David Wurmser, Ferguson Publishing Company Chicago, 1998
- Atheism A Very Short Introduction, Julian Baggini, Oxford University Press 2003
- Oxford Advanced Learner's Dictionary, Joanna Turnbull, Margaret Deuter, Jennifer Bradbery, Oxford University Press, 1948
- The fall of Atheism, Harun yhya, Good word Books, Kensington Australia, 2003
- The God Delusion, Dawkins, R, Bantam Press, London, 2006
- God in the Classroom: Religion and America’s Public Schools, Murray Thomas, Praeger, Rowman & Littlefield, Lanham, Maryland, 2007
- India 2017 International Religious Freedom Report Executive Summary, International Religious Freedom Report for 2017 United States Department of State, Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, U.S 2017
- The Satanic Verses, Salman Rushdie, Viking Penguin, New York, 1988
- Intensity, Dean Kontz, Headline UK, 1995
- Creative Divorce, Mel Krantzler, Open Road Media, New York, 2014
- Standing Alone in Mecca, Asra Q Nomani, HarperCollins India, 2005
- Italy Cartoon Row Minister Quits," BBC News, February 18, 2006
- Post Modern Humanism, Jack Grassby, TUPS, Washington, 1991
- Literary Theory: A Guide for the perplexed, Mary Klags, Continuum Press, London, 2007
- A History of Spain, Harold Livermore, George Allen and Unwin London, 1966

- A History of Medieval Islam, J.J. Saunders, Routledge and Kegan Paul Ltd, London, 1965
- The Sunday Times of India, New Delhi, September 15, 2006
- Ayaan Hirsi Ali, The Caged virgin, Free Press New York, 2004
- Medieval Islam A study in cultural orientation, Gustave E.Von Grunebaum, The University of Chicago Press, 1946
- The works of Henry Smith, Thomas Fuller, Edinburgh, Vol II, James Nichol, London,1868
- Why I Am Not A Muslim, Ibn Warraq, Prometheus Books, New York 1995,
- The Trouble with Islam, Irshad Manji, St. Martin's Press New York, 2003
- The Guardian, Thursday 17 August 2017
- Muqtedar Khan and Michael Beals, Delaware should reject Islamaphobic bill on sharia law, The News Journal (Wilmington, Delaware), May 16, 2018
- Tantrika: Traveling the Road of Divine Love, Asra Q Nomani, Harper Collins India, 2003
- What is Islam, Montgomery Watt, One world Publications, London, 1980
- Cajsa Lagerkvist, Empowerment and anger: learning how to share ownership of the museum, museum and society, July 2006. 4(2) 52-68 © 2006, Cajsa Lagerkvist ISSN 1479-8360
- Cambridge Advanced Learner's Dictionary, Cambridge University Press, 2003
- Merriam Webster Dictionary, Reference books, Massachusetts, UK, 2004
- The Mohammed Cartoons, Webster Griffin Tarpley Washington Dc, Feb 8, 2006
- The Criminal Code Order No. 909 of September 27, 2005, as amended by Act Nos. 1389 and 1400 of December 21, 2005
- Criminal Justice and Immigration Act 2008, Great Britain, Part 4, The Stationery Office, London, 01-May-2008
- Hate Speech and Freedom of Speech in Australia, Katharine Gelber, Adrienne Sarah Ackary Stone, Federation Press, Australia, 2007
- Respecting Rights, Joelle Fiss and Jocelyn Getgen Kestenbaum, U.S. Commission on International Religious Freedom, U.S, 2017
- Article 19 & 20, Universal Declaration of Human Rights
- International Covenant on Civil and Political Rights
- Asean Human Rights Declaration, The Asean Secretariat, Jakarta, 2013
- Resolution 169 on Repealing Criminal Defamation Law in Africa by the African Commission on Human and Peoples’ Rights, 24 November 2010
- Cairo Declaration on Human Rights in Islam, Organization of Islamic Conference, Fourth session, Geneva, 19 April - 7 May 1993, Item 5 on the provisional agenda
- General Assembly Resolution, 2106A (XX), December 1965
- Blasphemy and Related Laws in Selected Jurisdictions, Staff of the Global Legal Research Center, The Law Library of Congress, Global Legal Research Center, Washington, 2017
- Hate speech in constitutional jurisprudence: a comparative analysis, Michel Rosenfeld, Ibn Cardozo Law Review, London, 2001
- Freedom of Speech, Van Mill, David, Stanford Encyclopedia of Philosophy, California, 2002

- The Right to Ridicule, Ronald Dworkin, New York Review of Books, Giles Harvey, New York, March 23, 2006
- Dr. Hasnul Amin and Farah Afzal, Construction of Muslims as a security threat, peace preventers and as a terrorist in the west, Hamdard islamicus, July -September 2015
- Nigeria's Boko Haram militants claim This Day attacks, BBC News, May 2, 2012
- No Holocaust Cartoons in Morgenavisen Jyllands-Posten", Jyllands-Posten, Denmark, 10 February 2006
- Dr. Zulkeple Ibn Gani, Islamic broadcasting A search for islamic idaenty, Hamderd Islamicus, Karahi, April- June.2006
- Mohammad Hashim Kamali ,Ethical Limits on Freedom of Expression with Special Reference to Islam, Cile Journal, spring 2014
- The Representation of the #Metoo Movement in Mainstream International Media, Nabila Nuraddin, Jönköping University School of Education and Communication, Sweden, 2018

ویب سائیٹس

- https://www.mukaalma.com
- https://realisticapproachblog.wordpress.com
- https://www.facebook.com
- https://www.washingtontimes.com
- https://twitter.com
- https://www.legifrance.gouv.fegorieLien=id
- http://lawslois
- https://www.law.cornell.edu
- https://www.coe
- https://www.bbc.com
- http://www.worldpress.org
- http://hadeesihadse.blogspot.com
- https://www.theguardian.com
- https://www.youtube.com/
- https://www.wikipedia.org/
- https://www.delawareonline.com/
- https://www.deseretnews.com/
- http://haq-b-janib.blogspot.com/
- http://ummi-ka-diwan.blogspot.com/
- http://forum.muhaddis.com/
- https://realisticapproachblog.wordpress.com
- https://www.huffpost.com/
- http://news.bbc.co.uk

- https://www.brusselsjournal.com/
- https://www.theguardian.com/
- https://jyllands-posten.dk/
- http://news.bbc.co.uk/
- https://www.rt.com/uk/
- https://en.oxforddictionaries.com/
- http://www.learnersdictionary.com/
- https://tribune.com.pk/
- http://www.un.org
- https://www.youtube.com/watch?v=pnhcZWZ90uM